فتاویٰ علمائے حدیث

مولانا ابوالحسنات علی محمد صاحب سعیدی

مکتبہ سعیدیہ خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❋❋❋ تنبیہ ❋❋❋

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاوی علمائے حدیث

جلد نہم ۹

کتاب الایمان حصہ اول

ترتیب: ابوالحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان

ناشر
مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان)

ماخذ فتاوی علماء حدیث جلد نہم

۱ فتاوی نذیریہ دہلی
۲ فتاوی اہلحدیث روپڑی
۳ فتاوی ستاریہ کراچی
۴ فتاوی رد شرک و بدعت
۵ مطبوعہ رسالہ عبدالحکیم دہلوی
۶ صحیفہ اہلحدیث کراچی
۷ اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی
۸۔ اخبار اہلحدیث امرتسر
۹۔ اخبار محمدی دہلی
۱۰۔ اخبار اہلحدیث دہلی
۱۱۔ اخبار الاعتصام لاہور
۱۲۔ اخبار اہلحدیث سوہدرہ
۱۳۔ اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور
۱۴۔ اخبار اہلحدیث لاہور

نام کتاب: فتاوی علماء حدیث کتاب الایمان
نام مرتب: ابو الحسنات علی محمد سعیدی خانیوال
کتابت: سیف اللہ شاہد خوشنویس چک ۵۲۳ ای بی
طباعت:
تاریخ اشاعت: جمادی الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۷۹ء
تعداد: ایک ہزار
ناشر: مکتبہ سعیدیہ خانیوال
قیمت: ۲۵ روپے
مکمل سیٹ: ۲۲۰-۰۰
ملنے کا پتہ: مکتبہ سعیدیہ خانیوال۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
۵ سیٹ کے خریدار کو ۲۵ فی صد کمیشن۔ اور دس سیٹ کے خریدار کو ۳۳ فی صد کمیشن اور ۲۰۔۲۵ کے خریدار کو ۴۰ فی صد کمیشن دیا جا سکتا ہے۔ سابقہ خریدار بذریعہ خط و کتابت طے کریں۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا۔

مفتیانِ فتاویٰ

شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ م ۱۳۲۰ھ

۲۔ سید ابو الحسن نبیرہ حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ ۱۹۱۶ء

۳۔ سید عبدالحفیظ برادر زادہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی ۱۳۳۳ھ م

۴۔ مولانا سید عبدالسلام محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۶ء

۵۔ مولانا سید شریف حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۰۴ھ م

۶۔ حضرت مولانا عبدالجبار میرٹھی مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلوی

۷۔ حضرت مولانا ابو سعید محمد شرف الدین مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی سنہ ۱۳۸۱ھ م

۸۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی سنہ ۱۳۸۶ھ م سنہ ۱۹۶۶ء

۹۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ حاجی علی جان دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت مولانا عبیدالرحمٰن محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت محمد عبداللہ مدرس مدرسہ دار الہدیٰ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت مولانا محمد حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت حافظ محمد ابراہیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۲۴ھ م ۱۹۰۶ء

۱۴۔ حضرت مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ مولانا حفیظ اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۲۴ھ م

۱۶۔ مولانا زین الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ مولانا احمد اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۹۴۳ء م

۱۸۔ مولانا محمد حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت مولانا تلطف حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حضرت مولانا محمد جوناگڑھی محدث اجمیری دروازہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۶۰ھ سنہ ۱۹۴۱ء م

۲۱۔ مولانا محمد یوسف مدرس مدرسہ امینیہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ حضرت مولانا محمد شریف اللہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ مولانا اشفاق الرحمٰن مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ مولانا سلطان محمود صدر مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ مولانا مولوی فخر الحسن مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ مولانا عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ مولانا اسد خان مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ

۲۹۔ مولانا مولوی محمد شفیع مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی مدرس مدرسہ امینیہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ مولانا قاری علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۳۔ مولانا عبدالخالق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ مولانا قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔ مولانا برکت اللہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۳۶۔ مولانا نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ مولانا سید علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۔ مولانا محمد صلاح الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۹۔ مولانا عبدالوہاب مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۴۰۔ مولوی ولایت علی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۱۔ مولانا انوار الحسن مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۲۔ مولانا رئیس حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۴۳۔ مولانا احمد سعید حافظ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۴۴۔ مولانا محمد میاں مدرسہ حسین بخش دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۴۵۔ مولانا شفاعت اللہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی رحمۃ اللہ علیہ

۴۶۔ مولانا عبدالمجید محدث سوہدروی گوجرانوالہ رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء

۴۷۔ حضرت مولانا سید داؤد غزنوی لاہور رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۳ء

۴۸۔ حضرت الامام عبدالجبار غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

۴۹۔ مولانا سید محمد اسمٰعیل مشہدی گھڑیالوں لاہور رحمۃ اللہ علیہ

۵۰۔ حضرت مولانا عبدالجلیل محدث سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

۵۱۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۵۲۔ مولانا عبدالقادر فرنگی محل لکھنؤ رحمۃ اللہ علیہ

۵۳۔ مولانا مفتی اعظم شاہ مفتی آگرہ رحمۃ اللہ علیہ

۵۴۔ مولانا عبدالشکور پھلواری شریف پٹنہ رحمۃ اللہ علیہ

۵۵۔ مولانا محمد علی اعظمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۵۶۔ مولانا حفیظ اللہ عبیدی رحمۃ اللہ علیہ

۵۷۔ محدث العصر علامہ حافظ عبداللہ روپڑی امرتسری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۵۸۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۹۴۸ء

۵۹ - ڈاکٹر تقی الدین بن عبدالقادر ہلالی رحمۃ اللہ علیہ
۶۰ - حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ
۶۱ - مولانا ابو اسمٰعیل یوسف حسین خانپوری ہزاروی تلمیذ میاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۶۲ - حضرت مولانا عبدالغفور غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
۶۳ - حضرت مولانا ابوالطیب شمس الحق تلمیذ میاں صاحب ڈیانوی شارح ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۲۹ھ
۶۴ - مولانا حافظ محمد مفسر قرآن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۱۱ھ
۶۵ - مولانا شاہ سید حسین قادری پنجابی رحمۃ اللہ علیہ
۶۶ - مفتی محمد احسن اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
۶۷ - مفتی برکت اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
۶۸ - مولانا نصیر احمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
۶۹ - قاضی منصور جان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
۷۰ - مولانا محمد بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ علیہ
۷۱ - مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ
۷۲ - مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ
سنہ ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء
۷۳ - مولانا ابوالبرکات محمد عبدالحی نقی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ
۷۴ - مولانا سید امیر احمد نقوی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ
۷۵ - مولانا عبدالحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۵ء

۷۶ - مولانا ابو عمر بن عبدالعزیز مناظر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
۷۷ - مولانا ابو محمد عبدالقہار سلفی کراچی رحمۃ اللہ علیہ
۷۸ - حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
۷۹ - عبدالاحد خانپوری ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
۸۰ - مولانا عبدالجبار عمرپوری رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۴۳ھ
۸۱ - مولانا ابو محمد عبدالستار عمرپوری رحمۃ اللہ علیہ
۸۲ - مولانا ابو تراب عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ
۸۳ - مولانا ولی محمد فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۸۴ - مولانا مصطفیٰ خان مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
۸۵ - مولانا غلام حسین ضلع مونگیر رحمۃ اللہ علیہ
۸۶ - مولانا دبیر الرحمٰن بنگالی رحمۃ اللہ علیہ
۸۷ - مولانا ابو محمد تائب علی رحمۃ اللہ علیہ
۸۸ - مولانا محمد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ
۸۹ - مولانا محمد عبدالحمید جلیسری رحمۃ اللہ علیہ
۹۰ - مولانا رحیم اللہ پنجابی رحمۃ اللہ علیہ
۹۱ - مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ
۹۲ - مولانا علی احمد سامرودی رحمۃ اللہ علیہ
۹۳ - مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ
۹۴ - مولانا محمد حیات جلیسری رحمۃ اللہ علیہ
۹۵ - مولانا غلام رسول قصوری رحمۃ اللہ علیہ
۹۶ - مولانا نوازش علی رحمۃ اللہ علیہ
۹۷ - سید محبوب علی جعفری رحمۃ اللہ علیہ

۹۸۔ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

۹۹۔ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۰۔ مولانا سید معتصم باللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۱۔ مولانا محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۲۔ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۳۔ مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۴۔ مولانا محمد عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۵۔ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۶۔ مولانا غلام اکبر خان سنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۷۔ مولانا مولوی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۸۔ مولانا قاضی فضل الرحمٰن خان رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۹۔ مولانا محمد بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۰۔ مولانا عبدالتواب محدث ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۱۔ مولانا محمد بشیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۲۔ مولانا محمد تقی خان رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۳۔ مولانا عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند رحمۃ

۱۱۴۔ مولانا ابوالعفت محمد حفیظ اللہ مہتم دارالعلوم
ندوہ لکھنؤ رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۵۔ مولانا محمد شبلی مدرس دارالعلوم دیوبند
ندوہ لکھنؤ رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۶۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء

۱۱۷۔ مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۸۔ مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۹۔ مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۰۔ مولانا ابوالفیض محمد عبداللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۱۔ مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۲۔ مولانا ہاشم رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۳۔ مولانا پیر محمد دائم رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۴۔ مولانا خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۵۔ مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۶۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۷۔ مولانا عبدالحلیم صدیق رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۔ مولانا ابوعبدالمجید عبدالحلیم یدسوافی توی
جنگ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء

۱۲۹۔ مولانا ابوالحسن محمد حسن لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۰۔ مولانا ابوعبدالرحمٰن نورالحسن لاہوری رح

۱۳۱۔ مولانا حافظ محمد حسین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۱۔ مولانا میر احمد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۳۔ مولانا ابوالبرکات شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ
گوجرانوالہ مدظلہ

۱۳۴۔ مولانا عبدالعزیز بن باز ملک رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ
مدینہ منورہ مدظلہ

۱۳۵۔ شیخ الاساتذہ مولانا حافظ محمد گوندلوی گوجرانوالہ

۱۳۶۔ مولانا محمد عبداللہ مدفون استی خانپور

فہرست مضامین

کتاب الایمان والعقائد

سوال ۔ بعض علما کہتے ہیں کہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، حضور کے روضے پر پڑھنا جائز ہے اور یہی سنت ہے۔

جواب ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر اس طرح درود پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قبر میں تمام مسلمانوں سے بھی خطاب کر کے سلام کہتے ہیں، السلام علیکم یا اہل القبور، ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر اس طرح درود پڑھتا ہو تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر اس ارادے سے پڑھتا ہو کہ فرشتہ میرے اس درود کو اسی طرح پہنچا دے گا تو پھر اس طرح درود جائز ہے مگر غائبانہ صلوٰۃ ہو۔ اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲

سوال۔ حنفی علمائے کرام اور ان کے حلقہ کے لوگ جمعرات کے دن، رات کے وقت گھیرا باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور بتیاں گل کر دیتے ہیں، مرشد صاحب کلمے کا ذکر شروع کرتے ہیں، جب پورا ہو جاتا ہے تو پھر تسبیح زمین پر مارتا ہے اور یہ سلسلہ ۱۵ منٹ تک جاری رہتا ہے، کیا اس کا کتاب و سنت میں کوئی ثبوت ہے۔

جواب۔ سوال میں ذکر کردہ خاص کیفیت کے ساتھ کلمہ کا ورد سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی سنت سمجھ کر اس طرح ورد کرتا ہے تو یہ ناجائز اور بدعت ہے اور اگر کوئی شخص اس فعل کو سنت یا دین سمجھ کر نہیں کرتا تو پھر یہ ایک فضول شغل ہے اس کو چھوڑ کر اس طریقہ سے درود و وظائف کرنا چاہیے کہ جس طرح سنت سے ثابت ہے تا کہ خدا سے اجر کا مستحق ہو جائے۔ اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۲ فی نمبر ۱۲

سوال ۔ علماکرام مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق از روئے، شریعت کیا فرماتے ہیں۔

(۱) شریعت محمدیہ میں پیر و مرشد بنانا کیسا ہے؟

(۲) اپنے آپ کو کسی پیر کا مرید کہلوانا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳) پیر کی بیعت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

(۴) بعض مسجدوں میں کچھ لوگ جمع ہو کر مغرب کی نماز کے بعد سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سو دفعہ صرف الا اللہ اور سو دفعہ اللہ اور سو دفعہ ہو کا ورد پڑھتے ہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش ہو کر مراقبہ پیر کا تصور کرتے ہیں کیا

شریعت میں ایسی صورت جائز ہے۔؟

(۵) ایسی مسجد میں جس کا نقشہ حسب ذیل ہے نماز جائز ہے یا نہیں؟

قبریں قبریں مغرب قبریں قبریں

جہاں لکیر ہے یہ سب چھوٹے دروازے ہیں مسجد		

(۶) بعض لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اکٹھے ہو کر کسی پیر کے گھر جا کر اس کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں جب وہ نکلتا ہے تو تکبیریں کہنے لگ جاتے ہیں۔

اور اس کے آباؤ اجداد کی تعریف میں مدحیہ قصیدے پڑھتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ کی تعریف میں شعر پڑھتے ہیں۔ اس کے پیچھے پیچھے مسجد تک چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ صورت شریعت محمدیہ میں جائز ہے یا نہیں؟

(۷) مذکورہ بالا مسجد کے دائیں طرف حجرہ میں قبروں کے گرداگرد دیوار بنی ہوئی ہے۔ کہیں سے دس فٹ اونچی ہے۔ کہیں سے پندرہ فٹ اونچی کیا یہ دیوار قبوروں کی حفاظت کے لیئے جائز ہے یا نہیں؟

(۸) مذکورہ بالا مسجد کے حجرہ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد امام و مقتدی داخل ہو جاتے ہیں اور قبروں پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔ کیا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

(۹) ایک پیر نے کہا کہ میرے آباؤ اجداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے چلے آئے ہیں یہ کیا ہے؟

(۱۰) ایک پیر کبھی کبھی اپنے مریدوں میں جاتا ہے۔

اور۔ اپنا ضروری حق جتا کر ان سے روپیہ وغیرہ وصول کرتا ہے اور مریدوں کے دل میں یہ بات اعتقادی ہے کہ ان کے مال میں پیر صاحب کا حق ہے۔ اس لیئے وہ لوگ اپنے اوپر ضروری جان کر پیر صاحب کو اپنے مال دیتے ہیں۔ آیا یہ صورت شریعت میں جائز ہے باوجود حاجت مند نہ ہونے کے پیر صاحب لوگوں سے ان کا مال لیں؟

جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ط وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

(۱) پیر و مرشد کی دو غرضیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ سیدھا راستہ بتائے۔ گمراہی سے بچائے دوسری یہ کہ شفاعت کرے۔ قیامت کے دن بخشوائے۔ سو ان دونوں غرضوں کے لیئے آج کل کے مروجہ

پیر ومرشد کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ پہلی غرض کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
تَرَکْتُ فِیکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ (مشکوٰۃ)
یعنی میں نے تم میں دو امر چھوڑے ہیں جب تک ان دونوں کو تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے
جو شخص پڑھا ہوا ہو وہ دیکھ کر عمل کرے۔ جو ناواقف ہو، وہ جس عالم سے ہو سکے پوچھ کر عمل کرے
جیسے سلف کے زمانہ میں دستور تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لو۔

دوسری غرض کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اتانی آت من عند ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنۃ وبین الشفاعۃ فاخترت الشفاعۃ وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئا (رواہ الترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ)

میرے پاس خدا کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ مجھے اختیار دیا کہ تیری نصف امت جنت میں داخل کی جائے یا تو شفاعت کرے میں نے شفاعت اختیار کی شفاعت ہر شخص کو پہنچے گی جو اس حال میں مرگیا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توحید والوں کی شفاعت کریں گے۔ پھر اس غرض سے پیر ومرشد کی کیا ضرورت ہے۔

ایک اور حدیث ہے:۔

یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ پہلے انبیاء پھر علماء، پھر شہداء ان کے علاوہ بعض اوروں کا بھی ذکر ہے۔ لیکن مروجہ پیر ومرشد کا کہیں ذکر نہیں۔

پھر سفارش کا ذمہ دار وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جس کو اپنے خاتمہ کا علم ہو۔ اور یہ نبی کو ہو سکتا ہے۔ یا جس کی بابت نبی کی شہادت ہو۔ دوسرے کو کیا پتہ ہے۔ کہ میرا خاتمہ کیسا ہوگا بڑے بڑے بزرگ اسی خطرہ میں رہے کہ خدا جانے خاتمہ کس حال پر ہوگا۔ بلکہ جن کو جنت کی خوشخبری ملی۔ ان کی کمریں بھی اس خوف سے ٹیڑھی ہو گئیں۔ حضرت عمر اپنی دعا میں روتے ہوئے کہا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَ عَلَیَّ شِقْوَۃً اَوْ ذَنْبًا فَامْحُہٗ فَاِنَّکَ تَمْحُوْ مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَکَ اُمُّ الْکِتَابِ فَاجْعَلْہُ سَعَادَۃً وَّمَغْفِرَۃً۔ (ابن کثیر جلد نمبر ۲)

اے اللہ اگر تو نے مجھ پر بدبختی لکھی ہے یا گناہ لکھا ہے تو اس کو مٹا دے۔ کیوں کہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور تیرے نزدیک ہے ماں کتابوں کی بس اس بدبختی کو نیک بختی کر دے اور گناہ بخش دے۔

عبداللہ بن مسعود بھی یہی دعا مانگا کرتے تھے۔ بلکہ خاتمہ تو آیندہ کی چیز ہے صحابہؓ تو اپنی موجودہ حالت پر بھی اطمینان نہیں رکھتے تھے۔ بخاری کتاب الایمان میں ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ میں تیس صحابہؓ کو ملا ہوں سب اپنی جان پر نفاق سے ڈرتے تھے جب ان بڑے بڑے بزرگوں کی یہ حالت تھی تو اور کون ایسا پیر و مرشد ہے۔ جو شفاعت وغیرہ کی ذمہ داری لے سکے۔ یہ بالکل واہی خیال ہے۔ بلکہ ایک طرح کی دوکانداری ہے۔ خدا اس سے بچائے اور طریق سلف پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

(۲) جب اس طرح کا پیر پکڑنا شریعت سے ثابت نہ ہوا چنانچہ نمبر اول میں تفصیل ہو چکی ہے تو نسبت لگانی کیسے درست ہو گی۔ مذہبی نسبت تو ایک ہی پیر و مرشد کی طرف کرنی چاہیئے۔ جو سب کا پیر و مرشد ہے۔ یعنی امام اعظم نبی اکرم محمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدیث کی طرف یا سلف کی طرف نسبت کرے۔ جن کی اتباع ہم پر واجب ہے۔ مثلاً اہل سنت یا اہل حدیث یا سلفی کہلائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ نے ناجی فرقے کی علامت یہی فرمائی ہے۔ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ ما انا علیہ حدیث ہوئی۔ اور اصحابی سے مراد طریق سلف ہوا۔ سوا انہی دو سے اپنی نسبت اور تعلق پیدا کرنا مناسب ہے۔

(۳) پیری مریدی کی بیعت کا کوئی تسلی بخش مسئلہ نہیں۔ کیوں کہ خیر قرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۴) اس قسم کے اذکار قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ نہ خیر قرون میں کسی نے کیے نہ امامان دین نے بتلائے رسول خدا ...

کام جاری کریگا۔ وہ مردود ہے۔

اب جو صورت سوال میں ذکر ہے اس میں بھی کئی باتیں زیادہ کی گئی ہیں۔ ایک وقت مغرب ہا عشاء کے لیئے اپنی طرف سے مقرر کرنا پھر سو کی تعداد پھر کلمہ کی تقسیم پہلے لاالہ پھر الا اللہ پھر اللہ پھر ہو۔ پھر چپ رہنا اور مراقبہ میں شیخ کا تصور کرنا یہ کتنی باتیں اپنی طرف سے ملائی ہیں جن کا شریعت میں نام ونشان نہیں۔ تو کیا ان لوگوں کے سوء خاتمہ کا ڈر نہیں۔

خاص کر تصور شیخ تو ایک طرح کا شرک ہے کیوں کہ مشکوٰۃ کے شروع میں حدیث ہے: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر تجھے یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو کم سے کم تیرے دل میں یہ تو ضرور ہونا چاہیئے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔

جو تصور شیخ کرتے ہیں۔ وہ عبادت غیر اللہ کی صورت دل میں بٹھاتے ہیں۔ اور اس کی مشق اور ریاضت کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ خدا کی جگہ دوسرے کو دینی یہی شرک ہے۔ اگر صفائی مقصود ہے تو بدعت طریق سے صفائی درحقیقت صفائی نہیں بلکہ ظلمت ہے خدا اس سے بچائے۔ آمین۔

۵۔ عن ابی مرثد الغنوی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیہا رواہ الجماعۃ الا البخاری وابن ماجہ (منتقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو۔ نہ ان پر بیٹھو۔

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام رواہ الخمسۃ الا النسائی۔ (منتقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔

عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا من صلوٰتکم فی بیوتکم ولا تتخذوھا قبوراً رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ (منتقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نماز گھروں میں پڑھو اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔

عن عائشۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ

الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد (متفق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بیماری میں فرمایا۔ اللہ یہود و نصاری کو لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مساجد بنایا۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطان ینفر من البیت الذی یقرأ فیه سورة البقرة۔ (رواه مسلم۔ مشکوۃ کتاب فضائل القرآن)

اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔

پہلی حدیث میں قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ سوال میں جس مسجد کا ذکر ہے۔ اگر اس کے سامنے کے سارے دروازے کھلے ہوں تو نماز قطعاً حرام ہے۔ کیوں کہ قبریں سامنے ہیں اگر دروازے بند ہوں تو بھی ٹھیک نہیں دروازوں کا قبلہ رخ ہونا شبہ ڈالتا ہے۔ کہ یہ مسجد قبرستان کے متعلق ہے۔ کیوں کہ دروازے قبروں کی خاطر رکھے ہیں۔ ایسی مسجد میں نماز ٹھیک نہیں کیوں کہ چوتھی حدیث میں قبروں کو مسجد بنانے پر لعنت کی ہے دوسری حدیث میں قبرستان میں نماز سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کے دائیں بائیں قبروں کا ہونا یہ بھی اس بات کی تائید ہے۔ کہ یہ مسجد قبرستان کا حصہ ہے۔ اگر بالفرض مسجد پہلے ہو اور قبریں پیچھے بنی ہوں۔ تو بھی۔ کچھ خلل آگیا۔ کیوں کہ تیسری اور پانچویں حدیث میں گھروں کو قبریں بنانے سے نہی کی ہے۔ اور گھر میں قبر کی یہی صورت ہوتی ہے۔ کہ گھر کی حدود اور صحن وغیرہ میں بنادی جائے۔ دائیں طرف قبر اسی قسم کی معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسری قبروں کا حال بھی مشتبہ ہے۔ اس لیے ایسی مسجد میں نماز سے احتیاط کرنا چاہیے۔ اگر قبریں یہاں سے ہٹا دی جائیں۔ اور ہڈیاں دوسری جگہ دفن کی جائیں۔ تو پھر نماز میں کوئی کھٹکا نہیں۔ لیکن قبریں اس وقت ہٹائی جا سکتی ہیں۔ جب مسجد پہلے ہو۔ کیوں کہ اس صورت میں یہ قبریں خلاف شرع ہوں گی جن کا ہٹانا ضروری ہوگا۔ ورنہ مسجد کو یہاں سے ہٹانا چاہیے ہاں اگر مشرکوں کی قبریں ہوں۔ تو ہر صورت میں ہٹائی جا سکتی ہیں۔ مسجد نبوی اسی طرح بنی تھی۔ ہاں اگر قبریں حدود سے بالکل الگ ہوں اور مسجد قبرستان

کے سجھتے ہیں نہ ہو تو پھر ہٹانے کی ضرورت نہیں۔ مگر قبروں اور مسجد کے درمیان دیوار بنا دینی چاہیے۔ تاکہ کسی وقت اتفاقیہ مسجد کا کوئی دروازہ کھلا رہ جائے تو نظر نہ پڑے۔

اس مسئلہ کی کچھ تفصیل سوال نمبر ۶ کے جواب میں دیکھئے۔

(۶) منہ پر تعریف منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو۔ (مشکوٰۃ ص۴۱۲) اکثر پیروں کی مجالس میں ان کے سامنے مدحیہ قصائد مبالغہ آمیز پڑھے جاتے ہیں وہ بجائے منع کرنے کے خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر کو دیکھا گیا ہے وہ انعام دیتے ہیں۔ سو یہ سب حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہاں نبی کی تعریف منہ پر درست ہے۔ جس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کو فخر نہیں آسکتا۔ اللہ ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ نبی کی نبوت ایمان اور کفر کی کسوٹی ہے۔ اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس لئے نبی نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے۔ پس جب اس کو اپنے منہ سے نبوت کے دعویٰ کا حکم ہوا۔ جو بڑی عالی مقام ہے تو دوسروں کی مدح معمولی بات ہے کسی اور کا یہ مقام نہیں اس لیے خلفا اور بزرگان دین کے سامنے ایسا کام کبھی نہیں ہوا۔

پھر اس طرح گھر سے نکلنا اور اپنی تعظیم کرانا یہ بھی خلاف شرع ہے۔ اور تواضع کے منافی ہے رسول اللہ علیہ وسلم کی بابت حدیث میں آیا ہے۔ ولا یطاء عقبہ رجلان (مشکوٰۃ ص۲۵۸) آپ کی ایڑی کو دو آدمی نہیں لتاڑتے تھے۔ یعنی جیسے دنیاداروں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ ان کے پیچھے خادم ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہ تھے۔ بلکہ آپ کی آمد و رفت گھر میں سادی تھی۔

عن طارق قال خرج عمر الی الشام ومعنا ابوعبیدۃ فاتوا علی مخاضۃ وعمر علی ناقۃ لہ فنزل وخلع خفیہ فوضعہما علی عاتقہ فخاض فقال ابوعبیدۃ یا امیر المؤمنین انت تفعل ھذا ما یسرنی ان اھل البلد استشرفوك فقال اوہ ولو قال ذالك غیرك یا ابا عبیدۃ جعلتہ نکالا لامۃ محمد انا کنا اذل قوم فاعزنا بالاسلام فمہما نطلب العز بغیر ما اعزنا اللہ بہ اذلنا اللہ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطہما (

ترغیب ترہیب منذری ص۴۲)

حضرت عمرؓ ملک شام کی طرف نکلے ابوعبیدہؓ بھی ساتھ تھے۔ رستہ میں چھوٹا چھوٹا پانی آیا۔

حضرت عمرؓ اونٹنی پر تھے۔ اونٹنی سے اتر کر جوتا اتار کر کندھے پر رکھ لیا۔ اور اونٹنی کی مہار ہاتھ میں پکڑ لی۔ ابو عبیدہؓ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ ایسا کرتے ہیں۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ کہ اہل شہر آپ کو اس حالت میں دیکھیں۔ فرمایا افسوس! اے ابو عبیدہ اگر کوئی اور ایسی بات کہتا تو میں اس کو تنبیہ کر کے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عبرت بنا دیتا۔ ہم بہت ذلیل قوم تھے۔ اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ سے عزت دی۔ پس جب اسلام کے علاوہ کسی اور شے میں ہم عزت ڈھونڈیں گے۔ تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آج کل پیر جس طرح سے اپنی عزت کراتے ہیں۔ یہ در حقیقت عزت نہیں بلکہ دو جہاں کی ذلت ہے۔ اور اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اعاذنا اللہ منه۔

(۷) جب گھروں میں قبریں بنانی جائز نہ ہوئیں تو ان کی حفاظت کیسے ہو گی۔ بلکہ یہ منکر کام ہے۔ اس کو بدلنا چاہیے۔ حدیث میں ہے۔

یعنی جو شخص کوئی منکر کام دیکھے اس کو حتی الوسع بدل دے پس یہ قبریں اگر مسلمانوں کی ہیں تو ان کی ہڈیاں نکال کر کسی اور جگہ دفن کی جائیں۔ اگر مشرکوں کی ہیں۔ تو ویسے صاف کر دی جائیں۔ ہاں اگر مسجد بعد بنی ہو۔ اور قبریں مسلمانوں کی ہوں۔ تو مسجد کو یہاں سے ہٹا دینا چاہیے۔

اور قبروں کے اوپر کی بنا گرا دینی چاہیے۔ تاکہ یہ قبریں عام قبرستان کی طرح بن جائیں۔ بلکہ اگر پختہ ہوں تو سرے سے مسمار کر دی جائیں جیسے حضرت علیؓ کی حدیث الاسوبتہ (مشکوۃ) سے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ کم سے کم سنت کے مطابق کچی کر دی جائیں۔ کیوں کہ حدیث میں ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیہا وان توطا (رواہ الترمذی۔ مشکوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے سے نہی کی ہے نیز اس پر لکھنے اور اس کو روندنے سے نہی کی ہے۔

(۸) ان قبروں کی زیارت کے لیے جانا اس وقت مسنون ہے۔ جب قبریں سنت کے مطابق ہوں ورنہ منکر امر کے قیام کے اسباب پیدا کرنا اور ہمیشہ ہر جمعہ کو اجتماعی حالت میں ان کی

زیارت کرنا جس سے عوام کے دل میں ان قبروں کی اچھی حالت پر ہونے کا جذبہ پیدا ہو یہ ٹھیک نہیں۔

(۹) اس قسم کا دیکھنا بیداری میں تو کہیں رہا۔ خواب میں بھی خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ خیر القرون میں اور بعد میں بہتیرے بزرگ گزرے ہیں۔ مگر کبھی کسی کو مقرر طور پر ہمیشہ اس طرح خواب نہیں آیا۔ یہاں تک کہ موروثی ہو گیا ہو۔ بلکہ بغیر موروثی ہونے کے بھی اس طرح نہیں آیا۔ ہاں لوگوں کے حیلے اور عملیات ایسے ہو سکتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۲ ص۲۵۳ میں ایک لمبی حدیث ذکر کی گئی ہے۔

ہشام بن عاص اموی کہتے ہیں۔ کہ میں اور ایک شخص ابوبکر کی طرف سے ان کی خلافت کے دنوں میں ہرقل بادشاہ روم کے پاس قاصد ہو کر گئے۔ تو اس دربار میں زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر نکلا یہ کلمہ نکلتے ہی وہ محل اس طرح ہلنے لگا۔ جیسے آندھی سے درخت ہلتا ہے۔ دو دفعہ اسی طرح ہوا۔ ہرقل نے کہا اپنے گھروں میں جب تم یہ کلمہ پڑھتے ہو ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے۔ کہا نہیں۔ کہنے لگا۔ اگر تمہارے میں ہمیشہ ایسا ہوتا تو میں اپنا نصف ملک خوشی میں، لٹا دیتا ہم نے کہا کیوں؟ کہا اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا اثر نہ ہوتا بلکہ لوگوں کے حیلوں اور عملیات کی قسم کا ہوتا جس کا مجھے کوئی خطرہ نہ تھا،

دیکھئے اہل کتاب بھی اس بات سے واقف تھے۔ کہ جو باتیں خدا کی طرف سے بندے کی بزرگی اور کرامت کے اظہار کے لیئے ہوتی ہیں۔ وہ اتفاقی ہوتی ہیں۔ چنانچہ صحابہ وغیرہ کے حالات سے ظاہر ہے۔ موروثی طور پر خواب کا چلتے آنا یہ عملیات کی قسم سے ہے۔ پھر اعتبار نہیں۔ کہ فلاں پیر سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ اگر سچ کہتا ہے۔ تو اس کو کیا پتہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہے۔ یا کسی اور کی بہر صورت یہ کوئی بزرگی کی علامت نہیں ہے۔

(۱۰) قرآن و حدیث میں کہیں نہیں آیا۔ کہ پیروں کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ بلکہ زکوٰۃ جو سالہا سال مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے وہ اہل بیت پر حرام ہے۔ یہ ان لوگوں کے گذارے کا ڈھنگ بنایا ہے۔ لوگوں کو جھوٹ مسئلے بتلا کر حرام کھاتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کر دے۔

اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۱۸ ش نمبر ۹

سوال: کیا اسم بدوح اللہ کا نام ہے۔ اس کا وظیفہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

بعض کہتے ہیں یہ سریانی یا عبرانی زبان میں اللہ کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں ابجد ہوز حطی

میں سے ایک ایک حرف چھوڑ کر دوسرا حرف لے کر یہ نام بنا لیا گیا ہے۔

اور یہ نام بکثرت وظائف میں پڑھا جاتا ہے کیا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جہاں تک ہماری تحقیق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نہیں ہے

اگر سریانی یا عبرانی زبان میں ہو بھی تو بھی ہمارے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ ہندو اللہ کو رام کہتے ہیں

مگر ہمارے لیے رام رام جپنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حروف ابجد سے سینکڑوں نام بنائے

جا سکتے ہیں کیا یہ سبھی کا وظیفہ جائز ہو جائے گا۔ لغت میں بدوح کے معنی کھلی زمین اور تبادح

کے معنی باہم مل کر پھینکنا بدوح کے معنی لاٹھی سے مارنے کے ہیں۔

اور ان میں سے کوئی معنی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے موزوں نہیں ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہمارے ہاں اسماء الحسنہ کی حیثیت سے موجود ہیں

تو ہم انہیں چھوڑ کر بے معنی سے نام کا وظیفہ کیوں کریں۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ۔ جلد نمبر ۷۔ شمارہ نمبر ۴۷ سنہ ۱۹۵۴

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء اہلحدیث اس مسئلہ میں کہ جو شخص یہ کہے کہ اسلام اور خالص اونچی

ہوئی توحید یہ ہے کہ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کہا جائے اور اس کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو

ملانا جائز نہیں اور وہ لوگوں کو بھی یہی تعلیم دے کہ تم بھی ایسے مسلمان ہو جاؤ یعنی صرف لَا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ ہی کہو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو ساتھ مت ملاؤ اور وہ شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کی معاذ اللہ توہین کرے اور قبروں کی زیارت سے منع کرے اور پھر یہ دعویٰ کرے کہ میں موحد

اہلحدیث ہوں کیا ایسا شخص موحد اہلحدیث ہے اور کیا اہلحدیث کا یہی مذہب ہے۔ بینوا

توجروا۔ عبد اللہ دہلوی

جواب:۔ ہم نہیں جانتے کہ اہلحدیث تو اہلحدیث اہل اسلام میں کوئی فرقہ بھی ایسا ہو جو اس قسم کی بات

کہے یا اعتقاد رکھے العیاذ باللہ سوال کا جواب یہ ہی کہ شخص مذکور فی السوال یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کہنے سے انکار کرنیوالا اور رہٹ کرنیوالا اور اوروں کو بھی ایسی تعلیم دینے والا اور رسول صلے

اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالا ملحد زندیق ہے بے ایمان ہے اسلام سے اس کو کوئی واسطہ نہیں

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپکی تعظیم اور توقیر اور ادب کرنا فرض ہی اور انکار فرض صریح کفر ہے اور توہین رسولؐ علامت تکذیب رسولؐ ہی تکذیب رسولؐ ہی صریح کفر ہے لہذا شخص مذکور راشد کافر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (سورۃ حدید) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وایضًا قال اللہ تعالیٰ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ الآیۃ (سورۃ فتح) حاصل یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور آپکی تعظیم اور توقیر اور ادب کرو جو تم پر فرض ہے ادب بھی کیسا کہ بلند آواز کر کے آپ کے سامنے بولنے میں بھی شوخی سے سارے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں فرمایا اللہ تعالےٰ نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ حجرات) بخاری و مسلم وغیرہ صحاح کی حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِرْتُ ان اقاتل الناس حتی یشہدوا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ

ایک اور حدیث بخاری مسلم کی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بُنِیَ الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الحدیث۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور ایمان کی تفسیر شہادۃ الوہیت کے ساتھ شہادۃ رسالت کو ملا کر فرمائی ہے وفد عبد القیس کو فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ شَہَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ الحدیث صحیح مسلم کی حدیث جبرئیل میں ہے یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام اَنْ تَشْہَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ الحدیث اور شہادۃ سے کلام کی ایک قسم کی تاکید ہوتی ہی نہ تخالف کما لا یخفی علی الماہر اور علاوہ شہادۃ کے بھی کلمہ توحید ثابت ہی کما سیاتی اور اصل تو یہ قرآن مجید کی دو آیتوں میں ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سورہ محمد کی ایک آیت میں ہی اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سورہ فتح کی آیت میں ہی اور اسلام میں ہر مکلف پر ہر روز پانچوں نمازوں کے تشہد میں ذکر الوہیت کے ساتھ اقرار رسالت بھی لازمی ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ متفق علیہ وفی لفظ لمسلم اَشْہَدُ ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ ۔ اور نیز پانچوں وقت ہر روز اذان میں شہادۃ رسالت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد اَنَّ محمدًا رَّسول اللہ۔

اسلامی شعار ... گویا ... لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ... مسلم ہی کہتے ہیں ... بھی

وہ صرف اتنا کہنے سے مسلمان ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مجموعاً ہیں

الفاظ بھی ثابت ہی آیۃ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا کی شان نزول میں مختلف

طریقوں سے چند روایتیں ابن عباسؓ وغیرہ سے عبد بن حمید بغوی ثعلبی وغیرہ نے روایت کی

ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ صحابہؓ کی جماعت کو سفر جنگ میں ایک شخص دیکھ کر کہنے لگا۔ لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ السلام علیکم صحابہؓ نے خیال کیا کہ یہ شخص خوف سے کہہ رہا ہے قتل کر دیا

اسپر یہ آیۃ نازل ہوئی حاصل یہ کہ جب اُسنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر السلام علیکم

کہا تو وہ مسلمان ہی ایسے شخص کو یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں وہ مسلمان ہی دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری

مطبوعہ انصاری دہلی پارہ ۱۸ صفحہ ۱۶۲ تفسیر ابن جریر طبری جلد ۴ صفحہ ۱۳۱ تفسیر درمنثور ج صفحہ تفسیر مظہری جلد ۱

صفحہ ۲۳ نیز فتح الباری پارہ ۱۷ صفحہ ۵۹ غزوہ خیبر میں ہی کہ ابن عدی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ

جھنڈے نبوی پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ انتہی اور قبروں کی زیارت منع

نہیں بلکہ مسنون ہی بحکم حدیث نبوی کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا الحدیث

مستدرک حاکم ابن ماجہ۔ ہاں قبروں پر جو لوگ افعال شرک و بدعت سجدہ ناچ رنگ وغیرہ کرتے

ہیں یہ منع ہیں ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

المرقوم ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ ہجریہ۔ قال بفمہ ورقمہ بقلمہ ابو سعید محمد شرف

الدین (اہلحدیث) عفی عنہ مدرس اول مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلوی۔ مفتی نے

جو کچھ لکھا ہی صحیح ہی جو شخص محمد رسول اللہ نہ کہے اور بسط کرے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہی

صرف لا الٰہ الا اللہ کے تو بہت سے فلسفی وغیرہ غیر مسلم بھی قائل تھے اور اہلحدیث کا تو اکثر

لوگوں سے جھگڑا اسی لیئے ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی پیروی

اپنے اوپر فرض جانو اور ذرا بھی خلاف نہ کرو اور ہر مسلمان کو ضروری ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز جانے ورنہ ہرگز ایمان دار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت انسؓ وغیرہ

کی حدیث میں ہے پھر جس شخص کے دل میں ذرا بھی رسول کی تحقیر ہو وہ کیسے مسلمان ہو سکتا

ہے حاشا وکلا۔ | ابوتراب عبدالوہاب عفی عنہ | مہر مولانا حکیم قاری حافظ ابوتراب عبدالوہاب صاحب

محدث دہلی کوچہ نٹواں متصل گھنٹہ گھر۔

الجواب صحیح۔ ایسے غارتگر دین وایمان کا خدا منہ سیاہ کرے جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلوا کر فرقہ اہلحدیث کو بدنام کرنا چاہے ایسا شخص ہرگز ہرگز اہلحدیث نہیں بلکہ کوئی دجال ہے جو صرف فرقہ اہلحدیث کو بدنام کرنے کے لئے اپنے آپکو اہلحدیث مشہور کرتا ہے۔ ورنہ اہلحدیث کا واللہ باللہ ثم تاللہ یہ مذہب نہیں بلکہ اہلحدیث تو اپنے پیارے پیغمبر احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی محبت ہی کو ایمان سمجھتے ہیں جو شخص کسی قسم کی ظاہری یا باطنی بے ادبی آپ کے ساتھ کرے اس کو یہ فرقہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے اہلحدیث کے دلوں میں تو آپ کی سچی عزت اور واقعی توقیر اسقدر ہے کہ دنیا کے اور لوگوں نے اپنی نسبتیں اور بزرگان دین کی طرف کرلیں مگر اہلحدیث اور صرف اہلحدیث ہی ہیں جنہوں نے آجتک اپنی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی رکھی۔ ہم فرقہ اہلحدیث ایسے ملعون ومطرود کافر واکفر شخص سے برات کرتے ہیں اور کھلم کھلا کہتے ہیں کہ ایسا شخص ہرگز ہرگز ہم میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے کسی فرقہ میں نہیں اسی طرح اہلحدیث قبور کی زیارت کو بھی منع نہیں کرتے بلکہ زیارت قبور ہمارے نزدیک سنت اور ثواب کا کام ہے ہاں افعال شرکیہ وغیرہ کے قطعاً ممنوع ہیں اور یہ صرف اہلحدیث کے نزدیک بلکہ حنفی مذہب میں بھی۔ واللہ اعلم

کتبہ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم واہلحدیث ، مدرس مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ عبدالجبار میرٹھی مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلی

جواب ہذا صحیح درست ہے واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحفیظ برادرزادہ جناب میاں صاحب مرحوم سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی

سید محمد عبدالحفیظ

الجواب صحیح۔ عبدالرحمن عفی عنہ مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم دہلی

جواب مذکور صحیح ہے اہلحدیث کا مذہب ہے کہ کلمہ پورا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے زیارت قبور مسنون ہے ہاں اس پر رسوم شرکیہ ادا کرنا بیشک حرام ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا شرعاً کافر ومرتد ہے۔

واللہ اعلم

محمد یونس قریشی مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم پھاٹک حبش خان دہلی

الجواب صحیح:۔ بیشک دونوں کلموں لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پر ایمان لانا فرض عین ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابو الحسن رالمحدیث اعفی عنہ نبیرہ میاں صاحب مرحوم سید نذیر حسین صاحب سید محمد ابو الحسن

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ واضح ہو کہ اسلام دائر ہے نام ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا۔ جو شخص اس کلام کے ایک جزو کو ترک وانکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا۔ جب کہ کتب احادیث و تفاسیر میں لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ وارد ہے پھر یہ کہنا کہ اسلام لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ملانا ناجائز ہیں یا شرک ہے۔ ایک قول جدید ہے جو سلف سے خلف تک کسی کا قول اہل حق میں سے نہیں ہے لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت پانچوں وقت اذانوں میں دو دو اور چار چار مرتبہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ لا آلہ الا اللہ کی تعلیم محمد رسول اللہ سے ہوئی ہے اس کو ناجائز و شرک کہنا اسی قبیل سے ہوگا۔ جو کہ اللہ تعالےٰ نے اہل کفر کے کفریات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ مطلب یہ ہے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں وہ لوگ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان جدائی و تفریق چاہتے ہیں غرضکہ مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ بطور ذکر و یاد الٰہی کے اگر لا آلہ الا اللہ کا ورد ہو تو امر دیگر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا۔ افضل الذکر لا آلہ الا اللہ اور صوفیہ جہر میں صرف لا آلہ الا اللہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ جماعت محمدیہ اہلحدیث کا یہی اعتقاد و عمل ہے کہ لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائم رکھنے اور بجا آوری میں اسلام و ایمان ہے۔ مسلمانوں میں جس قدر تفرقہ ہوا اسی کی کمی بلیغی سے ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی توہین کرنا اسلام نہیں ہے نہ مسلمان کا یہ فعل ہو سکتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لیئے رحمت عامہ بنا کر بھیجا ہے۔ یہ مختصر۔ آپ کی عزت و فضیلت کے لیئے کافی ہے۔ جب کہ آپ ﷺ کی توہین صرف نہیں آپ کی قوم قریش کی توہین بھی ازروئے احادیث جائز نہیں

اور زیارت قبور امر مسنون و مشروع ہے البتہ عبادت قبور حرام و ممنوع ہے جیسے کہ چڑھاوے چڑھانا۔ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ان سے مرادیں اور دعائیں مانگنا وغیرہ الراقم عبید الرحمٰن کفاہ المنان مولوی عبید الرحمٰن صاحب کی تحریر سے میرا اتفاق ہے ۔عبداللہ مدرس مدرسہ دارالہدیٰ سے دہلی دارالھدیٰ کشن گنج ۔ دہلی

المشتہر محمد عبدالحکیم بن مولانا تلطف حسین صاحب مرحوم دہلی مطبوعہ اشتہار ۱۳۴۸ھ

سوال :۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتا ہے اور ورد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھتا ہے ۔کیا یہ جائز ہے ۔

جواب :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر جاننا شرک ہے ۔اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیئے ۔ یہ عقیدہ کتاب اور سنت ہی کے خلاف نہیں بلکہ احناف کے نزدیک بھی ممنوع ہے ۔ فقہائے احناف نے بھی صاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور یہ کہے کہ میں خدا اور رسول کو گواہ رکھتا ہوں تو وہ نکاح نہیں ہوگا ۔ بلکہ وہ شخص اس عقیدہ کی بنا پر کافر ہوجائیگا ۔ ورد مذکورہ بھی وضعی ہی ہے حدیث کی کسی کتاب میں یہ ورد موجود نہیں ہے ۔ ...

مختصر حالات مولانا عبدالمجید سوہدروی

مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ سوہدرہ قصبہ ہے ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں آپ کی پیدائش سوہدرہ میں ہوئی آپ شیخ الحدیث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرہ آبادی کے نواسے تھے بہت بڑے مقرر اور مصنف تھے اخبار اہلحدیث اور اخبار مسلمان کے آڈیٹر بھی تھے

باب النور

سوال: بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور اس لحاظ سے آپ بشر نہیں ہو سکتے اور یہ لوگ ایک حدیث حضرت جابرؓ کی پیش کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اور اس کا مفہوم یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے ہیں؟ اور اسی لیے آپ کو بشر کہنا کفر یا گناہ ہے۔

جواب: اَقُولُ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور علیٰ نور بلکہ منبع انوار و برکات ہیں دنیا کفر و شرک کی ظلمتوں اور جہالت کی تاریکیوں میں مبتلا تھی لیکن رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور ہوا۔ خود قرآن کریم نے آپ کے اس وصف کو اس طرح پیش فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا - (احزاب ع ۶)

اے نبی! ہم نے تجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس شان کا رسول کہ قیامت میں اپنی امت کے شاہد اس دنیا میں اہل صلاح و تقویٰ کو بشارت دینے والے غافلوں اور سرکشوں کو ڈرانے والے اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والے اور روشن چراغ۔ آپ کا وصف سِرَاجًا مُّنِیْرًا غالباً اسی معنیٰ میں ہے جو سورہ نوح میں فرمایا۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔

یعنی اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا کہ اس سے دوسرے نورانی کرے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح آپ آفتاب نبوت ہیں آپ سے رشد و ہدایت کی روشنی سب حاصل کرتے ہیں اور آپ کے آفتاب نبوت کے طلوع کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور آپ کی ادعیہ مبارکہ میں ہے کہ جب آپ تہجد کی نماز سے

فارغ ہو کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا۔ (صحیحین)

یا اللہ: میرے دل کو سراپا نور کر میری آنکھوں میرے کانوں کو نورانی کر میرے دائیں بائیں اور پیچھے نور ہو اور مجھے نور عظیم عطا فرما۔

بعض روایات میں اس دعا کے آخری حصہ میں وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا (یا اللہ مجھے سراپا نور کر دے) کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

اور آپ کے نور سے مستفیض ہونے والوں کے لیے بھی قرآن کریم میں نور کی بشارت ہے۔ فرمایا۔ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمَاتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا۔ (الانعام رکوع ۱۴)

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا۔ پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اسے نور عطا کیا جس کی برکت سے وہ (مخالف) لوگوں میں چلتا پھرتا ہے (اور وہ ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے) کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا ہے، جو (ضلالت اور گمراہی) کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہو اور ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا:۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (الزمر ع ۳) بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو۔ اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے (کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے؟)

تو یہ دنیا میں ان کا حال ہے۔ آخرت میں بھی اہل ایمان کو نمایاں نور حاصل ہوگا جیسا کہ فرمایا: یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (التحریم ۲۶)

یعنی نبی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اس دن اللہ تعالےٰ ان کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف روشنی کرتا ہوا چل رہا ہو گا اور وہ خدا سے یہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر کہ اس کی روشنی آخر تک رہے۔

معلوم ہوا کہ نور سے مراد رشد و ہدایت اور ایمان (معرفت ہے) جیسا کہ آیہ کریمہ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ اور وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي الظُّلُمَاتِ سے معلوم ہوتا ہے اور اس لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب رشد و ہدایت ہیں۔ تمام عالم آپؐ کے نور نبوت سے مستنیر ہو رہا ہے۔ آپؐ نور ایمان و معرفت کے منبع اور سرچشمہ ہیں۔ آپؐ کے بغیر کسی بارگاہ سے نور ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔ سب رستے مسدود اور سب دروازے بند ہو چکے ہیں۔ صرف ایک باب محمدی کھلا ہے جس میں داخل ہو کر نور ایمان حاصل ہو سکتا ہے یا ایک نورانی کیفیت جو مومن کے ایمان صادق حسن نیت اور اخلاص کی برکت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس صورت میں قلب منور سے نورانی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو بروشن کرتی ہیں۔ جیسا کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چہروں کو دیکھ کر شام کے عیسائی راہبوں نے کہا کہ ان کے چہرے تو حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں جیسے نورانی ہیں جس کی طرف اشارہ قرآن کریم میں بھی ہے۔ فرمایا:۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ (الفتح ع ۴) یعنی ان کی ایمانی کیفیتوں کے انوار ان کے چہروں سے مشاہدہ کئے جاتے ہیں۔

اور یہی کیفیت اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی علیٰ حسب مراتب ہوتی ہے کہ ان کے باطنی نور کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں نظر آتے ہیں یہ تو اصحاب کرام اور ان کے اتباع کا حال ہے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی کیفیتوں کا کیا کہنا ہے ہماری زبان اس کے بیان سے گنگ اور قلم عاجز و قاصر ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى لَهُ۔

لیکن یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے نہ صرف یہ کہ جہالت ہے۔ بلکہ صریح کفر ہے اس لئے کہ :-

۱۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذات الٰہی کا نور مادہ ہوا آپ کی پیدائش کا۔ گویا آپ ذات الٰہی کے جزو ہیں العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور یہ عقلاً وشرعاً غلط ہے۔ کیونکہ ذات الٰہی کا نور مادی نہیں ہو سکتا اور مجرد من المادہ کے لیے مادیات کا مادہ ہونا ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں اس باطل عقیدہ کی بناپر ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کے اجزاء ہیں اور جو چیز مرکب اجزاء سے ہوگی وہ اپنے وجود کے قیام میں اجزاء کی محتاج ہوگی اور احتیاج حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔ نیز اگر اللہ سبحانہ تعالیٰ وتقدس نے اپنے ذاتی نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ کے وجود کو تیار کیا۔ تو معاذ اللہ! معاذ اللہ!! اللہ جل شانہ کے ذاتی نور کا ایک جزو کم ہو گیا۔ اور کوئی مسلمان بلکہ کوئی بھی انسان جو خدا کو کامل صفات کا مالک سمجھتا ہے ایسی بات نہیں کہہ سکتا

کاش ان لوگوں میں کچھ بھی بصیرت ہوتی اور علم دین کا کچھ بھی حصہ انھیں حاصل ہوتا تو یوں شان باری تعالیٰ میں ایسی گستاخی نہ کرتے۔ انھیں کیا معلوم کہ ذات الٰہی کے نور سے متعلق قرآن کریم اور احادیث میں کیا ارشادات ہیں۔ دیکھیے صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے :

قام فینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بخمس کلمات ... حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطاب وارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے اور پانچ مسائل بیان فرمائے۔ ان میں ایک مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو اٹھادے۔ تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک اللہ جل شانہ کی نگاہ پہنچے سب کو جلا دے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ تمام مخلوق کو محیط ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تمام مخلوق اس کے نور ذات سے جل کر تباہ ہو جائے۔ اور کنز العمال میں بروایت طبرانی کبیر یوں روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر عظمت وجلال کو دیکھا ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے اور ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان ستر حجاب ہیں اور پھر فرمایا ما تسمع نفس من حس تلک الحجب الا زهقت کوئی جان ایسی نہیں جو ان حجابوں کی سرسراہٹ سن سے اور فوراً نہ نکل جائے

موسیٰ علیہ السلام نے جب اشتیاق دیدار کا اظہار کیا تو کیا جواب ملا: چالیس دن کی میعاد پوری ہو چکنے کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب شرف مکالمہ بخشا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام بلاواسطہ کلام حق جل مجدہ سننے سے کچھ اس طرح لذت گیر ہوئے کہ کمال اشتیاق سے دیدار الٰہی کی آرزو کرنے لگے اور بے ساختہ درخواست پیش کر دی جس کا ذکر اس آیت میں ہے: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف ع ۱۷) یعنی جب موسیٰ علیہ السلام (اس واقعہ مذکورہ میں) ہمارے مقررہ وقت پر آئے تھے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تھا (تو شدتِ انبساط سے دیدار کا اشتیاق ہوا) اور عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ ایک نظر آپ کو دیکھ لوں۔ بارگاہ حق جل مجدہ سے ارشاد ہوا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے (کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال الٰہی نہیں لا سکتیں) لیکن تمہاری تشفی کے لیئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ ہم اپنے جمال کی ایک ذرا سی تجلی جھلک اس پر ڈالتے ہیں۔ اگر پہاڑ اس کو برداشت کر سکا، اور اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے پس اس کے رب نے جب تجلی فرمائی تو تجلی انوار نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا۔ بے شک آپ کی ذات پاک ہے (کہ یہ آنکھیں اس کے دیکھنے کی تاب لا سکیں) میں نے رویت جمال الٰہی کی طلب جو بلا اجازت کر دی تھی۔ اس سے توبہ کرتا ہوں اور اِنَّكَ لَن تَرَانِي کا جو ارشاد

ہے سب سے پہلے اس پر یقین کرتا ہوں کیونکہ عین الیقین سے مجھے معلوم ہو گیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے جمال ذاتی کا مشاہدہ اس دنیا میں مادی آنکھوں سے نہیں ہو سکتا۔

نص قرآنی سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں مادی آنکھوں سے انوار ذات الٰہی کا کوئی شخص وہ عظیم المرتبت نبی اللہ ہی کیوں نہ ہو مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ۔ انوار ذات الٰہی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کیسی نادانی کی بات ہے اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ انوار و برکات کے حامل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

نُورٌ اَنّٰی اَرَاہُ وہ ایک نور ہے۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

یہ حضرت ابوذرؓ کی روایت مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں:۔ میں نے حضرت ابوذرؓ سے عرض کیا، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوتا تو ایک سوال کرتا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا، تم کیا سوال کرتے تو اس نے کہا۔

کنت اسالہ ھل رأی ربہ عزوجل میں یہ سوال کرتا کہ کیا حضورؐ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ بھائی میں نے یہ سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ میرے سوال کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا،، وہ ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں،،

اگر آپؐ صرف اس قدر فرما دیتے کہ نہیں میں نے نہیں دیکھا۔ تو سوال کا جواب کافی تھا۔ لیکن آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا۔ وہ ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں،، یعنی ہرگز نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہوں۔ اور مبالغہ سے انکار کی وجہ وہی ہے جو صحیح مسلم میں بروایت ابوموسیٰ اشعری مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو اٹھا دے تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک حق سبحانہ و تعالیٰ کی نگاہ پہنچے، سب کو جلا دے،،

اور امام مالکؒ کے الفاظ ہیں: لم یر سبحانہ فی الدنیا لانہ باق والباقی

لایری بالفانی فاذا کان فی الآخرۃ رزقوا ابصارا باقیۃ رأوا الباقی بالباقی ۔ (فتح الباری ص ج ۲۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دنیا میں اس لئے نہیں دیکھا جا سکتا کہ ذات پاک باقی رہنے والی ہے اور فانی چیز باقی کو نہیں دیکھ سکتی۔ آخرت میں اہل ایمان کو باقی رہنے والی آنکھیں عطا ہوں گی۔ تب باقی رہنے والی آنکھ باقی رہنے والی ذات کو دیکھ سکے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیحین میں مروی ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت جمال ذات الٰہی حاصل ہوئی؟ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

لقد تکلمت بشئی قف لہ شعری مما قلت این انت من ثلاث من حدثک فقد کذب من حدثک ان محمدا رأی ربہ فقد کذب، ثم قرأت "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب و من حدثک انہ یعلم ما فی غد فقد کذب، ثم قرأت "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا" ومن حدثک انہ کتم شیئا فقد کذب، ثم قرأت "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ" ولکنہ رأی جبریل فی صورتہ مرتین ۔

تو نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ اس سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں بس لو یہ تین باتیں ہیں جو کوئی تجھ سے یہ کہے تو سمجھ لو کہ اس نے جھوٹ کہا پہلی بات یہ ہے، جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کی آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کا ادراک کر سکے اور وہ سب نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے وہ لطیف وخبردار ہے۔ دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر اس صورت میں کہ اس کے قلب پر القا کرے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے دوسری بات یہ ہے کہ تم سے اگر کوئی یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لو

اس نے جھوٹ کہا۔ اور آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور تیسری بات یہ کہ تم سے جو شخص یہ کہے کہ آپ نے وحی الٰہی میں سے کچھ باتیں چھپالی ہیں تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ اے رسول جو وحی آپ کے پاس پہنچی ہے اسے پہنچا دیے" لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دوبار دیکھا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ مثلاً ابن عباسؓ اور کعب احبارؓ سے مروی ہے کہ وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی رویت کا شرف حاصل ہے لیکن وہ بھی ان آنکھوں سے دیکھنے کے قائل نہ تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ان کے شاگرد عطاء سے مروی ہے۔

عن ابن عباس قال رآہ بقلبہ (مسلم ج ۱) یعنی ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رویت بصری نہیں بلکہ رویت قلبی حاصل ہوئی تھی۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ابن مردویہ کی روایت انہی الفاظ میں نقل کی ہے۔

عن ابن عباس قال لم یرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ انما رآہ بقلبہ یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے ذات الٰہی کو نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ رویت آپ کو حاصل تھی وہ رویت قلبی تھی۔ جامع ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عکرمہؓ کا ایک مکالمہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ اس سے حضرت عباسؓ کے فتوے کی حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال رأی محمد ربہ قلت الیس اللہ یقول لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ قال ویحک ذاک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ وقد رأی ربہ مرتین یعنی حضرت ابن عباسؓ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو عکرمہؓ کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ تو اس صورت میں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے

نور ذاتی سے تجلی فرمائے۔ اس سے حضرت ابن عباسؓ کا بھی منشاء ہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ذاتی کا مشاہدہ نہیں ہوا اور جو مشاہدہ ہوا ہے وہ مشاہدہ قلبی ہوا ہے اور وہ دو دفعہ ہوا ہے جیسا کہ صحیح مسلم بروایت ابو العالیہ ہے۔

قال رأٰہ بفؤادہ مرتین (ص۹۸ ج ۱) حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ مشاہدہ قلبی ہوا اور دو دفعہ ہوا اور نسائی میں حضرت ابو ذرؓ سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے۔

عن ابی ذر قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربہ بقلبہ ولم یرہ ببصرہ ک۔ اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ نے اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اختلاف کے بارے میں جو تطبیق بیان کی ہے وہ درست نظر آتی ہے۔

فیمکن الجمع بین اثبات ابن عباس ونفی عائشۃ بان یحمل نفیہا علی رؤیۃ البصر واثباتہ علی رؤیۃ القلب (فتح الباری ص۴۹۳ ج ۸) یعنی حضرت عائشہؓ رویت بصری کی قائل نہیں اور حضرت ابن عباسؓ رویت قلبی کے قائل ہیں اس لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں۔ بہر حال صحابہ کرام اس بارے میں سب متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال ذات الٰہی کی رویت بصری حاصل نہیں ہوئی اور وجہ اس کی وہی ہے جو احادیث میں بیان کی گئی ہے ایک تو حدیث نورٌ اَنّٰی اراہ اور دوسری حدیث حجابہ النور لوکشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما انتہی الیہ بصرہ جمال ذات الٰہی کے مشاہدہ بصری کا ذکر ضمناً آگیا ورنہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ نور محمدی کو اللہ نے اپنے ذاتی نور میں سے پیدا کیا ایک ایسی جہالت ہے جو ذات الٰہی کے تقدس وتنزیہہ کے خلاف بلکہ اسلام کے اصل اصول توحید کے خلاف اور نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کے قریب ہے۔ نصاریٰ بھی یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اس لحاظ سے کہ حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ بشر تھے اور بشری اوصاف کے حامل تھے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ روح اللہ ہیں وہ خداوندی صفات کے مالک ہیں، مردوں کو زندہ کرتے اندھوں کو بینائی بخشتے کوڑھیوں اور برص کے مریضوں کو صحت بخشتے وغیرہ وغیرہ اور اس طرح لاہوت وناسوت کے مجموعہ ہیں اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا لاتطروفی

کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ بن مریم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ میرے حق میں اس طرح غلو نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ میں صرف بندہ ہوں بس میرے حق میں یہ کہو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے اس عقیدہ کے خلاف کس قدر زوردار اور بلیغ پیرایہ میں فرمایا۔

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا۔ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ٥ (مریم۔ ۹۶)

یعنی تم ایسی بڑی بات زبان پر لائے ہو کہ اس کی وجہ سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے خدا کے لئے بیٹا تجویز کیا اور خدا کے یہ شایان شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے کیونکہ جتنے بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب خدا کے روبرو محکوم ہو کر حاضر ہوتے ہیں اللہ نے سب کو اپنے احاطہ قدرت میں کر رکھا ہے اور اپنے علم سے سب کا شمار کر رکھا ہے (یہ صورت حال تو دنیا میں ہے) اور قیامت کے دن سب کے سب اللہ کے سامنے تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔ یعنی اللہ کے صفات میں حاکمیت اعلیٰ، عموم قدرت اور عموم علم۔ اور تمام مخلوقات کی صفات سمیت انبیاء کرام کے انقیاد فرمانبرداری احتیاج محکومیت اور بندگی ہے۔ پھر کسی شخص میں بشریت اور الوہیت کے دونوں صفات کیسے جمع ہو سکتے ہیں یہ تو اجتماع ضدین ہو گا اور اجتماع ضدین محال ہے

سوال میں جس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث کا ایک فقرہ ہے۔ پوری حدیث قسطلانی ؒ نے کتاب المواہب اللدنیتہ میں ذکر کی ہے قسطلانی ؒ نے ذکر کی ہے نہ حضرت شارح زرقانی نے اس کی سند بیان کی ہے۔ اس لئے اصول محدثین کے مطابق جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو اس کی صحت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا اور جب تک حدیث صحیح سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اس پر کوئی عقیدہ مبنی نہیں ہو سکتا اب رہا اس حدیث کا متن اسے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس حد تک دوسری صحیح

احادیث سے مطابقت رکھتا ہے نیز سوال میں اس حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے یا اس حدیث کی بناء پر جو عقیدہ قائم کیا گیا ہے وہ کس حد تک صحیح ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عن جابر بن عبد اللہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئی خلقہ اللہ قبل الاشیاء۔ قال یا جابر ان اللہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس، فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخلق عن جزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم ذلک الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملئکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول سموات ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنین ومن الثانی نور قلوبھم وھی المعرفۃ باللہ ومن الثالث نور انسھم وھو التوحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! تمام اشیاء سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اللہ نے اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت تک نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج، نہ چاند نہ جن نہ انسان تھا اس کے بعد جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور (محمدی) کے چار حصے کر دیئے پہلے حصہ سے قلم پیدا کیا دوسرے حصہ سے لوح محفوظ تیسرے حصہ سے عرش اس کے بعد چوتھے حصہ نور کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصہ سے ملائکہ حاملین عرش پیدا کئے دوسرے حصہ سے کرسی، تیسرے حصے سے باقی فرشتہ اس کے بعد اس کے چوتھے حصہ نور کو پھر مزید تقسیم کیا۔ اس تقسیم کے مطابق پہلے حصہ سے آسمان کو پیدا کیا دوسرے حصہ سے زمین کو تیسرے حصہ سے جنت دوزخ کو

اس تقسیم کے چوتھے حصہ کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اب پہلے حصہ سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور پیدا کیا دوسرے حصہ سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا اور وہ ہے معرفت الٰہی تیسرے حصہ سے ان کے نفوس کا نور پیدا کیا یعنی نور توحید اور وہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اس روایت کی سند معلوم نہیں۔ اس کا متن اپنے مفہوم کے لحاظ سے صحیح روایات کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اول شئی خلق الله جل ثناؤه القلم وامره فكتب كل شئ يكون۔ (بیہقی ص۳ ج ۹) یعنی سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ جو کچھ ہونے والا ہے سب لکھ دے چنانچہ اس نے سب لکھ دیا۔ اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی ابوداؤد اور مسند امام احمد میں حضرت عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے:۔ اول ما خلق الله القلم قال له اكتب قال رب وما اكتب قال اكتب مقادير كل شئ حتى تقوم الساعة۔

سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم پیدا کیا اسے حکم دیا کہ لکھ اس نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا قیامت تک ہونے والی ہر چیز لکھو۔ تمام ہونے والے امور میں بعثت انبیاء پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کا خاتم الانبیاء ہونا بھی شامل ہے۔ اس لئے ان احادیث کی بنا پر یہی کہا جائے گا کہ زمین و آسمان اور تمام جن و انس کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم پیدا کیا۔ جس کی تائید عبداللہ بن عمرو کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے:۔ ان الله قدر مقادير الخلق قبل ان يخلق السموٰت والارض بخمسين الف سنة وكان عرشه على الماء۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی۔ اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

جب زمین و آسمان او[illegible] مخلوقات کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل سب کی تقدیر لکھی گئی تو۔ ظاہر ہے کہ سب سے پہلے قلم کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا۔

اس لئے حدیث جابرؓ جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے ، نہ صرف یہ کہ مجہول السند ہے بلکہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے جسے امام بخاریؒ نے صحیح میں عمران بن حصین سے روایت کیا کہ کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے عرض کیا ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپؐ سے تفقہ فی الدین حاصل کریں اور ہم آپؐ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا: كان الله ولم يكن شئ قبله وكان عرشه على الماء ثم خلق السموٰت والارض وكتب في الذكر كل شئ ... (مشکوٰۃ باب بدا الخلق) یعنی اللہ عزوجل ازل سے موجود ہے اور کوئی چیز اللہ سے پہلے موجود نہ تھی۔ زمین و آسمان سے پہلے اللہ تعالےٰ نے پانی پیدا کیا جو پیدا شدہ اشیاء کا مادہ حیات بننے والا تھا (وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ) اس وقت عرش خداوندی اس کے اوپر تھا اس کے بعد زمین آسمان پیدا کیے اور ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ (اس حدیث میں خلق السموٰت والارض کا ذکر لفظ "ثم" کے ساتھ کیا ہے جو ترتیب زمانی کو چاہتا ہے اور مقادیر کا ذکر حرف و کے ساتھ کیا ہے جو ترتیب کے لئے نہیں ہوتا۔ اس لئے پہلی روایات کے خلاف نہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم پیدا کیا۔ یہاں مقصد خلق عرش کے بعد کی پیدائش کا ذکر بلا ترتیب ہے)

غرض جس قدر صحیح روایات اول خلق کے متعلق ہیں۔ کسی میں اس کا ذکر نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ اس لئے یہ حدیث تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

ایک حدیث جو واعظوں اور قصہ خوانوں نے مشہور کر رکھی ہے "اول ما خلق الله نوری" یہ محدثین کے نزدیک بالکل بے اصل بلکہ موضوع ہے۔

حدیث جابر اپنے مفہوم کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب چیز بلکہ افسانہ ہے اب آپ حدیث جابرؓ کے مفہوم کو دیکھئے۔ اس حدیث کے الفاظ اور اس کا

ترجمہ ذکر کردیا گیا ہے اس حدیث کے مفہوم کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے نور میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔

(۲) جب اللہ عزوجل کو یہ منظور ہوا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے چار حصے کردیئے تین حصوں سے قلم لوح محفوظ اور عرش پیدا کئے۔ یہ تقسیم اوّلی ہوئی۔ نور محمدی کے چوتھے حصے کو پھر تقسیم کردیا گیا۔

(۳) تقسیم اوّل کے چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم کے تین حصوں سے ملائکہ حاملین عرش کرسی اور باقی ملائکہ کو پیدا کیا۔ یہ تقسیم ثانوی ہوئی تقسیم ثانوی کے چوتھے حصے کو بھی تقسیم کیا گیا۔

(۴) تقسیم ثانوی کے چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم کے تین حصوں سے آسمان زمین اور جنت دوزخ پیدا کئے گئے یہ تیسری تقسیم ہوئی۔ اس تقسیم کے چوتھے حصہ کو بھی تقسیم کیا گیا۔

(۵) تیسری تقسیم کے چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم کے تین حصوں سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور ان کے قلوب کا نور اور ان کے نفوس کا نور پیدا کیا۔ یہ چوتھی تقسیم ہوئی۔

(۶) اس چوتھی تقسیم کے چوتھے حصے کا ذکر نہیں کہ یہ کہاں گیا اور اس سے کیا پیدا کیا گیا۔ نہ تو صاحب مواہب لدنیہ یعنی مصنف نے اس کا ذکر کیا اور نہ شارح ؒ نے اس کا ذکر کیا۔ شارح نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ آخری تقسیم کے چوتھے حصے کا ذکر نہیں اس پر کیا گزری اور اس نور سے کیا پیدا ہوا۔ صرف اتنا کہا کہ یہ روایت مسند عبدالرزاق کی ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اس کے بعد شارح فرماتے ہیں کہ بیہقی نے بدء الخلق (ابتداء آفرینش کا ذکر) کی حدیث ذکر کی ہے لیکن وہ اس کے خلاف ہے۔ ہم نے بیہقی کی طرف رجوع کیا تو اس میں نور محمدی کی تقسیم کا کہیں ذکر نہیں۔ بلکہ جس قدر روایت بدء الخلق کے ذیل میں لکھی ہیں

ان میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ یا اس مضمون کی روایت ہیں۔ کہ فرشتوں کو اللہ تعالےٰ نے نور سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے اور جنوں کو آگ سے پیدا کیا۔

اس روایت میں جس طرح خلق عالم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ نہ تو کتاب وسنت کے نصوص کے مطابق ہے۔ نہ علماء اسلام اور متکلمین کی تصریحات سے کوئی مناسبت رکھتا ہے فلاسفا یونان کے اس عقیدہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے کہ مبدا اول سے صرف عقل اول کا صدور ہوا اور عقل اول اس قدر کمالات سے بہرہ ور ہوا اور اس سے فلک اعظم یا فلک محیط کا صدور ہوا اس سے دوسرے عقول اور افلاک پیدا ہوئے متکلمین اسلام نے اس کی تردید کی اور انہی کے دلائل سے ثابت کیا کہ ان کا یہ قائدہ "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" (ایک سے ایک ہی سارا ہو سکتا ہے) جس کی بنا پر یہ عقیدہ وضع کیا گیا کہ مبدا اول سے صرف عقل اول ہی کا صدور ہو سکتا ہے۔ باطل ہے۔ اس روایت کا بھی منشا رہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نور سے پہلے تو نور محمدی پیدا کیا پھر نور محمدی سے تمام کائنات پیدا کی۔ یہ عقیدہ اس قدر لغو اور باطل ہے کہ کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں لیکن سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس درجہ ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں کہ وہ اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی علم کلام یا عقائد کی کتب سب ہمارے سامنے ہیں۔ کیا کسی ایک کتاب میں بھی یہ عقیدہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالےٰ کے نور ذاتی سے پیدا ہوئے، پھر آپ کے نور سے تمام عالم پیدا کیا۔ کیونکہ اس سے بالصراحت لازم آتا ہے کہ العیاذ باللہ اللہ تعالےٰ کے اجزاء ہیں بعض اجزاء سے فرشتے بعض اجزاء سے عرش وکرسی، آسمان، زمین، اور دیگر مخلوقات پیدا ہوئی۔ اور یہ نہ صرف اہل سنت بلکہ تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اس کی شان یہ ہے:۔

ولا متبعض ولا متجزای ذی ابعاض واجزاء ولا یترکب منہا ای من الابعاض الاجزاء معانی ذالک ای التبعیض والتجزی والترکیب من الاحتیاج الی الاجزاء المنافی للوجوب۔ (شرح عقائد نسفی)
یعنی اللہ تعالےٰ کے نہ (ابعاض) اجزاء مرکبہ ہیں نہ اجزاء معزدہ ہیں اور نہ ان ابعاض و اجزاء سے مرکب ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں اجزاء کی طرف احتیاج ثابت ہوتا ہے اور احتیاج شان باری تعالےٰ کے منافی ہے اور اگر عیاذاباللہ یہ تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ مذکورہ سوال روایت کا تقاضا ہے۔ کہ اللہ کے ذاتی نور سے نور محمدی پیدا کیا گیا اور اسی نور سے پھر کائنات کو پیدا کیا گیا تو ایک نور خدا مشترک یا جنس مشترک بن جائے گا اور جنس کے امتیاز کے لئے فصل بلکہ فصول کی ضرورت ہو گی جس سے امتیاز ہو سکے نور اللہ میں اور نور محمدی نور ملائکہ نور ارض و سماوات وغیرہ میں اور یہ بھی شان حق جل وعلا کے خلاف ہے

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے:

ولا یوصف بالمائیۃ ای المجانسۃ للاشیاء والمجانسۃ توجب التمایز عن المتجانسات بفصول مقومۃ فیلزم الترکیب (شرح عقائد) یعنی اللہ تعالےٰ اتحاد فی الجنس کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جنس کے لئے فصل[1] کا ہونا ضروری ہے۔ اس صورت میں جنس کے لحاظ سے فصل کا محتاج ہو گا اور یہ دونوں چیزیں شان خداوندی کے خلاف اور بالکل بعید ہیں۔

غرض کسی لحاظ سے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ روایت اور درایت دونوں لحاظ سے یہ غلط ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابن عباسؓ عبادہ بن صامتؓ عبداللہ عمرو العاصؓ اور عمران بن حصینؓ کی روایات کا ذکر کر چکا ہوں۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں بڑی تفصیل سے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے اور کئی ایک صحابہ کرام سے روایت بیان کی ہیں مزید استشہاد کے لئے دو چار روایتوں کا ذکر

[1] جنس، فصل اور اتحاد فی الجنس اور فصل مقوم یہ سب منطقی اصطلاحات ہیں اہل علم سمجھتے ہیں۔

کرتا ہوں، پہلی روایت متعدد صحابہ کرام سے نقل کرتے ہیں:۔

(۱) عن عبد اللہ بن عباسؓ وعبد اللہ بن مسعود وعن ناس من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قولہ عزوجل هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ قال ان اللہ تبارک وتعالے کان عرشہ علی الماء ولم یخلق شیئا قبل الماء فلما اراد ان یخلق الخلق اخرج من الماء دخانا فارتفع فوق الماء فسما علیہ فسماہ سماء (الحدیث ص۲۷۲)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور متعدد اصحابہ کرام سے آیہ کریمہ "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ" کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ اللہ تعالے کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ جب مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ مخلوقات کو پیدا کیا جائے تو پانی سے دھواں سا نکالا۔ یہ دھواں بلند ہوا۔ اس سے آسمان بنا اور اس کا نام سما بھی اسی لئے ہوا۔ اس کے بعد زمین پہاڑ اور دوسری مخلوقات کی پیدائش کا ذکر ہے۔ دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قلت یا رسول اللہ انبأنی عن کل شئ قال صلے اللہ علیہ وسلم کل شئ خلق من الماء وذکر الحدیث ص۲۷۲ یعنی ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہر چیز کی پیدائش کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز پانی سے پیدا کی گئی ہے قرآن کریم کی آیت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ سورہ نور میں فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (۲۴ پ۱۸) اور اللہ ہی نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔

امام بیہقی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت جسے ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:۔

وقولہ کان اللہ عزوجل ولم یکن شئ غیرہ یدل علی انہ لم یکن شئ غیرہ لا الماء ولا العرش ولا غیرھما فجمیع ذالک غیر اللہ تعالی وقولہ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ یعنی ثم خلق الماء وخلق

العرش علی الماء ثم کتب فی الذکر کل شیئ و ذالک بین فی حدیث ابی رزین العقیلی ص۲۷ یعنی اس حدیث کے پہلے فقرے کا معنیٰ یہ ہے خلق عالم سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی نہ پانی نہ عرش نہ کوئی اور چیز اور حدیث کے دوسرے فقرے وکان عرشہ علی الماء کا معنیٰ یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ وتقدس نے پہلے پانی پیدا کیا پھر عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ پھر ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دی گئی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ مضمون ابورزین العقیلی کی حدیث میں واضح طور پر آگیا ہے وہ حدیث یہ ہے:۔

(۳) عن ابی رزین قلت یا رسول اللہ این کان ربنا قبل ان یخلق السموٰت والارض. قال صلے اللہ علیہ وسلم کان عماء ما فوقہ ھواء وما تحتہ ھواء ثم خلق العرش علے الماء ص۲۷ ابورزین کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے اللہ رب العزت کہاں تھے۔ آپ نے فرمایا ایک خلا تھا یا خفیف سا بادل تھا۔ اوپر بھی ہوا نیچے بھی ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔

لفظ عماء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان کان فی الاصل ممدودا فمعناہ سحاب رقیق ویرید بقولہ فی عماء ای فوق سحاب مدبرالہ وعالیا علیہ۔ یعنی اگر عماء ممدود ہے تو اس کا معنیٰ ہلکا بادل اور فی بمعنیٰ علی ہوگا جیسا کہ آیات ءَاَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ یعنی من فوق السماء اور وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ میں علی جذوع النخل ہے۔ تو معنیٰ حدیث کا یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں اور بادلوں کے اوپر تھا۔ اور اگر لفظ عما بغیر مد کے یعنی مقصور ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے۔ لا شیئ اب معنیٰ حدیث کا یہ ہوگا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ موجود تھے اور کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی۔ پھر اس کے بعد فرمایا ما فوقہ ھوا وما تحتہ ھوا اس صورت میں مَا نفی کے لئے ہوگا یعنی جب کوئی چیز نہ تھی تو نہ اوپر ہوا تھی نہ نیچے ہوا تھی یعنی کچھ نہ تھا حق جل وعلا کی ذات پاک تھی اور کوئی مخلوق نہ تھی جب اللہ نے مخلوق پیدا کرنی چاہی

تو پہلے پانی کو پھر عرش کو پیدا کیا اور اللہ جل شانہ کا عرش پانی پر تھا۔

ان روایات کے ساتھ اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ محدثین کرام نے بدء خلق کے باب یا عنوان کے ذیل میں جہاں یہ احادیث نقل کی ہیں جو سطور بالا میں بیان کی گئی ہیں وہاں اس مضمون کی روایات بھی بیان کی ہیں کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے یہ روایات حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خلقت الملئكة من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم عليه السلام مما وصف لكم حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جنات آگ سے اور آدم علیہ السلام جیسا کہ تمہیں بتایا گیا ہے یعنی قرآن کریم میں کہ مٹی سے پیدا کئے گئے قرآن کریم میں انسان کا مٹی سے پیدا کیا جانا متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ یہاں سورہ الحجر کی آیت نقل کی جاتی ہے فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ (الحجر ع ۲) یعنی ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا (یعنی پہلے تو گارے کا خوب خمیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی۔ پھر وہ خشک ہو گیا۔ اس قدر خشک کہ اس سے کھنکھنانے کی آواز آنے لگی۔ پھر اس خشک گارے سے انسان کا پتلا تیار کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے) اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے (دوسری آیت میں فرمایا وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنَ النَّارِ اور جنوں کو آگ کے شعلے سے) یعنی بغایت لطیف آگ سے کہ وہ اجزاء دخانیہ سے پاک تھی پیدا کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ جب میں ایک انسان کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پورا بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں تو تم سب اسے سجدہ تعظیم بجالانا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے بنالیا تو تمام فرشتوں نے اسے سجدہ کیا مگر ابلیس نے از راہ تکبر سجدہ نہ کیا اور یہ کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا سجدہ کروں۔ ارشاد ہوا کہ مٹی سے جس انسان کو میں نے پیدا کیا ہے۔

اگر تمام ملائکہ کے سجدہ کے بعد بھی تو اس کی عظمت کا قائل نہیں ہوا تو آسمان سے نکل جا اور تو آج سے راندۂ درگاہ ہے اور قیامت تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی۔

غرض حضرت عائشہؓ کی حدیث اور قرآن کریم کی آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش کے بعد انسان کی تخلیق ہوئی اور انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی اور آپ نے بروایت ترمذی یہ ارشاد فرمایا:۔ الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب" تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور حضرت آدمؑ کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے جہاں اور بہت سے کلمات حکمت بیان فرمائے یہ بھی فرمایا:۔ ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد، کلکم لآدم وآدم من تراب، اکرمکم عند اللہ اتقکم ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقویٰ" اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے، تم سب اولاد آدم ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے تم میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تم سب میں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے کسی کو عربی ہونے کی وجہ سے کسی عجمی پر فضیلت نہیں۔ اگر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ اور اعلیٰ کردار کی۔

پس صحیح عقیدہ جو تمام اہل حدیث کا ہے یہ ہے کہ تمام انسان وہ عوام ہوں یا انبیا ورسل سب کے سب اولاد آدم ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم اور صحیح احادیث سے واضح ہو چکا ہے اس لئے سیدنا ونبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاکی ہیں۔ اور اسی لحاظ سے قرآن کریم میں آپ سے اعلان کرایا گیا کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ دیجئے کہ میں بشریت میں تم جیسا ہی ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ مجھے یہ سرداری اور فضیلت بخشی گئی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کی وحی میرے پاس آتی ہے اور میں اس کا امین ومبلغ ہوں۔

خاکی ہوتے ہوئے روحانی مدارج کی جو ترقیاں آپ کو حاصل ہوئیں، یہ عزو شرف اور عظمت کا وہ مقام ہے جس میں کوئی آپ کا شریک وسہیم نہیں۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ　　كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ　　صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

العبد المذنب الراجی الرحمۃ ربہ الودود۔ محمد داؤد غزنوی

الاعتصام جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۲۸ نمبر ۲۹ نمبر ۳۱

سوال:۔ قرآن کریم میں موسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں یہ ارشاد ہے:۔
فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اس آیت کریمہ میں حل طلب یہ مسئلہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وادی ایمن کے داہنی طرف سے درخت میں سے یہ آواز آئی۔ یَا مُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اے موسیٰ! میں رب العالمین ہوں؛

کیا درخت میں ذات باری تعالیٰ نے حلول فرماکر موسیٰ علیہ السلام کو یہ آواز دی۔ اگر یہ معنی ہے تو ذات۔ باری تعالیٰ کا ایک ادنیٰ اور محدود چیز میں حلول کرنا اس کی شان کبریائی کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ذات باری تعالیٰ نے درخت میں حلول نہیں فرمایا بلکہ درخت کو حکم فرمایا اور اس وجہ سے درخت میں قوت گویائی پیدا ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان علی کل شئ قدیر۔ کے عین مطابق ہے لیکن اس میں درخت کا یہ کہنا اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ صحیح نہیں ہوگا علاوہ ازیں ظاہری اور حقیقی معنی کو چھوڑنا اور تاویل کرنا بھی کچھ مناسب نہیں۔

جواب:۔ قرآن مجید کے تمام مقامات کی آئتیں اس قصہ میں یوں شہادت دیتی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کی غربی جانب مقدس وادی کے بابرکت کنارہ میں یوں آواز آئی اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ آواز دینے والا مناجات کے لئے قریب کرنے والا رب العالمین تھا۔ لاغیر۔ پس اس مقام پر نہ حلول کا کچھ ذکر ہے، اور نہ درخت کے ندا کرنے کا اور نہ اس میں آواز پیدا کرنے کا کچھ تذکرہ ہے پس تردد کس بات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ وتقدس بعض بندوں کی طرف قرب فرماتا ہے بعض امکنہ بعض ازمنہ میں ان کو اپنے دنو

سے سرفرازی بخشتا ہے۔

کدنوعشیۃ عرفۃ الی اھل عرفات و قربہ الی الساجدین والی الداعین وکقربہ الی موسی اذ قربہ نجیا۔ ولا یستلزم من ذلک ان تخلو ذاتہ من فوق العرش بل یکون فوق العرش بذاتہ ویقرب من خلقہ کیف یشاء ویکون قربہ عزوجل ایضا ذاتیا ولیس ذلک من الممتنعات

مثلاً یوم عرفہ کی شام کو اہل عرفات سے قرب الٰہی سجدہ اور دعا کے اوقات میں ساجد اور داعی سے قرب الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی کے وقت قرب تھا ہم یہ قرب عرش سے اس کی ذات مقدس سے خالی ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ اس کا عرش کے اوپر مستوی ہونا اور اپنی مخلوق کے قریب ہونا دونوں بلا کیفیت ہیں بنابریں یہ قرب ذاتی ہے کیوں کہ اس کے امتناع پر کوئی دلیل نہیں۔ ہم رب العزت کی ادنیٰ ادنیٰ مخلوق کو مثلاً روح کو دیکھتے ہیں کہ چند منٹ میں بلاد بعیدہ بلکہ آسمانوں کا سیر کرآتی ہے۔ مع انھا تکون فی الابدان ربا وجودیکہ روح ہمارے جسم میں ہوتی ہے ہمارے ابدان کے واسطے یہ سیر سریع اتنی اندک مدت میں ممتنعات وقطعی محالات سے ہے۔

اس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ ہر ایک کے واسطے جدا گانہ صفات ہوتی ہیں اور بعض مخلوقات میں ایسے صفات بھی ہیں جو وہ دوسروں کی نسبت ممتنعات میں سے ہیں۔

والرب عزوجل فوق ھذا کلہ واجل من ھذا کلہ لہ صفات فوق الصفات کما ان لہ ذات فوق الذوات لان الصفات تابعۃ للذات ولہ المثل الاعلی فی السموٰت والارض وھو العزیز الحکیم۔ پھر اللہ تعالیٰ کا تو معاملہ ارفع اور اعلیٰ ہے جیسے اس کی ذات سب مخلوقات کی ذوات سے اعلیٰ واجل ہے۔ یہی حال اس کی صفات مقدسہ کا ہے۔ ان کو مخلوقات کی صفات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ صفات تو ذات ہی کے تابع ہوتی ہیں۔ ولہ المثل الاعلی فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم چراغ کی روشنی سے تمام [illegible] بھر جاتا ہے۔ اور آفتاب ماہتاب کے نور سے تمام زمین باوجود اس کے نہ چراغ کی روشنی اپنی جگہ سے منتقل ہوئی اور نہ قمرین کا نور۔ پس اگر ہم رب العالمین

کے بارہ میں صدر اول صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین عظام برگزیدہ لوگوں کی طرح یوں اعتقاد رکھیں کہ علو حق تعالیٰ کے لئے ایک ایسی لازمی صفت ہے کہ وہ قرب و نزول کے وقت بھی اعلیٰ و برتر ہوتا ہے نہ اسفل، تو اس میں کیا تردد ہے اور کیا نقص لازم آئے گا چنانچہ۔ طور کی جانب غربی مقدس وادی کے کنارہ میں حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور وہ بذات بابرکات خود عرش معلیٰ پر تمام مخلوق سے اعلیٰ و برتر تھا۔ باوجود نزول اس کے آسمان دنیا پر اور اس کا ذاتی قرب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بقعۂ مبارکہ میں اور اس کا ذاتی دنو داعین و ذاکرین سے عرش معلیٰ پر بھی ہے۔ اور باوجود اس کے عرش معلیٰ پر ہونے کے مکان خاص میں موسیٰ علیہ السلام سے قریب ہوا۔ اور ذاکرین داعین سے قریب ہوتا ہے اور آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ وہو العلی الاعلیٰ استویٰ۔ اور علو کی صفت اس کی ذات کو لازم ہے۔ کسی وقت میں اس سے زائل نہیں ہوتی اور اسفل سے متصف نہیں ہوتا ہے۔ ایک ہی وقت میں عرش پر بھی ہے اور آسمان دنیا پر بھی ہے اور ایک ہی وقت میں عرش پر بھی ہے۔ اور بقعۂ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ہے اور ایک ہی وقت میں عرش پر بھی ہے اور دعا مانگنے والوں اور ذکر کرنے والوں کے ساتھ بھی ہے۔ (حضرت الامام) عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ الاعتصام جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۴

سوال: یہاں ہم بعض لوگوں سے سنتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور میں سے نور ہیں اور حضور ہی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور میرے نور سے آگے کل کائنات پیدا کی۔ آپ نور مجسم ہیں آپ نے فرمایا ہے۔ "اول ما خلق اللہ نوری" یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اور قرآن مجید میں ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور بیان کرنے والی کتاب آئی ہے۔ یہاں نور سے مراد حضور اکرم ہیں۔ پس قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ آنجناب نور تھے۔ نور صرف بشر کی شکل بن کر ظہور پذیر ہوئے۔ وہابی دھوکہ کھا گئے اور آپ کو صحیح معنوں میں دوسرے بشروں کی مثل بشر سمجھنے لگ گئے حالانکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بشر بن

کرآئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی فرشتے انسانی شکل اختیار کر کے گئے تھے۔ وہ تھے نور لیکن بشر بن کر آئے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہونے کے باوصف بشر کے لباس میں آگئے تو کون سا غیر ممکن کام ظاہر ہو گیا۔ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں وہ لوگ جو نبی کریمؐ کو بشر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

آپ اس سوال کا مفصل جواب قلم بند کر کے یہاں بھیج دیں اور ان تمام دلائل کی حقیقت بیان کر دیں کیونکہ بریلوی طلبا اس سوال کا تحریری طور پر مدلل جواب چاہتے ہیں اس لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں:

(شوکت علی [redacted] ایڈ رول نمبر ۶ کمرہ نمبر ۱۲ اسلی ہوسٹل۔ زراعتی کالج۔ لائل پور)

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے نور میں سے نور سمجھنا گویا آنجناب کو اللہ تعالیٰ میں سمجھنا ہے اور اس کا ہم جنس قرار دینا ہے اور یہ نص قطعی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے) کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال ذات وصفات میں ایک ہے۔ اس نے صاف اور مبرہن الفاظ میں فرمادیا ہے: لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ۔ یعنی نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے۔ (پارہ نمبر ۱۵ سورہ بنی اسرائیل)

سورہ کہف پارہ نمبر ۱۵ کی شروع آیات میں اللہ تعالیٰ کیسے عجیب انداز میں فرماتا ہے وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا۔ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔ نزول قرآن کے مقاصد میں سے ایک مقصد عالی یہ بھی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اس بات کا کوئی علم ان کے پاس ہے اور نہ ان کے آباد و اجداد کے پاس تھا بڑی بات ہے جو ان کی زبان سے نکلتی ہے اور وہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا (جن) نہ اس کی بیوی ہے، نہ اولاد۔

ایک جگہ وارد ہے: تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

ھَدًّا ۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (سورہ مریم) جو لوگ رحمٰن کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں وہ ایسی ناپسندیدہ بات کہتے ہیں کہ قریب ہے اس کے باعث آسمان پھٹ جائیں۔ زمین میں شگاف پڑ جائیں اور پہاڑ کپکپا کر گر جائیں۔

اسی طرح متعدد مقامات پر اللہ تعالےٰ نے اس عقیدہ کی کمر توڑی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات میں کوئی اس کا ہم جنس اور شریک نہیں۔ ایسے حضرات کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات بھی نہیں آتی کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے نور میں سے تھے تو کیوں نہ پھر آپ میں خدائی صفات آئیں۔ آپ کی ازواج مطہرات بھی تھیں اور بیٹے بیٹیاں بھی لیکن اللہ تعالےٰ ذات میں یہ صفات نہیں ہیں۔

(۲) وہ لوگ جو یہ حدیث کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور میرے نور سے کل کائنات پیدا کی بیان فرمایا کرتے ہیں۔ وہ خدا جانے کیوں بینا لوگوں کو نابینا سمجھ رہے ہیں یہ حدیث ہے ہی کہاں معاذ اللہ ایسی من گھڑت باتیں کرنا عام لوگوں سے تو شاید ممکن ہوں لیکن جو شخص علم و دین سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہے اس کی شان کے شایان نہیں کہ ایسی دمنعی باتوں کو "حدیث نبوی" کہے۔

اس موضوع بات کو اگر حدیث نبوی مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نتیجۃً ساری کائنات اللہ کے نور سے ہے۔ کیونکہ حضورؐ خدا کے نور سے اور باقی کائنات حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے، گویا اس بانٹا سے میں ہر مخلوق شی کے حصہ میں کچھ نہ کچھ اللہ کا نور آیا۔

اور اگر یہ صورت حال ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہوئی اور پھر "ہمہ اوست" والوں کو ائمہ دین کا برا سمجھنا بھی بے فائدہ ہوا۔ نیز کیا اللہ اپنے نور کے چند اجساد کو نار کے حوالہ کر دے گا؟

(۳) اس موضوع بات کو چند منٹ کے لئے حدیث صحیح مان لینے سے یہ بات کہاں صحیح ثابت ہوتی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تھے! یہاں تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا۔ کجا کسی چیز کا پیدا کرنا اور کجا کسی چیز کا خود اس پیدا کرنے والے سے ہونا

کیا ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق نہیں ؟

(۴) قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۔ تحقیق آ! ہے تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے نور اور بیان کرنے والی کتاب ۔ سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ یہاں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مجسّم ہونا اللہ کے نور سے ہونا ہے۔

متقدمین و متاخرین اہل سنت مفسرین رحمہم اللہ میں سے اکثر کی یہ رائے ہے کہ نور سے مُراد قرآن مجید ہی ہے اور کتاب مبین کو نور بھی کہا گیا ہے ۔ ان مفسرین رحمہم اللہ کی تائید میں قرآن مجید میں سے ہی دلائل واضح مل سکتے ہیں ۔ جیسے سورہ حجر کے شروع میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ یہ آئتیں کتاب کی اور قرآن بیان کرنے والی کی ۔ یہاں قرآن کو دو نام دیئے گئے ہیں ۔ کتاب، اور ،، قرآن ،،

اس کے علاوہ قرآن مجید میں ہے :۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ پ۶ سورہ نساء ، لوگو ! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل آچکی (مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں ، وہ ذات مبارک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف اور جگمگاتا نور بھیجا ہے ۔

حافظ ابن کثیرؒ ابن جریرؒ نواب وحید الزمانؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ تمام متقدمین و متاخرین مفسروں کا اتفاق ہے کہ ۔ نور سے مُراد قرآن کریم ہے ۔ جس کی روشنی قیامت تک باقی رہے گی ۔

ایک اور جگہ بالکل صاف الفاظ میں ارشاد ہوتا ہے ۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (تغابن پارہ نمبر۲۸) یعنی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ اور نور (یعنی قرآن) پر جس کو ہم نے اُتارا ایمان لاؤ ۔ (ترجمہ از مولانا وحید الزمانؒ)

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۔ آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے ہم نے اس قرآن کو نور بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں

سے جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں۔ (ترجمہ از مولانا اشرف علیؒ) یہاں بھی قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے کیونکہ اس سے روشنی اسلام پھیلی اور کفر و شرک کے اندھیرے دور ہوئے۔

بعض مفسرین رحمہم اللہ نے اگر قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ میں نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد لی ہے تو ان معنوں میں کہ آپ کی ذات اقدس کے باعث لوگ کفر و معصیت کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی کی طرف آ گئے۔ اس پر ہمارا ہر شخص کا ایمان ہے۔

(۵) رہی یہ بات کہ حضرت جبرئیلؑ حضرت ام عیلٰے مریم علیہا السلام کے پاس بشر کی شکل میں آئے تھے۔ نیز چند فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشر بن کر آئے۔ لہٰذا نور بشر بن کر ظہور کر سکتا ہے۔ یہ دلیل پیش فرمانے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ۔ سورہ مریم میں جس جگہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بَشَرًا سَوِيًّا بن کر حضرت مریمؑ کے پاس آنے کا ذکر ہے وہاں یہ بھی تو واضح فرمایا گیا ہے کہ۔ جب حضرت مریمؑ نے ایک غیر محرم مرد کو اپنے نزدیک دیکھا تو فورًا فرمانا شروع کیا۔ قَالَتْ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا کہنے لگی میں تجھ سے اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اگر تو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے (حضرت علامہ وحید الزمانؒ فرماتے ہیں یعنی) اگر تو ایمان رکھتا ہے یا اگر تو پرہیزگار بھی ہے جب بھی اللہ واسطہ دیتی ہوں کہ میرے سامنے سے ہٹ جا۔

غور فرمایا آپ نے اس جگہ جبرئیلؑ کو ابن آدم سمجھ کر حضرت مریمؑ گھبرا اٹھی ہیں لیکن اب حضرت جبرئیلؑ کا جواب بھی سنتے جایئے قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ وہ کہنے لگے میں تو تیرے مالک کا بھیجا ہوا ہوں یعنی فرشتہ ہوں، مجھے بشر کی شکل میں دیکھ کر گھبرا یئے نہیں یہاں حضرت جبرئیلؑ نے اپنا فرشتہ ظاہر ہونا فرمادیا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر میں ایک بار فرمایا کہ میں حقیقت میں نور ہوں اور بشر کی شکل میں آیا ہوں۔ دوسرا ذکر سورہ ہود میں فرشتوں کا بشر بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت اسحاق کی بشارت دینے کے لیئے جانے کا ہے۔ وہاں بھی واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۔ یعنی کچھ دیر نہ ہوئی کہ ابراہیم ان کے کھانے کے لئے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ جب ابراہیم نے دیکھا وہ اپنے ہاتھ بچھڑے کی طرف نہیں بڑھاتے تو برا مانا یا اجنبی سمجھا اور دل ہی سے ڈر گئے۔ انھوں نے کہا مت ڈرو۔ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (یعنی فرشتے ہیں اس لئے نہیں کھاتے)۔

ملاحظہ فرمائیے۔ فرشتے کھاتے نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ اگر نوری مخلوق بشر کی شکل میں آجائے تو اس کی اصلی خاصیت نہیں بدلتی، صرف شکل بدلا کرتی ہے۔

ادھر سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کفار بطور اعتراض ایک حقیقت بیان کیا کرتے تھے۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (قرآن) یہ کیسا رسول ہے کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مجسم یا اللہ کے نور سے ہوتے تو پھر کھانا نہ کھاتے پانی نہ پیتے اور بازاروں میں پھرتے۔

(۶) ان لوگوں کا یہ کہنا کہ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھتے اور بشر کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" والا معاملہ ہے۔ اللہ تعالےٰ تو خود فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں (فرق یہ ہے) کہ مجھ پر (اللہ تعالےٰ کی طرف سے) وحی آتی ہے۔

دوسری جگہ کفار کے چند مطالبات کا ذکر کر کے جو یہ ہیں کہ ہم تو کبھی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری بات ماننے والے نہیں جب تک تو ہمارے لئے ایک چشمہ پانی کا زمین سے نہ بہائے۔ تیرا ایک باغ ہو کھجور اور انگور کا اور اس کے بیچ میں تو پانی سے بھرپور نہریں بہا دے یا ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے یا اللہ اور فرشتوں

کو ہمارے آمنے سامنے لا کھڑا کرو یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔

ان سب مطالبات کا ایک ہی جواب سکھایا گیا:۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ یعنی اے پیغمبر! ان لوگوں کے جواب میں کہہ دے۔ سبحان اللہ میں صرف ایک بندہ (بشر) ہوں اللہ کا پیغام پہنچانے والا۔ (پارہ نمبر۱۵ بنی اسرائیل)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ بشروں کی طرف بشر کا رسول بن کر آنا ہی درست ہے۔ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو ہم کسی فرشتہ کو آسمان سے رسول بنا کر اتار دیتے۔ نیز سب انبیاء علیہم السلام بشر اور ابنائے آدم علیہ السلام تھے۔

مولنا سید اسمٰعیل شہیدی گوجرانوالوی۔ ۹ اول الاعتصام جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۵

سوال۔ حدیث اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ کس پایہ کی حدیث ہے (شیخ محمد اکرم پشاور)

جواب۔ یہ عبارت کہ سب سے پہلے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے پیدا کیا تھا، بالکل ہی اور وضعی خانہ ساز مقولہ ہے۔ جس کی کوئی قیمت نہیں ہے کتب موضوعات (جعلی احادیث) میں سے اسے محدثین لائے ہیں۔ (مولنا سید اسمٰعیل شہیدی رحمہ خلف الرشید سید محمد شریف گیلانی سابق امیر جمعیت اہلحدیث پنجاب اخبار الاعتصام جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۵۔

سوال:۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ (سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا) کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ حدیث زبان زد صوفیائے کرام ضرور ہے چنانچہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی میں و نیز دیگر صوفیائے کرام نے بھی ذکر کی ہے مولود کی کتابوں میں علی الخصوص ذکر کی جاتی ہے ابن الجوزی کے رسالہ میلاد النبی میں ان لفظوں سے بھی بیان کیا ہے:۔ اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق جمیع الکائنات بعض کتب میں مرقوم ہے:۔ انا من نور اللہ و المؤمنون من نوری۔ یہ سب کی سب لوگوں کی تراشی ہوئی حدیثیں ہیں جن کی صحت قطعاً ثابت نہیں بلکہ حدیث معتمد اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ۔ کے صریح خلاف ہے اور اس حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ خدا کے نور سے جب پیدا

ے اور ایمان لانیوالے خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تو اس میں تجزی لازم آئی جو
فاق درست نہیں۔ نفس نبوت کی قدامت حدیث متیٰ کُنْتَ نبیا فقال کُنْتُ نبیا و
بدل بین الماء والطین سے ثابت ہے۔ قلم کا وجود بالاتفاق اول ہے۔ اس سے کہا گیا تھا
ہو اتا عرض کیا ما اکتب اللہ میاں نے اس سے کہا اکتب تقادیر الخلائق فکتب ما کان
ما یکون، اس میں آپ کی نبوت سب کچھ آجاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نور کے متعلق جس قدر روایات وارد ہیں ثابت نہیں۔ ابن الجوزیؒ
رف رسالہ میلاد النبیؐ کی نسبت لوگوں نے کی ہے مگر یہ کسی متبائع کا مخترعہ ہے یہ اس رسالہ
ے بری ہیں ان کی شان اس قسم کی اختراعاتی روایتوں کے بیان سے مبرا ہے
عبد الجلیل سامرودی اخبار اہل حدیث دہلی جنوری ۱۹۵۵ء

ال:۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے یا جابر اول ما خلق اللہ نور نبیك من نوره الخ
ے جابر سب سے پہلے خدا نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا کیا یہ صحیح ہے!

ب:۔ مصنف عبد الرزاق طبقہ رابعہ کی کتاب ہے رطب ویابس کا ذخیرہ ہے چنانچہ شاہ ولی
صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے عجالہ نافعہ
واضح کیا یہ حدیث بے اصل ہے۔

ن میں ضعفۃ الرجال ہی اس قسم کی حدیثوں کو بیان کیا کرتے ہیں۔ یہ حدیث اول ما خلق اللہ
کے صریح خلاف ہے۔ و آثار وضع ظاہر ہیں واللہ اعلم۔ اخبار اہل حدیث دہلی جنوری ۱۹۵۵ء

ال:۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے نکالے جانے کے بعد کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ
کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔!

ب:۔ مولود کی کتابوں میں اکثر یہ روایت ذکر کی جاتی ہے۔ یہ باتیں اہل کتاب سے ماخوذ ہیں
ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی صوت کسی طرح ثابت نہیں۔ یہ حدیث طبقہ رابعہ کی
ب یعنی موضوع ہے۔ گروہ تھا اہل قبول اور درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ اس حدیث
ے الفاظ میں یہ بھی ہے۔ انہ لما تاب قال اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی وتقبل

تو بھی اول تو حنفیہ نے ہی بحق انبیاء کے" ادعیہ میں ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ ہدایہ اخیرین کتاب الکراہیتہ میں ہے ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق انبیاءك ورسلك لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق اگر یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک بھی ثابت ہوتی تو اس کی نفی نہ کرتے۔ گو متاخرین حنفیہ واعظین نے اس قسم کی روایتیں بیان کر کے دی ہیں مگر بہر صورت صحت کو تو پہنچی ہی نہیں۔ البتہ یہ انجیل برنابا میں نظر سے ضرور گذری ہے۔ اسے اسرائیلیات کا درجہ ضرور دیا جا سکتا ہے جو ہم امت محمدیہ کے لئے قابل احتجاج نہیں واللہ اعلم۔ اخبار اہلحدیث دہلی جنوری ۱۹۵۵ء

سوال:۔ لولاك لما خلقت الافلاك کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ حدیث لولاك لما خلقت الافلاك بھی اسرائیل ہے انجیل برنابا میں البتہ مذکور ہے مگر امام صغانی محقق نے "الدر الملتقط" میں موضوع قرار دیا ہے نیز حنفیہ کے مایہ ناز فتاویٰ جواہر النصاویٰ میں عبدالرشید نے بھی اس کو بے اصل قرار دیا ہے یہ حدیث کتب طبقات رابعہ میں نظر آتی ہے مگر اس کا کوئی اعتبار نہیں واللہ اعلم۔

الراقم عبدالجلیل السامرودی ۱۹۵۴ء۔ اخبار اہلحدیث دہلی جنوری ۱۹۵۵ء

باب حاضر ناظر

سوال:۔ اعتقاد داشتن باین وجہ کہ ذات سرور کائنات درحالت برزخ براقوال واحوال وعقائد مطلع وواقف اند وآن ذات شریف رابرہمہ احوال است اطلاعے میدھند بای ہرکان صحیح است یانیست۔ اگر نیست کفراست یا فسق۔ ہرچہ نزد آن صاحب مقرراست بنویسند بسند معتبر وعبارت کتاب بعینہ فقط۔

جواب:۔ اعتقاد داشتن بہ ہمچو مضمون سوال بای وجہ کادرست نیست۔ بلکہ بدعت وضلالت است۔ پس لان پچنین ہرگز نہ شاید ضرعا زیدالکہ این از جملہ اعتقادیات است ودراعتقادیات علم ویقین پرضروراست وبرین اعتقاد ہیچ دلیل شرعی کہ قابل حجت باشد یافتہ نہ شد۔ پس ہیچگونہ اعتقاد اعتقاد بلا دلیل شرعی برآن کردہ شود۔ لان الاعتقا لاتحیصل مع الظن بخلاف الاعمال کزاذکر العلامۃ المولوی عبدالعلی الکھنوی فی شرح تحریر الاصول لابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ ومع ہذا مخالف ومعارض آن عقیدہ درصحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما من کتب الصحاح بآسانید صحیحہ از چند صحابہ کبار بطرق متعددہ مروی است مرفوعا عن انس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ نَاسٌ من اصحابی۔

ترجمہ سوال:۔ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں امت کے کے تمام حالات کی اطلاع ہوتی رہتی ہے۔ خواہ کسی طرح بھی ہو صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں ہے تو ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے یا فسق۔ جو بھی آپ کے نزدیک درست ہو تحریر فرمادیں

جواب:۔ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

۔ بلکہ بدعت اور گمراہی ہے۔ کیونکہ عقیدہ کیلئے کوئی قطعی دلیل ہونی چاہئے اور اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا عبدالعلی لکھنوی نے ابن ہمام کی تحریر الاصول کی شرح میں لکھا ہے اور پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس عقیدہ کے خلاف صحیح بخاری صحیح مسلم اور دیگر صحاح کی کتابوں میں بہت سے کبار صحابہ

الحوض حتی عرفتهم اختلجوا دونی فاقول اصحابی فیقول انک لا تدری ما احدثوا بعدک. الحدیث عن ابی هریرۃ ؓ فاقول یارب اصحابی فیقول انک لاعلم لک بما احدثوا بعدک. الحدیث وعن حذیفۃ وسهل بن سعد وابن عباس وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم هکذا۔ اکنون ایں حدیث باسانید صحیحہ از ہر صحابی کہ مروی است مرفوعاً جدا جدا زیر قلم می آید کہ صحت وشہرت ایں حدیث برہر خاص وعام ظاہر شود وازان اعتقاد ہرکس کہ باشد باز آید در صحیح بخاری در پارہ بست وہفتم مرقوم است۔

حدثنا مسلم بن ابراهیم قال حدثنا وهیب قال حدثنا عبد العزیز عن انس ؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیردن علیّ ناس من اصحابی الحوض حتی عرفتهم اختلجوا دونی فاقول اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدک وعن سهل بن سعید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا فرطهم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظمأ ابدا لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی۔ فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی عن سعید بن المسیب عن ابی هریرۃ ؓ انه کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یرد علی یوم القیامۃ رهط من اصحابی فیجلون۔ ای یطردون۔ عن الحوض فاقول یارب اصحابی فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک الی اخر الحدیث۔ عن ابن المسیب انه کان یحدث عن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یرد علی الحوض رجال من اصحابی فیحلؤن عنه فاقول یارب اصحابی فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک الی اخر الحدیث۔ عن عطاء بن یسار عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا قائم اذا زمرۃ حتی اذا عرفتهم خرج

(ترجمہ) کبار صحابہؓ سے متعدد سندوں سے ایک مرفوع حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوض کوثر پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے، میں ان کو پہچان لوں گا، تو ان کو ہانک کر دور سے جایا جائے گا، میں کہوں گا، یہ تو میرے صحابی ہیں، تو جواب ملے گا تم کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کچھ کیا ۱۲—

رجل من بيني وبينهم فقال لهم هلم فقلت اين قال الى النار والله قلت وما شانهم قال انهم ارتدوا بعدك على ادبارهم القهقرى ثم اذا زمرة حتى اذا عرفتهم رجل خرج من بيني وبينهم فقال هلم قلت اين قال الى النار والله قلت وما شانهم قال انهم ارتدوا على ادبارهم القهقرى الحديث عن ابن ابى مليكة عن اسماء بنت ابى بكر قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم انى على الحوض حتى انظر من يرد على منكم وسيؤخذ ناس دونى فاقول يارب منى ومن امتى فيقال هل شعرت ما عملوا بعدك والله ما برحوا يرجعون على اعقابهم الحديث انتهى ما فى الجزء السابع والعشرين من صحيح البخارى۔

عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحشرون حفاة عراة غرلا۔ ثم قرأ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ثم يؤخذ برجال من اصحابى ذات اليمين وذات الشمال فاقول اصحابى فيقال انهم لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم فاقول كما قال العبد الصالح عيسى بن مريم. وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ الحديث انتهى ما فى الجزء الثالث عشر من صحيح البخارى۔

ودر صحیح مسلم مذکور است۔ عن ابى حازم عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ترد على امتى الحوض وانا اذود عنه الناس كما يذود الرجل ابل الرجل عن ابله قالوا يا نبى الله اتعرفنا قال نعم لكم سيما ليست لاحد غيركم تردون على غرا محجلين من اثار الوضوء وليصدن عنى طائفة منكم فلا يصلون فاقول يارب هؤلاء اصحابى فيجيبنى ملك فيقول وهل تدرى ما احدثوا بعدك۔ انتهى ما فى صحيح مسلم. قال النووى رحمہ اللہ شارح المسلم اختلف العلماء فى المراد على اقوال احدها ان المراد به المنافقون والمرتدون فيجوز ان يحشروا بالغرة والتحجيل فيناديهم النبى صلى الله عليه وسلم للسيما التى عليهم فيقال ليس هؤلاء ممن وعدت لهم ان هؤلاء بدلوا بعدك اى لم يموتوا على

(ترجمہ) یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و حذیفہ رضی اللہ عنہ وسہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ابن عمر اور عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کسی روایت میں تفصیل ہے کسی میں اجمال ہے۔

ما ظهر من اسلامهم والثانی ان المراد به من کان فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم وارتدوا بعد لا فیندیهم وان لم یکن علیهم سیماء الوضوء لما کان یعرفه صلی الله علیه وسلم فی حیاته من اسلامهم فیقال ارتدوا الثالث ان المراد اصحاب المعاصی الکبائر الذین ماتوا علی التوحید واصحاب البدع الذین لم یخرجوا ببدعتهم عن الاسلام انتهی ما فی شرح مسلم مختصراً۔

وبر ماہران اسانید پوشیدہ نیست۔ کہ این حدیث مذکور بطریق خمسہ وستہ منقول است پس بلا ریب بدرجہ شہرت رسیدہ۔ لان الحدیث المشهور عند المحدثین ماله طرق محصورة باکثر من اثنین کذا فی نخبة الفکر وغیرہ من کتب الاصول حاصل کلام این کہ ازیں روایات صحیحہ مذکورہ مقبولہ عند جمہور العلماء والمحدثین صاف ہویدا گردید۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در عالم برزخ از احوال ایشاں اطلاع نشدے۔ پس این چنین چرا مے فرمودند اصحابی اصحابی باوجود یکہ ایں جماعت مذکورین صحبت با برکت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را دریافتند وبعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتد شدند یا در دین احداث بدعت قبیحہ نمودند۔ ودر حقوق واجبہ تقصیر نمودند باز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال ایشاں از روز وفات تا روز قیامت اصلا مطلع نشدند وبنا بر ہمیں عدم اطلاع دراں روز خواہند فرمود کُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ الآیة۔ وازیں صاف ہویدا گردید۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در عالم برزخ از احوال امت اطلاع ندارند پس دریں صورت چگونہ اعتقاد کردہ شود۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بر احوال امت در عالم برزخ اطلاع می دہند هذا الا اختلاق۔ بالفرض

(ترجمہ) اور ماہرین اسانید پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہ حدیث پانچ چھ سندوں سے منقول ہے۔ پس یقیناً یہ حدیث شہرت کے درجہ پر پہنچ چکی ہے، کیونکہ محدثین کے نزدیک حدیث مشہور وہ ہے جو دو سے زیادہ سندوں سے مروی ہو جیسا کہ نخبۃ الفکر وغیرہ کتب اصول میں مذکور ہے، حاصل کلام یہ کہ ان روایات صحیحہ سے صاف ظاہر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں امت کے احوال کی خبر نہیں ہوتی ورنہ آپ قیامت کے روز ایسا نہ فرماتے۔ جیسا کہ اسی حدیث کے ایک طریق میں آنحضرت کے یہ الفاظ ہیں، کہ اے اللہ میں جب تک ان میں موجود رہا ان کی نگرانی کرتا رہا، اور جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا، تو پھر تو ہی نگران تھا الآیۃ۔ پھر ایسی صورت میں کیوں کر یہ عقیدہ رکھا جا سکتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں امت کے حالات کی خبر ہوتی ہے۔

اگر کسے از اہل سیر روایتے ضعیف بلا سند صحیح بریں معنی نقل کند در جنب روایات صحیح بخاری و مسلم مقبول نخواہد بود بلکہ مردود شود عند العلماء المحققین المنصفین کما لا یخفی علی ماہر فن الحدیث والفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۹ (سید محمد نذیر حسین)

علمائے حنفیہ کا شرک شکن فتویٰ

سوال ۱۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یا نہیں، اور ان کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے یا نہیں؟

۳۔ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ جیسے پانی میں کھانڈ مل کر شربت بن جاتا ہے، ویسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا میں حل کر خدا بن گئے، اور احد و احمد میں فقط میم ہی کا پردہ ہے جو برائے نام ورنہ ذات ایک ہے، تو کیا اس کا یہ قول صحیح ہے؟

۴۔اہل قبور سے مدد مانگنا، ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، گیارھویں پکانا، تعزیہ بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب ۱۔ماسوائے اللہ عزوجل کے مخلوق میں سے کوئی بھی ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا یہ وصف اور درجہ صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔

۲۔عالم الغیب بھی ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، کیونکہ علم غیب وہی ہوتا ہے، جو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہ ہو۔

۳۔یہ کلام بہت ہی ناجائز اور گمراہی کا ہے۔

۴۔یہ سب امور بدعات و گمراہی کے ہیں، کیونکہ ان کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے نہیں ملتا۔ حبیب اللہ عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی الاجوبۃ کلھا صحیح۔ محمد یوسف مدرسہ امینیہ دہلی۔

(الانصاری ۱۱ مارچ ۲۷ سنہ ۳۲ء) اخبار محمدی دہلی جلد ۱۴ ص ۱۰ یکم جون ۱۹۳۴ء

حنفی مذہب کے علمائے کرام کا شرک شکن فتویٰ

سوال:۔ اُٹھتے بیٹھتے، یا رسول اللہ کہنا کیسا ہے، اللہ رسول کی مدد کہنا کیسا ہے، رسول کی قسم کہنا کیسا ہے، اللہ رسول کی امان کہنا کیسا ہے، قرآن و حدیث اور حنفی مذہب کی رُو سے تحقیقی جواب عنایت فرمایا جائے، اجرکم علی اللہ۔

جواب:۔ یہ تمام کلمات شریعت مقدسہ کی تعلیم کے خلاف ہیں، ان میں سے ہر موقعہ پر صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کا نام لینا چاہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ کے ماتحت مَنْهِي عَنْهُ ہے، محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلوی۔

الجواب صواب:۔ محمد شریف اللہ غفرلہ مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی۔

الجواب صحیح:۔ اشفاق الرحمٰن غفرلہ مدرس مدرسہ " " ۔

الجواب صحیح:۔ خادم العلماء سلطان محمود عفی عنہ " " ۔

الجواب حق:۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عبد الرب " " ۔

الجواب صحیح:۔ فخر الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری " " ۔

الجواب صحیح:۔ عبد الرحمٰن مدرس مدرسہ " " ۔

الجواب صحیح:۔ محمد اسحاق عفی عنہ

(اخبار محمدی جلد ۱۴ ش ۱۷ ۱۹۳۶ء)

میلاد النبی ؐ کے سلسلے میں ایک علمی اور تحقیقی بحث

از مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ

سوال: آج کل جا بجا ذکر ولادت نبوی ؐ کے سلسلے میں مجالس منعقد ہو رہی ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے لیکن جس طریقہ سے یہ مجلس منعقد ہوتی ہیں اور جو حالات و واقعات ان میں بیان کئے جاتے ہیں معلوم نہیں جناب اس کے متعلق کیا فرمائیں گے لیکن ہم انگریزی خوانوں کی جماعت اس قسم کی داستانوں کو کسی طرح نہیں قبول کر سکتی اور نہ کوئی صاحب عقل سلیم ان کو صحیح تسلیم کر سکتا ہے آپ ہمیشہ ہم انگریزی خوانوں کو الحاد و تفریح اور مذہبی غفلت کا الزام دیا کرتے ہیں اگرچہ جس مولویانہ انداز اور مصلحانہ طریق پر آپ سمجھایا کرتے ہیں اس سے ہم کو ذرا بھر ملال نہیں ہوتا بلکہ آپ کے ارشادات کو اپنے لئے موجب سعادت سمجھا کرتے ہیں لیکن خدا کے لئے اس بارے میں تو ہماری تشفی فرمائیے کہ آیا یہ واقعات صحیح ہیں اور مستند کتابوں میں ان کا ثبوت ملتا ہے اور ان میں شک کرنا نیچریت اور لا مذہبیت تو نہیں مثلاً یہ کہ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن آتش کدہ ایران ٹھنڈا ہو گیا قصر نوشیرواں کے کنگرے گر گئے خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے (۲) جب حضرت کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ کے پاس آیا نیز اس شب کو تمام جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی (۳) حضرت مریم اور حضرت آسیہ کا ولادت سے پہلے حضرت آمنہ کے پاس آنا اور بشارت دینا (۴) ولادت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لیے غائب ہو گئے اور پھر کسی نے بہشتی کپڑوں میں لا کر رکھ دیا (۵) آپ کی ولادت کے دن سورج کی روشنی بہت تیز ہو گئی اور کئی قسم کی روشنیاں فضائے آسمان میں نمودار ہو گئیں اور مختلف آوازیں سنائی دیں اور اس پر بھی اگر آپ روشنی ڈالیں کہ ان مجالس کی تاریخی حیثیت کیا ہے اور علماء سلف کی اس کے متعلق کیا رائے ہے

تو بڑی عنایت ہو گی

جواب: آپ کا جوش ایمانی اور جذبۂ تلاش حقیقت اور فکر اصلاح میرے نزدیک نہایت قابل قدر ہے آپ اس کو نیچریت اور لامذہبیت سے تعبیر کریں یا اسلام کی سادہ اور صحیح تعلیم کی تلاش جستجو کی مبارک سعی سے تعبیر کریں میرے نزدیک بلاشبہ آپ کی یہ مساعی مستحق تحسین اور لائق تشکر ہیں اس میں شک نہیں کہ آپ نے ایک نہایت اہم اور ضروری بحث چھیڑ دی ہے ان تمام ضعاف اور موضوع روایات کی تحقیق و تدقیق اور علماء سلف کے اقوال کے لیے تو ایک لبسیط کتاب کی ضرورت ہے اور اس کی گنجائش یہاں کم ہے لیکن تاہم کوشش کروں گا ضروری معلومات پیش کروں گا وھو الولی التوفیق۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی آپ کے اخلاق حسنہ کا ذکر اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا یقیناً ایسا فعل ہے کہ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیے سعادت دارین کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا لیکن افسوس ہماری قومی بدبختی یہی نہیں ہے کہ دینی اشغال بظاہر قائم نہیں رہے اور مذہبی اعمال کا خاتمہ ہو گیا ہے بلکہ ہمارے تنزل اور ادبار کے معنی ہیں کہ حقیقت غائب ہو گئی ہے اور روح اسلام مفقود ہو گئی ہے مجھے یہ شکوہ نہیں کہ مسجدیں اجڑ گئی ہیں کیونکہ کتنے جھاڑ اور فانوس ہیں جن سے مسجدیں بقعہ نور بنائی جاتی ہیں لیکن رونا یہ ہے کہ نماز کی حقیقت اور عبادت کی روح مفقود ہو گئی ہے افسوس حقیقت تو مفقود ہے اور محض رسمی تقریب کے مناظر ہر جگہ آپ کو نظر آئیں گے امراء نے اس کو اپنی نمائش اور ریا دولت کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے اور مسجد کے اماموں واعظوں اور قصہ خوانوں نے اپنی معاش کا ایک وسیلہ بنا لیا۔ ہے اور عوام اپنی بے بضاعتی اور جہالت کی وجہ سے ان کے دام میں مبتلا ہو گئے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

ضعیف روایات اور اصول نقد و جرح

جن روایات و حکایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے استفسار کیا ہے اس کے متعلق تو بعد میں عرض کروں گا لیکن ان روایات کے قبول و عدم قبول کے متعلق

بعض خیالات کا آپ نے ضمناً اظہار کیا ہے اس کو پہلے لیتا ہوں اور افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس سے قطعاً اتفاق نہیں میں اس کو ایک خطرناک اصولی غلطی سمجھتا ہوں جس میں آج کل کے مدعیان تحقیق اور رہروان جادہ تطبیق عقل و نقل مبتلا ہیں آپ فرماتے ہیں کہ ہم انگریزی خوانوں کی جماعت اس کو کسی طرح نہیں قبول کر سکتی اور نہ کوئی صاحب عقل سلیم ان روایات کو قبول کر سکتا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ جواباً گزارش کروں کہ روایات تو یقیناً صحیح نہیں ہیں لیکن یہ اصول بھی کب صحیح ہے کہ جو بات آپ کی عقل میں نہ آئے وہ یکسر غلط اور باطل ہے آپ کو یہ حق یقیناً حاصل ہے اور آپ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ روایات اصول نقد و جرح کے ماتحت کہاں تک صحیح اور قابل قبول ہیں اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ صرف اتنا پوچھ لینا ہی آپ کے حصول مقصد کے لیے کافی ہے لیکن یہ کہاں کا اصول تحقیق اور معیار حق و باطل ہے کہ کسی واقعہ کی صحت کے لیے پہلی شرط آپ کی عقل کی تصدیق ہے میں اس لیے آپ سے مکرر عرض کر رہا ہوں کہ آج کل بے تکلف اسی قسم کے جملے مدعیان تطبیق عقل و نقل کہہ دیا کرتے ہیں مگر وہ نہیں سمجھتے کہ کس قدر خطرناک راستہ کی طرف وہ اقدام کرتے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہی وہ سرحد ہے جہاں سے جماعت اہل حدیث کو آج کل کے مصلحین اور مدعیان تطبیق عقل و نقل سے الگ ہو جانا پڑتا ہے ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ جس حدیث اور روایت کو اپنے خود ساختہ معیار عقلی سے ذرا بھی الگ پاتے ہیں فوراً اس سے انکار کر دینے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں اور پھر اس انکار محض کو تطبیق معقول و منقول کے مرعوب کن الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں فیا اَسَفًا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ۔

قصص وحکایات کتب میلاد

آپ نے روایات کے متعلق استفسار کیا ہے ان میں سے ایک بھی واقعہ ایسا نہیں جو اصول حدیث یا فن روایت کی بنا پر صحیح تسلیم کیا جا سکے یا جس کو کتب معتبرہ محدثین میں روایت کیا گیا ہو صحاح ستہ ان قصص و حکایات سے بالکل خالی ہے عام مسانید اور مصنفات مشہورہ میں بھی کوئی قابل استدلال روایت نہیں حافظ سیوطیؒ نے

جمع الجوامع میں جمیع احادیث کا پورا پورا التزام کیا ہے لیکن ان روایات میں اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا کنز العمال میں آپ کی ولادت کے متعلق ایک مستقل باب موجود ہے مگر وہ نہایت مختصر ہے اور وہاں روایات کا کہیں ذکر نہیں کنز العمال کے باب الفضائل من قسم الافعال میں فضائل واعلام نبوت کے عنوان کے تحت دو تین طویل روایتیں ابن عساکر وغیرہ سے درج کی گئی ہیں جو یکسر ضعیف وموضوع ہیں اور مجہول راویوں سے مروی ہیں تاہم ان میں بھی ان واقعات ولادت کا کہیں پتہ نہیں پس دراصل ان قصص کا سرچشمہ وہ تین طویل حدیثیں ہیں جن کو حافظ ابو نعیم اصفہانی نے دلائل میں عمرو بن قتیبہ ابن عباس اور خود حضرت عباس کی نسبت سے روایت کیا ہے اور یہی وہ روایات ہیں جن کا آگے چل کر قصہ خوانوں اور مجلس آراواعظوں نے اپنی گرمی مجلس کے لیے استقبال کیا اور پھر آہستہ آہستہ تمام قصص وحکایات وکتب سیر متاخرین میں داخل ہو گئیں شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبری کی پہلی روایت میں ان تینوں روایات کا ذکر کیا ہے ہر روایت ایک پورے صفحے کی ہے اور ہم انھیں نقل نہیں کر سکتے لیکن ان کے ابتدائی جملے نقد وجرح کے سلسلہ میں آجائیں گے بہر حال یہ تینوں روایتیں قطعاً بے اصل ہیں بوجوہ ذیل۔

(۱) حافظ ابو نعیم اصفہانی پانچویں صدی کے بزرگ ہیں ان کی منزلت اور جلالت مرتبت سے انکار نہیں لیکن اس کو کیا کیجئے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت مسلّم ہے کہ فضائل ومعجزات میں رطب ویابس اور ضعیف وموضوع ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے ہیں اور اسی لیے امام ابن تیمیہؒ کو قاعدہ جلیلہ میں ان کی تصنیفات کے متعلق لکھنا پڑا

وفیہا احادیث کثیرۃ قویۃ صحیحۃ وحسنۃ وموضوعۃ وکذالك ما یرویہ فی فضائل الخلفاء فی کتاب مفراد اول حلیۃ للاولیاء۔

ترجمہ: اس میں بہت سے حدیثیں ہیں جو قوی وصحیح اور حسن ہیں اور بہت سی موضوع ہیں یہی حال ان احادیث کا ہے جو ابو نعیم نے خلفاء کے فضائل میں بصورت ایک کتاب مستقل کے روایت کی ہیں حلیۃ للاولیاء کے ابتدا میں۔ حافظ ابو نعیم

کے اس تساہل موضوعات پر سکوت اور جمع روایات میں عام بے احتیاطی کی شکایت صرف علامہ موصوف ہی کو نہیں بلکہ اسی قسم کی رائے حافظ ذہبیؒ نے میزان میں ظاہر کی ہے حافظ ابو نعیم اصفہانی کے معاصر ابن مندہ کے باہمی طعن وقدح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

لا اقبل قول کل منہما فی الاٰخر وھما عندی مقبولان لا اعلم ذنبا اکبر من روایتہما الموضوعات ساکتین علیہا (ترجمہ) میں ان دونوں میں سے کسی کے طعن کو دوسرے کے حق میں قبول نہیں کرتا میرے نزدیک دونوں مقبول ہیں مجھے تو ان دونوں کا گناہ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں معلوم کہ وہ موضوع روایات نقل کرتے ہیں اس کے متعلق خاموشی اختیار کر لیتے ہیں

(۲) اب ان روایت پر نظر ڈالیے ان میں سب سے پہلی روایت عمرو بن قیتبہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا اور وہ بہت بڑے عالم تھے ان کے والد بڑے عالم سہی لیکن یہ نہیں معلوم کہ انھوں نے یہ واقعات کیونکر معلوم کئے اور کس کے واسطے سے یہ نقل کر دیے ہیں کیونکہ یہ خود تو تبع تابعین کے ملنے والوں میں سے ہیں اور باصطلاح حافظ ابن حجر دسویں طبقہ کے راویوں میں سے ہیں نہ صرف یہ بلکہ ذکر ولادت کی اکثر روایتیں منقطع ہیں یعنی واقعہ تک راوی کا سلسلہ نہیں پہنچتا لیکن یہ روایت منقطع روایات میں بھی بدترین منقطع ہے دوسری روایت کے راوی اول حضرت ابن عباس ہیں لیکن اس کے بعد اس روایت میں سلسلہ رواۃ کا کچھ پتہ نہیں کہ کون کون ہیں جن کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کی گئی ہے تیسری روایت میں خود تصریح کر دی ہے واخرج ابو نعیم بسند ضعیف لیکن ضعیف روایت پر ہی قناعت نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ روایت سرے سے موضوع ہے خود حضرت ابن عباس ہیں اور وہ شروع حدیث میں بطور جملہ معترضہ فرماتے ہیں لَمَّا وُلِدَ اَخِیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَھُوَ اَصْغَرُنَا۔ میرا بھائی عبداللہ پیدا ہوا اور وہ تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا یہی جملہ اس روایت کے کذب و موضوع ہونے پر اندرونی شہادت ہے کیونکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ حضرت عبداللہ والد بزرگوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بڑے تھے نہ کہ چھوٹے حضرت ابن عبدالبرؒ استیعاب میں فرماتے ہیں وکان العباس

أسنّ من رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بسنتین وقیل بثلاث سنتین (ج ۲ ص۹۷)
جب خود حضرت عباس کی عمر آنحضرت سے صرف دو تین برس زیادہ تھی تو آپ کے والد عبداللہ سے کیونکہ بڑے ہو سکتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحٰق نے یہ روایت گھڑ کر حضرت عباس کی طرف منسوب کی ہے وہ اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ عباس بڑے ہیں یا عبداللہ اور یا جانتا ہو گا لیکن روایت کو معتبر بنانے کے لیے قصداً یہ ٹکڑا داخل کر دیا کہ معلوم ہو کہ حضرت عباس کے سامنے یہ واقعہ ولادت پیش آیا اور اس وقت وہ اچھے خاصے جوان تھے (۳)
لیکن ان سب سے بڑھ کر ایک قطعی شہادت جوان روایات کے موضوع ہونے کا آخری فیصلہ کر دیتی ہے یہ ہے کہ خود حافظ سیوطیؒ "خصائص کبریٰ" میں تینوں روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔ هذا الاثر والاثران قبله فیها نكارة شدیدة ولم اوردفی كتابی هذا اشد نكارة منها ولم تكن نفسی تطیب بایرادها لكنی تبعت الحافظ ابا نعیم فی ذالك رجلا
ترجمہ) یہ روایت اور اس سے قبل کی جو دو روائتیں ہیں ان میں سخت انکار و قباحت ہے اور اس سے زیادہ منکر روائتیں میں نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیں اور میرا دل ان کے نقل کرنے میں خوش تو نہ تھا لیکن میں نے محض حافظ ابو نعیم کی متابعت کرتے ہوئے ایسا کر دیا ہے حافظ سیوطی ہر طرح کی رطب اور یابس اور ضعیف اور موضوع روایات کے جمع کرنے میں مشہور ہیں لیکن ان روایات کی لغویت کا یہ حال ہے کہ وہ بھی با ایں ہمہ تساہل چپ نہ رہ سکے اور بے اختیار ہو کر انکار شدید ظاہر کیا اور روایات کے درج کرنے کی معذرت کی لیکن حافظ سیوطی کا یہ اقرار دلچسپ ضرور ہے کہ میں ہر طرح کی واہی اور منکر روائتیں لوگوں کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں جو لوگ مناقب و فضائل کے بیان کرنے میں اس قسم کے مصنفین پر اعتماد کر لیا کرتے ہیں ان کے لیے حافظ سیوطی کی اس عبارت میں بہت بڑا درس عبرت موجود ہے کاش کہ وہ اس سے سبق حاصل کر سکیں جو تھی روایت،

ان روایات کی بحث میں اکثر سوالات کا جواب آگیا ہے لیکن ابھی ایک اور روایت باقی ہے اس سے چوتھی روایت میں آتشکدہ ایران کے بجھ جانے قصر نوشیرواں کے کنگوروں کے گرنے اور کاہنوں کے پراسرار عجائب واظہارات کا ذکر ہے یہ روایت بھی پورے دو صفحہ کی ہے سیوطی نے خصائص میں اور حافظ ابو نعیم نے دلائل میں اس کو درج کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت کی ولادت کی رات کسریٰ کے ایوان میں زلزلہ محسوس ہوا اور اس کے چودہ کنگورے گر گئے ایران کی وہ آگ جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی اس روز بجھ گئی بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا نوشیروان نے وزراء اور مصاحبوں سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے بھی خواب میں دیکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں کوئی انقلاب ہو گا وغیرہ وغیرہ لیکن یہ روایت بھی قطعاً ناقابل اعتبار ہے اس کو روایت کرنے کے بعد حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں قال ابن عساکر حدیث غریب لانعرفه الامن حدیث ابن مخزوم عن ابیه تفرد به ابو ایوب (البجلی جلد ۱ ص ۵۱)

ترجمہ: ابن عساکر نے اس کی نسبت کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے جس کو سوائے ابن مخزوم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا ہے غرض اس قسم کی جس قدر روایات ہیں وہ موضوع منکر منقطع اور غریب ہیں اور یہی روایات بلا تغیر قلیل در بحذف واضافہ فضائل اور مناقب کی کتابوں میں ملتی ہیں جن کی بنیاد انہی روایات پر ہے افسوس کہ حافظ ابو نعیم اور سیوطی اور ان جیسے دوسرے بزرگوں کی بے اعتنائی تساہل بے احتیاطی اور جمع روایات کی خواہش نے آج اسلام کو شرمندہ غیار اور ہدف طعنہ مخالفین بنا دیا اور خود مسلمانوں کی تو تعلیما فتہ جماعت کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا سامان مہیا کر دیا فقط

اخبار الاعتصام جلد نمبر ۱۶

مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۲ء نمبر ۳ بحوالہ اخبار توحید امرتسر ۲۵/۳۶

حنفی علماء کرام کا متفقہ فتویٰ

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام محرم میں اہل بیت شہدائے کربلا کی تربتیں بنا کر نکالنا اور شاہراہ عام پر ماتم کرتے ہوئے لیجا کر مسلمان مردہ کی میت کی طرح زمین میں دفن کرنا۔ اہانت اسلام اور توہین اہل بیت ہے یا نہیں

(۲) یہ کہ کوچہ و بازار و شاہراہ عام پر شہدائے کربلا کے خود ساختہ راشوں۔ تربتوں۔ کے ساتھ خواتین اہل بیت کے بین آہ و بکا سینہ کوبی اور برہنہ سری کی من گھڑت واقعات کا بیان کرنا توہین اہل بیت ہے یا نہیں

(۳) یہ کہ اذان میں یا صلوٰۃ میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل کے الفاظ استعمال کرنے سے اہانت خلفائے ثلثہ ہے یا نہیں

المستفر۔ مسلمانان ضلع بلند شہر

الجواب بعون الملک الوہاب

جواب حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

نمبر۱ و نمبر۲ و نمبر۳ سب بدعت ہے اشرف علی عفی عنہ

علمائے دہلی حنفی۔

نمبر۱ و نمبر۲ یہ فعل شرعاً حرام ہے اور اس میں علاوہ توہین اہل بیت کے اسراف و تبذیر بھی ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ، الآیۃ فقط واللہ اعلم نمبر۳ ان الفاظ کا کہنا اور اضافہ کرنا اذان میں یا صلوٰۃ میں بدعت سیئہ اور گمراہی کا باعث ہے اور خلفاء ثلثہ کی اس میں توہین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تغلیط بھی اس میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تکذیب بھی اس میں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمان ہے لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ۔ الحدیث فقط واللہ اعلم

حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) یقیناً توہین اور حرام ہے اور خدائے قدوس نے اور نبی کریم نے اس قسم کے افعال کی کہیں اجازت نہیں فرمائی ہے۔

(۲) جواب سابق کی طرح یہ بھی ناجائز ہے سینہ کوبی کی ماتم کیلئے حدیث میں ممانعت اور تین دن سے زائد سوگ کسی کا جائز نہیں

(۳) اذان کے الفاظ موافق روایات منام بعد اذان بلال جو ثابت ہیں ان میں یہ الفاظ موجود نہیں اور نہ خیر القرون میں موجود ہے اس لیے یہ الفاظ بدعت ہیں۔ اسد خاں مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

الجواب صحیح خادم العلماء سلطان محمود عفی عنہ

صدر مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

لکھنوی علمائے حنفی

نمبر ۱ تا نمبر ۲ جو امور تحریر کئے گئے ہیں وہ سب ناجائز ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے پرہیز کرنا چاہیے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنے فتاووں میں تحریر فرماتے ہیں این چیزہا ہمہ ناروا است در کتاب السراج بروایت خطیب آوردہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ بِلَا مَزَارٍ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ شِمَا بَدَّرُوحَ دمرثیہ گفتن وخواندن وشنیدن آن بشرطیکہ تحقیر واہانت اہل بیت یا نسبت ظلم وستم بجناب آلہی نباشد بجانہ خودبیا کے ندارد وفاتحہ ودرود وصدقات نیز بجانہ خود مستحسن است وفریاد ونوحہ کردن سینہ کوبی نمودن وجزع نوردن ہمہ حرام است ودر حدیث است لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ۔ (ترجمہ یعنی نسبت از ما شخصے کہ جزع خورد وگر سر باواز نوحہ کند وگریبان درد ونیز در حدیث است لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاہِلِیَّۃِ این ہر دو حدیث در مشکوٰۃ المصابیح است۔ فقط واللہ اعلم

سوال نمبر ۳ میں ہمارے نزدیک صحابہ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اہانت ہوتی ہے اگر مسلمان حدود شرعیہ میں رہ کر ان کے غور کرنے کی کوشش کریں گے مشاب ہوں گے۔

واللہ اعلم بالصواب محمد عبد القادر عفی عنہ فرنگی محل لکھنؤ۔

آگرہ کے علمائے حنفی

تربت اہل بیت مصنوعی بنانا اور اس کے احکام عزاداری مرتب کرنا مَن زَارَ قَبرًا بِلَا مَقبُورٍ فَعَلَیہِ لَعنَۃُ اللّٰہِ۔ کا مصداق ہے اور مصنوعی تصاویر یا تماثیل کی تعلیم صریح بت پرستی ہوتی ہے یہ بدعت ضالہ اور حرکت فاحشہ رقاص کی ایجاد ہے۔ جن کے ہاں خاتمہ تمام اعمال کا صرف ماتم اہل بیت و تبرائے اہل مراتب نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر ہے نہ تو تبلیغ دین ہے۔ نہ تفعیہ و تذکرہ نہ تذکرہ نہ تبصرہ کا ذکر صرف مباکات پر نجات یا یقین ہے۔

خلیفۂ رسول بلا فصل سے مطلب قابل انکار مراتب و بیدلت شیخین ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو اس میں ایک کلمہ اور اضافہ ہو جائے تو پھر کچھ مضائقہ نہیں یعنی خلیفۂ رسول بلا فصل فی وقتہ اس کے متعلق لکھنؤ میں مناظرہ ہو کر عدالت سے طے ہوا تھا کہ یہ لفظ داخل تبرا ہے اور اعلان سے کہنے کی ممانعت ہے یہ ۱۳۰۲ھ تھا۔ خاکسار طالب علمی کرتا تھا۔ واللہ اعلم

المفتی محمد اعظم شاہ مفتی آگرہ

پھلواری کے علمائے حنفیہ

مکرمی السلام علیکم مضمون فتویٰ بہت پامال ہے مناظرہ کی کتابوں کا ملاحظہ فرمائیں اس موضوع پر مفصل اور تسلی بخش جواب کے لئے حضرت مولانا عبد الشکور صاحب ایڈیٹر النجم لکھنؤ سے خط و کتابت کریں۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

بریلوی علمائے حنفیہ

جواب نمبر ۱، اس طرح تربت نکالنا بدعت قبیحہ و ناجائز ہے اور ماتم کرنا بھی حرام ہے۔ حدیث ہے نَھٰی مَن ضَرَبَ الخُدُودَ وَشَقَّ الجُیُوبَ ایسی حرکتوں سے مسلمان کو باز آنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

جواب نمبر ۲: یہ بالکل حرام ہے شرع مطہرہ نے نوحہ دینے سے ممانعت فرمائی۔ اور اس کے فعل کو جاہلیت قرار دیا ہے پھر اس کو اہل بیت کی طرف نسبت کرنا ان کے پاک دامنوں پر بدنما دھبہ لگانا اور ان کی توہین ہے۔ جو ہرگز کسی مسلم کے لیے روا اور درست ہو سکتی نہیں

نمبر ۳: بلاشبہ یہ لفظ بلافصل کھلا ہوا تبرا اور خلفاء ثلاثہ بلکہ خود حضرت علی کی بھی کھلی ہوئی توہین ہے اُنہوں نے انکی خلافت کو جب وہ ناجائز تھی کیوں قبول فرمایا اور کیوں بیعت کی انہوں نے اپنے قول و فعل سے معاذ اللہ عیب زعم قائل باطل کی اہانت کی اور ایسا کہنے والا یقیناً ان کی توہین کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر امجد علی اعظمی عفی عنہ بریلوی

علی گڑھ کے علماء حنفیہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم:۔

جواب نمبر ۱: ماہ محرم وغیرہ میں کربلا کی قبروں کی تشبیہ بنا کر نکالنا اور ماتم کرنا یعنی سینہ کوبی کرنا بدعت سیئہ اور حرام ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں تعزیہ داری در عشرہ محرم و ساختن ضریح و صورت وغیرہ درست نیست آگے فرماتے ہیں و ساختن صورت قبور و علم وغیرہ اینہم بدعت است و ظاہر است کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ بنا شد نیست بلکہ بدعت سیئہ است۔ رہی یہ بات کہ ان تعزیوں کو ماتم کرتے ہوئے لیجا کر دفن کر دینا اہانت اسلام اور توہین اہل بیت ہے۔ تو اس میں شک نہیں اس میں توہین اہل بیت بہ ایں معنی ہے کہ اس فعل کا مرتکب جب ان تعزیوں کو شہدائے کربلا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور ان کی عظمت کرتا ہے پھر ان ہی کو توڑ مروڑ کر زمین میں دفن کرتا ہے تو گویا وہ اپنے زعم میں شہدا سے کربلا کی شبیہ قبور کو توڑتا مروڑتا ہے اور ان کی بے حرمتی کرتا ہے۔

جواب نمبر ۲: بے شک صورت مسئولہ میں اپنے واقعات کو جو بہتان اور بین گلی کوچوں میں بیان کرنا اہل بیت کی توہین ہے کیونکہ تاریخ کی کتابوں میں متفقہ طور پر کہیں ان واقعات

کا پتہ نہیں لگتا۔ پس اہل بیت کرام پر بہتان لگانا اور ان کی بام صبری کے امور مخترعہ کا بیان کرنا یقیناً بجان بوجہ کر ان کی توہین کرنا ہے۔ العیاذ باللہ

نمبر ۳:۔ اگر صورت مسئولہ میں مؤذن بافصل الفاظ مذکور میں خلیفہ بلا فصل معنی سمجھتا ہے۔ اور پھر عقیدۃً ایسا کہتا ہے۔ اور اس کی نیت وغرض خلفائے ثلاثہ کی منقصت تو وہ یقیناً توہین کا مرتکب ہے اور اگر وہ معنیٰ نہیں سمجھتا یا معنیٰ سمجھتا ہے۔ مگر عقیدۃً خلفائے ثلاثہ کی کما حقہم عظمت کرتا ہے۔ صرف فصل اور وصل میں اختلاف رکھتا ہے تب خلفائے ثلاثہ کی توہین اس سے ثابت نہ ہو گی۔ مگر بہر صورت وہ شخص مبتدع فاسق ہے۔ کیونکہ اجماع امت کے خلاف اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ وھذا مالا یخفی علیٰ من یلیہ ادنی درایۃ ونظا مۃ۔ واللہ اعلم۔

محمد حفیظ اللہ عبدی

اخبار محمدی دہلی جلد نمبر ۱۸ شمار نمبر ۱۳ ۱۹۴۰ء

سوال:۔ چہ مے فرمانید علمائے محققین از اہل سنت والجماعت کہ ایمان فی نفسہ یا بتفاضل اعمال قابل زیادت ونقصان است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بہر دو طریق قابل زیادت ونقصان وقوت وضعف است بلا ریب چنانکہ بر اہل بصیرت پوشیدہ نیست۔ کہ نور حسی شمس وقمر ونجوم متفاوت است۔ چہ نور شمس بہ نسبت نور قمر زیادہ تر تاباں ودرخشاں است۔ ہم چنیں نور ہر ستارہ بہ نسبت دیگرے بیشتر ونور چراغ پیش آفتاب بہ توے ندارد۔ وہم چنیں ظلمت متفاوت است زیرا کہ تاریکی شب ماہ بلا ابر بمقابلہ شب تاریک وظلمت ابر کثیف در تہ خانہ وغار کوہ وتہ دریا بجوئے نیرزد وعلیٰ ہذا القیاس نور معنوی ایمانی در قلوب عباد مومنین بحسب استعداد فطری وقوت نظری وریاضت نفی وامتثال بامورات واتقاء از منہیات بمقتضاء مشیت آلہی مراتب مختلفہ ومدارج متفاوتہ مے دارد۔ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ؀

ترجمہ:۔ اہل سنت والجماعت کے محققین علماء کی کیا رائے ہے۔ کہ ایمان بذاتہ

د نور ایمانی انبیاء علیہم السلام بیش از بیش از دیگر مؤمنین مانند صدیقین وشہداء وصالحین بدرجہا تم است اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ الآیۃ۔ وَقَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ ۔ ۔ ۔ الآیۃ مراد از نور در اینجا ذات بابرکات آنسرور کائنات است بہ سبیل مبالغہ بعد ازین نور دیگر مؤمنین ہم مراتب متفاوتہ دارد زیراکہ نور قلوب صدیقان زیادہ است بہ نسبت قلوب دیگر مؤمنان۔ نور قلوب مؤمنین کاملین زیادہ تر بہ نسبت نور عامہ مؤمنین زیراکہ نور ایمانی وہبی است

یا اعمال کی وجہ سے بڑھتا گھٹتا ہے یا نہیں۔

الجواب دونوں لحاظ سے ایمان میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے۔ اور قوت وضعف بھی آپ غور فرمائیں کہ ظاہری نور مثلاً سورج چاند اور ستاروں کے نور میں کتنا فرق ہے علی ہذا القیاس اندھیروں میں بھی کمی بیشی ہے چاندنی چھٹکی ہوئی رات کی تاریکی اور ابر آلود اندھیری شب کی تاریکی میں بہت بڑا فرق ہے۔ خصوصاً جب کہ آدمی کسی غار یا سمندر کی تہ میں ہو ۔ معنوی نور کی بھی یہی کیفیت ہے۔ فطری استعداد ریاضت نفسی اور تعمیل اوامر اور اجتناب عن المعاصی کے مختلف مراتب مدارج کے لحاظ سے نور ایمانی میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا نور ایمانی بہ نسبت دوسرے مؤمنوں مثلاً صدیقین۔ اور صالحین کے نور ایمانی سے بہت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی ہے۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بر سبیل مبالغہ نور فرمایا ہے اور پھر دوسرے مومنوں کے نور ایمانی میں بھی فرق ہے۔ شہداء کا نور ایمانی دوسرے مومنوں سے زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ایمان ایک وہبی چیز مشیت ایزدی پر موقوف ہوتی ہے۔ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نگاہ دوررس عطا کر رکھی ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الآیۃ نور ایمانی کے مختلف درجات و مراتب کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے قاضی ناصر الدین بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو مراتب کے لحاظ سے چار درجوں میں تقسیم کر دیا

وہبہ و انعام بر کافہ انام از خاص و عام حسب مشیت ایزد منعام متفاوت الدرجات است۔ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ الآیۃ چناں کہ بر ذوی الافہام کہ بر مبادی احکام مستبصر و متدبر اند مخفی نیست چنانچہ آیت کریمہ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ باختلاف مراتب نور ایمانی و تفاوت درجات وجدانی بنابر شرح صدور و حلاوت روحانی این مراتب متفاوتہ ہرچہ وازینجا قاضی ناصر الدین بیضاوی در تفسیر خود گفتہ قسمہم اربعۃ اقسام بحسب منازلہم۔ انتہی ما عبہ مختصرا

پس درین صورت چگونہ گفتہ شود کہ ہمہ عباد مومنین در ایمان ساوی اند لا یزید ولا ینقص و منشاء این عدم تدبر قرآن و حدیث است و منبائے ایمان بتقلید متکلمین است زیرا کہ آیات قرآنیہ مانند يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وقولہ تعالیٰ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ الآیۃ وقولہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ الآیۃ وقولہ تعالیٰ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وغیرہا من الآیات الکثیرۃ در ہر جا کہ واقع شدہ مراد ازان کفر و ایمان است

ہے پس اس صورت میں کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ تمام مومنوں کا نور ایمانی ایک جیسا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہے۔ دراصل ایمان میں کمی بیشی نہ ہونے کا خیال محض قرآن میں عدم تدبر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی بنیاد متکلمین کی تقلید ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی آیتوں مثلاً يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ الآیۃ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ الآیۃ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ الآیۃ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ وغیرہ میں جہاں کہیں بھی نور کا ذکر ہے۔ وہاں نور ایمانی مراد ہے۔ ماسوائے سورہ انعام کی آیت کے جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ الآیۃ کہ وہاں ظلمات اور نور سے رات دن مراد ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایمان کا وجود یعنی نور ہے۔ اور یہ نور شرح صدر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور شرح صدر کے مدارج چونکہ مختلف ہیں اس لئے لازمی طور پر نور ایمان کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔ چنانچہ امام راغب نے مفردات القرآن میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کا مرتبہ چونکہ

باتفاق مفسرین مگر در سورۂ انعام جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ کہ مراد ازان لیل ونہار است۔

دیگر ظاہر کہ وجود علمی ایمان نور است واین نور ایمانی حسب مراتب شرح صدر است بدلیل این آیت: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الآیۃ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ ـ يعرفه طريق الايمان ـ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فيتّبع له وينفسح وهو كناية عن جعل النفس قابلة للحق مهياة لحلوله مصفاة عما يمنعه وينافيه واليه اشار عليه السلام حين سئل عنه فقال نور يقذفه الله في قلب المؤمن فينشرح وينفسح فقالوا هل لذلك امارة يعرف بها فقال نعم الانابة الى دار الخلود والتجافي عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزوله كذا في البيضاوي وغيره پس انابت وتجافی واستعداد بقدر انشراح صدر حاصل خواہد بود وانشراح صدر متفاوت الدرجات است پس این امور قلبیہ باندازہ شرح صدر حاصل نیز متفاوت خواہند بود۔ كما لا يخفى على المتأمل الماهر۔ وَاَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔

باختلاف استعداد ہر کس تفاوت بسیار میدارد از شرح صدر منبسط شدن صدر بنور الٰہی است چنانچہ امام راغب در مفردات قرآن گفتہ ودر بسط وانبساط آن مراتب متفاوتہ است کہ در بابین ہر مرتبہ بودن بعید است چہ بسط کمال نور در شرح صدر انبیاء علیہ السلام اتم از اتم است واز آنہا شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوقیت زیادت کمال میدارد۔ لہذا در آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ لفظ لَكَ واقع شد تا کمال شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنور علمی ونور ایمانی از ہمہ فوق ما فوق گردد وازیں جہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمودند کہ انا اتقاکم واعلمکم باللہ وبعثت لاتمم مكارم الاخلاق۔ نعم ما قيل ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ وبنا بر تفاوت شرح صدر۔ محبت ورغبت الی اللہ بہمہ تن وخوف وخشوع وتفرع وخشیت وصبر وقناعت وتسلیم ورضا بالقضاء وتنفر از زخارف دنیا واجتناب از معاصی وحرص وہوا در دل مومن پیدا میشود ہر کہ بصفات

تمام انبیاء سے بلند ہے لہذا ان کا ایمان بھی سب سے زیادہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے اَنَا اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ الحدیث چنانچہ محبت رغبت الی اللہ میں اور

تمام متصف گردید۔ مومن کامل شد۔ وہر کہ متصف بعض صفات شدہ مومن ناقص خواہد بود۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا۔ الآیۃ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ الآیۃ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ الآیۃ۔ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ الآیۃ الخشیۃ خوف یشوبہ تعظیم واکثر ما یکون علم بما یخشی منہ ولذلک خص بعض العلماء بہا فی قولہ تعالٰی اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کذا فی مفردات القرآن للامام راغب اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الکاملون فی الایمان اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا لزیادۃ المؤمن بہ لاطمینان النفس ورسوخ الیقین بتظاہر الادلۃ او بالعمل بموجبہا وھو قول من قال الایمان یزید بالطاعۃ وینقص بالمعصیۃ بناءً علی ان العمل داخل فیہ وعلیٰ ربہم یتوکلون۔ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لانہم حققوا ایمانہم بان ضموا الیہ مکارم اعمال القلوب من الخشیۃ والاخلاص والتوکل ومحاسن افعال الجوارح التی ھی العلیا علیہا الصدقۃ والصدقۃ انتہیٰ ما فی البیضاوی مختصراً واز آیت ماقولوا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔

ایں جا آنچہ مذکور شد ارکان ایمان وواجبات اعتقادی بود حالا ہادی مطلق می فرماید کہ بریں قدر قناعت نہ کنید۔ بلکہ ازیں مرتبہ بالا ترقی بوئید وبگوئید کہ ما اختیار کردیم صبغۃ اللہ یعنی رنگ خدا داد خود را برنگ او رنگین کردیم۔ چنانچہ رنگ در ظاہر وباطن جامہ نفوذ می کند وآن جامہ ہائے دیگر ممتاز می شود ورنگ ما رنگ خدا است۔ کہ از تہ دل می جوشد ودرون وبیرون را رنگین می کند وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً۔ وکیست خوبتر از خدا رنگ کردن وایں رنگ خدا یا صحیح اقوال رنگ ملکہ راسخہ انقیاد واطاعت واطمینان یاد او وامروز ای اوست عز شانہ وتشریح ایں در تفسیر عزیزی باید دید

خشوع وخضوع۔ صبر وقناعت تسلیم ورضا اور اجتناب از معاصی وحرص وہوا کے تفاوت درجات کی بنا پر ایمان میں زمین وآسمان کا فرق پیدا ہو جاتا ہے بیضاوی نے اس مقام پر خشوع اور زیادت ایمان کی آیات کو جمع کیا ہے۔

غرض و مطلب از بیان آیت صِبْغَةَ اللّٰهِ این است کہ رنگ خدا کہ عبارت از ملکہ انقیاد نام است متفاوت الدرجات است بنظر استعداد فطری ہر انسان چہ کسیکہ بصفات کاملہ متصف است۔ پس او مؤمن کامل است و کسیکہ بر تمام صفات کاملہ متصف نیست او ناقص است۔ پس ازیں زیادت و نقصان در ایمان محقق گردید نعم ما قیل ؎

آنانکہ خاک راہ ترا طوطیا کنند ✤ بے پردہ گر بدیدہ در آئی چہا کنند

حالا بر اصل مقصد می آیم کہ قول ابراہیم در قرآن مجید اول است برایں کہ ایمان فی نفسہ قابل زیادت و نقصان است زیراکہ مرتبہ اطمینان کہ بمشاہدہ عیان شود اقوی و اعلیٰ است از مرتبہ استدلال و ایقان قال اللہ تعالیٰ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ الاٰية فقال ابراهيم عليه السلام ولكن ليطمئن قلبي اشارة الى سعيد بن جبير ومجاهد وغيرهما لهذه الاٰية فروى ابن جرير بسند صحيح الى سعيد بن جبير قال قوله ليطمئن قلبي اى ليزداد يقيني وعن مجاهد قال لازداد ايمانا الى ايماني واذا ثبت ذلك عن ابراهيم مع ان نبينا امر باتباع ملته كان كانه ثبت عن نبينا صلى الله عليه وسلم انتهى ما فى فتح البارى مختصرا وهكذا فى التفاسير و ايضاً است قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الصبر نصف الايمان كما رواه ابو نعيم فى الحلية والبيهقى فى الزهد ولفظ النصف صريح فى التجزية انتهى ما فى الفتح البارى مختصرا وعن ابى سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم يقول الله عز وجل اخرجوا من النار من كان فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان كما رواه البخارى وغيره۔

ترجمہ۔ اب تک جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ایمان کے ارکان اور اعتقادی واجبات تھے خداوند تعالیٰ تو اس سے بھی زیادہ بلند مراتب کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم کہو ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کیا اور اللہ کے رنگ سے اور کونسا رنگ بہتر ہو سکتا ہے۔ اور رنگ کپڑے کے ظاہر اور باطن میں نفوذ کر جاتا ہے۔ اور رنگ سے مراد یہاں پوری اطاعت اور فرمانبرداری ہے پھر جو طرح کپڑے پر کبھی رنگ گہرا ہوتا ہے۔ اور کبھی ہلکا۔ یہی کیفیت اطاعت کی کمی بیشی سے پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ صفات کاملہ سے متصف ہوتے ہیں

ونیز در آخر صحیح بخاری مذکور است

از ابوسعید خدری مروی است این قدر ایمان اقل القلیل است ونہایت کمتر وزیادت را حدے نیست وماثبت من امور الاٰخرۃ لادخل فیہ للعقل کذا فی فتح الباری۔

بدانکہ مذہب سلف آن است کہ ایمان اعتقاد است بجنان وقول است بلسان وعمل است بارکان ومراد آنہا آن است کہ اعمال داخل یا شرط اند در کمال ایمان نہ در نفس آن واز ہمیں جا ممکن شد برائے آنہا قائل شدن بانکہ ایمان زیادت ونقصان قبول می کند ومرجیہ گویندکہ ایمان عبارت از اعتقاد است بدل واقرار بزبان بس بس وکرامیہ گویند۔ کہ ایمان عبارت از نطق لسان است بتنہا دتین وبس ومعتزلہ گویند۔ کہ ایمان عبارت است از اعتقاد وقول وعمل وفرق در میان قول سلف ومعتزلہ آن است کہ سلف اعمال را شرط در کمال ایمان می کنند ومعتزلہ شرط در صحت ایمان ویزید وینقص یعنی ایمان زیادہ میشود وکم۔ ودرین مسئلہ

ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ اور جو صفات کاملہ میں ناقص ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان بھی کم ہوتا ہے۔ اب ہم اس بحث کو ایک اور طریقہ سے شروع کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔ کہ آپ نے عرض کیا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ یہ آیت سب سے بڑی دلیل ہے کہ نفس ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ایمان صرف تصدیق اور اقرار ہی کا نام ہو تو اس میں کبھی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق اور اقرار میں کچھ فرق آیا تھا اور ابوسعید خدری کی حدیث میں صاف مذکور ہے۔ کہ جب جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہ جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی دوزخ سے نکال لو اور ابوسعید کی دوسری حدیث میں جس کو بخاری روایت کیا ہے۔ یہ لفظ ہیں کہ جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے نکال لو تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تنزلی ایک ذرہ تک بھی معتبر ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ ابوبکر

نیز اختلافات است۔ پس مذہب سلف آن است کہ ایمان زیادت ونقصان می پذیرد۔ واکثر متکلمین ازین منکر اند۔ وہمیں مذہب حنفیہ است وگویند۔ کہ اگر قبول کند زیادت ونقصان را پس آن شک وکفر باشد۔ واین ہم فہم محض ایشان است۔ چہ دلیلے شرعی بر آن نیست۔ زیرا کہ شارع نقصان آن را بمقدار دانہ خردل یا زیادہ اعتبار کردہ۔ پس حد نقصان تا بمقدار دانہ خردل یا ذرہ نزد شارع معتبر است وکمتر از ان معتبر وقبول نیست۔ چنانکہ از حدیث ابوسعید خدریؓ کہ سابق گذشت مستفادی شود۔ وما دون خردل وذرہ موجب شک وکفر خواہد بود۔ وپُر ظاہر کہ زیادت ونقصان امر اضافی است ونقصان کم از دانہ خردل نزد شارع مراد نیست۔

ومختار آن است۔ کہ نفس تصدیق نیز زاید وناقص می شود وبکثرت نظر غائر ووضوح ادلہ چنانکہ قول حضرت ابراہیم لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي الآیۃ بران ادل است۔ واگر نفس تصدیق متفاوت نمی بود پس لازم می آید۔ کہ ایمان انبیاء علیہ السلام وایمان عامہ مومنین مساوی شد حالانکہ این چنین نیست فی الواقعہ ولہذا ایمان صدیقین قوی تراست از ایمان سائر مومنین۔ چنانکہ در حدیث وارد شدہ وَلَوْ تَزِنَ ایمان ابی بکر بایمان الامۃ لرجح ایمان ابی بکر کما فی

ترجمہ: اگر ابوبکر کے ایمان کو تمام امت کے ایمان سے تولا جائے تو بھی ابوبکر کا ایمان ان سے بڑھ جائے گا۔ سلف صالحین کا مذہب یہ تھا کہ ایمان دل کے اعتقاد وزبان کے اقرار اور اعضاء کے اعمال کا نام ہے اور وہ اعمال کو ایمان کا جز یا شرط قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایمان کی کمی وبیشی کے قائل ہیں مرجیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان دل کے اعتقاد اور زبان کے اقرار کا نام ہے فقط کہ کرامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان صرف توحید ورسالت کے اقرار کا نام ہے۔ معتزلہ کا خیال ہے۔ کہ ایمان دل کے اعتقاد وزبان کے اقرار اور اعضاء کے اعمال کا نام ہے سلف صالحین اور معتزلہ کے مذہب میں فرق یہ ہے کہ سلف اعمال کو کمال ایمانی کیلئے شرط قرار دیتے ہیں اور معتزلہ صحت ایمانی کیلئے چنانچہ بخاری شریف کے باب الایمان یزید وینقص کے تحت علامہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس بحث کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

فی الجامع الصغیر للسیوطی وغیرہ من کتب الحدیث للبیہقی قوله یزید وینقص اه الکلام هنا فی المقامین احدهما کونه عملاً وقولاً والثانی انه یزید وینقص فاما القول فالمراد به النطق بالشهادتین واما العمل فالمراد به ما هو اعم من عمل القلب والجوارح لیدخل الاعتقاد والعبادات والمراد من ادخل ذلک فی تعریف الایمان ومن نفاه انما هو بالنظر الی ماعند الله تعالی فالسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان واراد بذلک ان الاعمال تشترط فی کماله ومن ههنا نشاء لهم القول بالزیادة والنقصان کما سیاتی والمرجیة قالوا هو اعتقاد والنطق فقط والکرامیة قالوا هو النطق والمعتزلة قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بینهم وبین السلف انهم جعلوها شرطاً فی کماله وهذا کله کما قلنا بالنظر الی ماعند الله تعالی واما بالنظر الی ماعندنا فالایمان هو الاقرار فقط فمن اقر اجریت علیه الاحکام فی الدنیا ولم یحکم علیه بالکفر الا ان اقترن به فعل یدل علی کفره کالسجود للصنم واما المقام الثانی فذهب السلف الی ان الایمان یزید وینقص وانکر ذلک اکثر المتکلمین وقالوا متی قبل ذلک کان شکا قال الشیخ محی الدین الاظهر المختار ان التصدیق یزید وینقص بکثرة النظر ووضوح الادلة ولهذا کان ایمان الصدیقین اقوی من ایمان غیرهم بحیث لایعتریه الشبهة ویؤیده ان کل احد یعلم ان مافی قلبه یتفاضل حتی انه یکون فی الاحیان اعظم یقیناً واخلاصاً وتوکلاً منه فی بعض الاحیان کذلک فی التصدیق والمعرفة بحسب ظهور البراهین وکثرتها وقد نقل محمد بن نصر المروزی فی کتابه تعظیم قدر الصلوٰة عن جماعة من الائمة نحو ذلک وما نقل عن السلف صرح به عبدالرزاق فی مصنفه عن سفیان الثوری ومالک بن انس والاوزاعی وابن جریج ومعمر وغیرهم وهؤلاء فقهاء الامصار فی عصرهم وکذلک نقله القاسم اللالکائی فی کتاب السنة عن الشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن راهویه وابی عبید وغیرهم من الائمة وروی بسنده الصحیح عن البخاری قال لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رایت احدا منهم یختلف فی ان الایمان قول وعمل و یزید وینقص واطنب ابن ابی حاتم واللالکائی فی نقل ذلک بالاسانید عن جمع

کثیر من الصحابۃ والتابعین وکل من یدور علیہ الاجماع من الصحابۃ والتابعین وحکاہ فضیل بن عیاض ووکیع عن اہل السنۃ والجماعۃ وقال الحاکم فی مناقب الشافعی حدثنا ابو العباس الاصم انبانا الربیع قال سمعت الشافعی یقول الایمان قول وعمل ویزید وینقص واخرجہ ابونعیم فی ترجمۃ الشافعی من الحلیۃ من وجہ اخر عن الربیع وزاد یزید بالطاعۃ وینقص بالمعصیۃ ثم تلا ویزداد الذین اٰمنوا ایمانا ثم شرع المصنف (ای البخاری) یستدل لذلک بآیات من القرآن مصرحۃ بالزیادۃ وثبوتہا یثبت المقابل فان کل قابل للزیادۃ قابل للنقصان ضرورۃ انتہی ما فی فتح الباری من ابتداء شرح کتاب الایمان للبخاری وامام بخاری در ابتداء کتاب الایمان آوردہ الحب والبغض فی اللہ من الایمان واستدل علی ذلک ان الایمان یزید وینقص لان الحب والبغض یتفاوتان وقولہ ایضا فان للایمان فرائض ای اعمالا مفروضۃ وشرائع ای عقائد دینیۃ وحدودا ای منہیات ممنوعۃ وسننا ای مندوبات فمن استکملہا ای الفرائض وما معہا فقد

یقیہ ترجمہ: یہ بھی یاد رہے کہ ایمان کی کمی بیشی کی بحث کا تعلق یوم آخرت اور خدا تعالیٰ سے ہے۔ کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ایمان کی کمی بیشی کے لحاظ سے فرق مراتب کریں گے۔ ورنہ دنیا میں کسی کے ایمان میں فرق مراتب نہیں ہوسکتا۔ جو شخص بھی ایمانیات کا اقرار کرے گا۔ اس کو ہم مؤمن ہی کہیں گے اور اس پر مومنوں کے احکام جاری ہوں گے تاوقتیکہ وہ کسی صریح عمل کفر کا ارتکاب نہ کرے مثلاً کوئی بت کو سجدہ کردے۔ محمد بن نصر مروزی اور قاسم لال کائی نے بہت سے اماموں اور فقہاء کے نام گنائے ہیں۔ جن کا مذہب تھا۔ کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور قاسم نے بسند صحیح امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں مختلف شہروں میں قریباً ایک ہزار عالم سے ملا ان میں سے ایک نے بھی ایمان کی کمی بیشی سے اختلاف نہیں کیا۔ امام بخاریؒ نے حدیث اَلْحُبُّ وَالْبُغْضُ فِی اللہِ بیان کرکے اس سے بھی ایمان کی کمی بیشی کا استدلال کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے تو ضروری ہے کہ ان میں سے اگر کوئی رکن رہ جائے گا تو اس قدر اسلام کم ہوجائے گا اور شرعی اعتبار سے اسلام اور ایمان ایک ہی چیز ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْہَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور پھر فرماتے ہیں فَمَا وَجَدْنَا فِیْہَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ تو جس قدر اسلام کم ہوگا ایمان بھی کم ہوگا۔

استکمل الایمان والمراد انہا من المکملات لان الشارع اطلق علی مکملات الایمان ایمانا انتہی ما فی ختم الباری مختصرا عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام بنا کردہ شدہ است اسلام علی خمس بر پنج ارکان واسلام بنظر حقیقت شرعیہ با ایمان اتحاد میدارد در تصدیق و علی ہذا۔ قال اللہ تعالی فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین الآیۃ یک از پنج ارکان ستون است برائے اسلام ۔

پس درین کلام آن خیر الانام تشبیہ دادہ شد اسلام را بیک چیزے کہ مبنی بر ستونہا باشد بر سبیل استعارہ بالکنایۃ و مقابلات کردہ شد بسوئے اسلام بنا را کہ از خواص مشبہ بہ است بر طریق تخییل ۔ واگر گفتہ شود کہ چہار اخیرہ کہ در حدیث مذکور اند مبنی بر شہادتین مذکورین اند چہ آن ہر چہار بدرجہ صحت نمیرسند ۔ مگر وقتیکہ شہادت موجود باشد و یافتہ شود ۔ پس ضم مبنی بسوئے مبنی علیہ در یک مسمی چگونہ صحیح باشد ۔ جوابش آن است کہ جائز است اول یک شے مبنی بر یک امر باشد ۔ بعد ازان بران ہر دو یک شے ثالث مبنی شود و آن ہر دو مبنی علیہ از برائے آن شے ثالث باشند واگر گفتہ شود مغایرت مبنی بر مبنی علیہ لازم است ۔ جواب آنکہ مجموعہ از جہت انفراد غیر است و از جہت جمع عین است ۔ چنانکہ یک خانہ از موئے بنا کردہ شود بر پنج ستونہا کہ یکے از آنہا وسط باشد ۔ ودیگر بر چہار طرف ارکان باشند ۔ پس وقتیکہ وسط قائم باشد بر آئینہ مسمی بیت وخانہ قائم است اگرچہ بعضے از ارکان ہائے وے بیفتند در ہنگامے کہ وسط افتد مسمی بیت وخانہ زائل گردد اگرچہ ہر چہار ارکان قائم باشند ۔ پس خانہ من حیث المجموع خود یک شے است و بنظر افراد اشیاء کثیرہ است و بنظر باساس اصل است ایمان اند یا باب است در میان امورے کہ خصوصیت با ایمان دارند در تحقق حقیقت و تکمیل ماہیت او، باب امور الایمان بالاضافۃ الیہا نیۃ کل لن

یہاں بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ پانچ ارکان اسلام میں سے آخری چار چیزوں کی بنیاد کلمہ توحید اور رسالت پر ہے کیونکہ اگر شہادتین نہ ہوں تو باقی چار چیزیں نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوۃ قبول نہ ہوتیں ۔ تو معلوم ہوا کہ کلمہ شہادتین مبنی علیہ ہے اور باقی چار چیزیں مبنی ہیں ۔ اور مبنی اور مبنی علیہ میں مغایرت ہوتی ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ اعمال ایمان کی اصل حقیقت سے خارج ہیں ۔ اس کا

المراد بیان الامور التی ھی الایمان لان الاعمال عند المولف ھی الایمان او بمعنی اللام ای باب الامور الثابتۃ للایمان فی تحقق حقیقتہ وتکمیل ذاتہ کذا فی ارشاد الساری وقال فی فتح الباری المراد بیان الامور التی ھی الایمان والامور التی للایمان انتہی کلامہ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایمان بضع وسبعون شعبۃ بالضم قطعۃ والمراد الخصلۃ والجزء انتہی۔

مافی فتح الباری مراد مؤلف رحمۃ اللہ علیہ آن است کہ ازیں حدیث معلوم می شود بطریق صراحت نہ بطور اشارت کہ اطلاق اسم ایمان بر اقوال وافعال صحیح است وزیادت و نقصان ازاں صریح است حسب فرمودہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کما لا یخفی علی اہل فی طالب العلم وآیت کریمہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ای صلوتکم عند البیت کما فی البخاری وغیرہ من کتب الحدیث وغیرہ، اطلاق ایمان بر اعمال۔ وحدیث الایمان بضع وسبعون شعبۃ نیز مشعر و مخبر است وغیرہا اعمال در ایمان ان ھذہ الشعب تتفرع عن اعمال القلب واعمال اللسان واعمال البدن فاعمال القلب فیہ المعتقدات والنیات وتشتمل علی اربع وعشرین خصلۃ الایمان باللہ ویدخل فیہ الایمان بذاتہ وصفاتہ وتوحیدہ وبانہ لیس کمثلہ شیء واعتقاد حدوث ما دونہ والایمان بملائکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ وشرہ والایمان بالیوم الآخر ویدخل فیہ المسئلۃ فی القبر والبعث والحساب والمیزان والصراط والجنۃ والنار ومحبۃ اللہ والحب والبغض فیہ ومحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واعتقاد تعظیمہ ویدخل فیہ الصلوٰۃ علیہ واتباع سنتہ والاخلاص ویدخل فیہ ترک الریا

جواب یہ ہے کہ ایک چیز کی بنیاد کسی شے پر ہو اور پھر وہ دونوں چیزیں مل کر ایک تیسری چیز کیلئے بنیاد ہوں یہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک مکان کو لیجئے۔ اس میں بحیثیت افراد اینٹ لکڑی مٹی۔ لوہا وغیرہ بہت سی چیزیں ہیں۔ اور بحیثیت مجموعی ان تمام چیزوں کو ایک ہی لفظ مکان سے تعبیر کر لیا جاتا ہے ایک درخت اپنی شاخوں کی حیثیت سے بہت سی چیزوں پر مشتمل ہے۔ اور بحیثیت مجموعی وہ ایک درخت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان کو درخت سے تشبیہ

والنفاق والتوبة والخوف والرجاء والشكر والوفاء والصبر والرضاء بالقضاء والتوكل والرحمة والتواضع ويدخل فيه توقير الكبير ورحم الصغير وترك الكبر والعجب وترك الحسد وترك الحقد وترك الغضب واعمال اللسان تشتمل على سبع خصال اللفظ بالتوحيد وتلاوة القرآن وتعلم العلم وتعليمه والدعاء والذكر ويدخل فيه الاستغفار واجتناب اللغو واعمال البدن تشتمل على ثمان وثلاثين خصلة منها ما يختص بالاعيان وهي خمسة عشر خصلة التطهير حسا وحكما ويدخل فيه اجتناب النجاسات وستر العورة والصلوة فرضا ونفلا والزكوة كذلك وفك الرقاب والجود ويدخل فيه اطعام الطعام واكرام الضيف والصيام فرضا ونفلا والاعتكاف والتماس ليلة القدر والحج والعمرة كذلك والطواف والفرار بالدين ويدخل فيه الهجرة من دار الشرك والوفاء بالنذر والتحري في الايمان واداء الكفارات ومنها ما يتعلق بالاتباع وهي ست خصال التعفف بالنكاح والقيام بحقوق العيال وبر الوالدين فيه اجتناب العقوق وتربية الاولاد وصلة الرحم وطاعة السادة والرفق بالعبيد ومنها ما يتعلق بالعامة وهي سبع عشرة خصلة القيام بالامرة مع العدل ومتابعة الجماعة وطاعة اولي الامر والاصلاح بين الناس ويدخل فيه قتال الخوارج والبغاة والمعاونة على البر ويدخل فيه الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واقامة الحدود والجهاد والمرابطة واداء الامانة ومنه اداء الخمس واكرام الجار وحسن المعاملة وفيه جمع المال من حله وانفاق المال في حقه ومنه ترك التبذير والاسراف ورد السلام وتشميت العاطس وكف الضرر عن الناس واجتناب اللهو واماطة الاذى عن الطريق فهذه تسع وستون خصلة ويمكن عدها تسع وسبعين خصلة باعتبار افراد ما ضم بعضه الى بعض بما ذكر

دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں۔ اور وہ شاخیں سب اسلام کے احکام ہیں فتح الباری میں ان تمام شاخوں کو ایک ایک کر کے گنایا ہے اور تمہارے قول کے مطابق تو ایمان کی سرے سے کوئی شاخ ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ صرف تصدیق اور اقرار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے احکام کو ایمان کی شاخیں قرار دے کر ان کو ایمان کا جزو بنا دیا۔ قرآن

واللہ اعلم انتہی مافی فتح الباری واستدل الشافعی واحمد وغیرھما علی ان الاعمال تدخل فی الایمان بھذہ الآیات وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمۃ وقال لیس علیھم حجۃ اجح من ھذہ الآیۃ وایضا استدل علی ذلک ان الایمان یزید وینقص انتہی۔ مافی فتح الباری۔ بدانکہ استدلال امام شافعیؒ واحمدؒ ودیگر سلف صالحین این است کہ مشار الیہ ذلک کل ماتقدم است وہمیں صحیح وحق است بدلیل سوال جبریل علیہ السلام از اسلام وایمان واحسان وفرمودن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ راھذا جبریل جاء لیعلم الناس دینھم پس ہمہ رادین قرار داد۔ چنانکہ تمام حدیث عنقریب می آید وہرگاہ کل ماتقدم مشار الیہ ذلک شد ودین اسلام است لقولہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام الآیۃ۔ واسلام عین ایمان است زیرا کہ ایمان اگر غیر اسلام باشد پس آں مقبول عند اللہ ہرگز نخواہد بود لقولہ تعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ الآیۃ فثبت ان الاعمال دین والدین اسلام والاسلام ایمان فلام ان یکون داخلۃ فی الایمان وحدیث سوال کردن جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را از ایمان واسلام واحسان مؤید است در دخول اعمال کا صلہ در دین نقال ما الایمان یعنی جبریل علیہ السلام قال یعنی جواب فرمود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم برائے آن مرد الایمان ان تؤمن باللہ وملائکتہ وبلقائہ ورسولہ وان تؤمن بالبعث قال باز گفت آں مرد سائل ما الاسلام قال فرمود رسول مقبول رب العلمین الاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوٰۃ وتودی الزکوٰۃ وتصوم رمضان الی اخر الحدیث الطویل ثم ادبر پس پشت داد آں مرد وبیرون آمد ثم قال پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ردوہ۔ پس بیارید آں مرد افلم یروہ پس ندیدند اورا فقال پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ھذا جبریل جاء ایں مرد غائب

مجید کی ان آیات پر بھی غور کرو اور ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ایک رخ ہو کر اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اور نماز قائم کریں۔ اور زکوۃ دیں۔ اور یہی سید صادین ... سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکوۃ دین ہیں اور عند اللہ دین اسلام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ اب غور طلب یہ چیز ہے۔ کہ ایمان اسلام ہے

جبریل بود کہ آمدہ بود و بود یعلم الناس دینھم در حالیکہ تعلیم کند مردان را دین پس ازین حدیث مذکور صاف ظاہر شد کہ گردانید رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ مذکورہ بالا را از دین در قول خود کہ فرمود یعلم الناس دینھم درین صورت قول و فعل و زیادت و نقصان در دین و ایمان مستحق گردید کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ۔

و از حدیث حلاوت ایمانی زیادت و نقصان ایمان پُر ظاہر است۔ عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث۔ سہ خصلت اند من کن فیہ۔ کہ ہر آن کسے کہ موجود شوند آن سہ خصلت در وے وجد حلاوۃ الایمان بیابد آن کس شیرینی و لذت ایمان را زیرا کہ تشبیہ داد ایمان بچیزے شیریں و ثابت کرد برائے وے خواص مشبہ بہ کہ حلاوت است و بر زبان بر انسان حلاوت شہد و حلاوت قند سیاہ و قند سفید و مصری یکساں نیست بلکہ کیفیات متفاوت است اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما و ان یحب المرء لا یحبہ الا للّٰہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار کما رواہ البخاری۔

یا نہیں۔ اگر ایمان اسلام ہے تو فبہا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہو گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ جو اسلام کے سوا کوئی دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا۔ تو ان آیات سے ثابت ہوا کہ اعمال دین ہیں اور دین اسلام ہے اور اسلام ایمان ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اعمال ایمان ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام کی حدیث پر غور کرو کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور اسلام کے بارے میں سوالات کئے اور آپ نے فرمایا۔ کہ یہ جبرئیل تھے وہ لوگوں کو ان کا دین سکھانے کیلئے آئے تھے اب اسلام کے احکام بھی دین کی حقیقت میں شامل ہوئے۔ اور اعتقادات بھی اب یہ تمام چیزیں مل کر دین بنیں تو ان کی کمی بیشی سے دین و اسلام میں کمی بیشی ہو گی۔ پھر حضرت انسؓ کی حدیث پر بھی غور کرو کہ آپ نے فرمایا۔ جس میں تین چیزیں ہوں۔ اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ یہ ایمان کے تین اجزاء قابل غور ہیں۔ اگر ایمان نفس تصدیق و اقرار کا نام ہے تو اس کے اجزاء نہیں ہو سکتے۔ اور اگر اعمال اس میں شامل ہوں تو اس کے اجزاء قرار دیئے جائیں گے۔ اور ان کی کمی بیشی سے ایمان

پس چنانچہ مشبہ بہ متفاوت الکیفیت است ہم چنا مشبہ نیز متفاوت بکیفیت است یعنی زیادت ونقصان می پزیرد، چنانکہ شہد صحیح المزاج راحلاوت زیادہ اثر خواہد داد بخلاف مزاج صفراوی ازیں جا است قول او حق سبحانہ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وہم چنیں خواب دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از قمیصہا بر مرد مان وقمیص حضرت عمر را فراخ تراز ہمہ مردمان وتعبیر دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از قمیصہا بدینہائے مردمان وتعبیر فراخی قمیص عمر فاروق بفراخی وزیادتی دین پس قمیص مشبہ بہ شد ودین مشبہ بقمیص کہ دید، یعنی چنانکہ قمیص متفاوت مشہود وزیادت ونقصان وہم چنیں اہل دین وایمان متفاضل ومتفاوت اند عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم رایت الناس یعرضون علی وعلیہم قمص فمنہا ما یبلغ الثدی ومنہا دون ذلک وعرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ۔ وحالانکہ بروے پیراہنے بود کہ می کشیدآن را زیر پائے خود از جہت درازی وے قالوا فما اولت یا رسول اللہ صحابہ کرام گفتند پس چہ تاویل وتعبیر کردی اے رسول خدا این خواب را۔ قال الدین۔ فرمود رسول مقبول رب العالمین در جواب آن جماعت سوال کنندگان تعبیر کردم دین را کما رواہ البخاری۔ یعنی تعبیر از قمیص بدین فرمود۔ وایمان ودین مجد اند دین را مشبہ بقمیص نمود وقمیص متفاوت می باشد، پس ثابت شد بقول رسول مقبول رب العالمین کہ اہل دین وایمان متفاوت ومتفاضل اند در ایقان۔ وازیں جا امام نووی در شرح مسلم گفتہ کہ دریں حدیث فوائد بسیار است، اول آنکہ اعمال داخل در ایمان است۔ دوم

کی کمی بیشی ہو گی۔ پھر حضرت ابوسعید خدری کی حدیث پر غور کرو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ میں سویا ہوا تھا۔ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے تھے۔ ان کے جسموں پر قمیصیں تھیں۔ کسی کی قمیص چھاتی تک تھی۔ اور کسی کی اس سے نیچے۔ حضرت عمرؓ کو بھی مجھ پر پیش کیا گیا۔ ان کی قمیص زمین پر گھستی آرہی تھی۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کی تعبیر کیا فرمائی آپ نے فرمایا دین تو اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کا دین کم و بیش تھا۔ جیسے کہ قمیص بھی بڑی چھوٹی تھی۔ اس

آنکہ ایمان و دین متحد اند۔ سوم آنکہ اہل ایمان متفاوت اند در ایقان۔ چہارم آن کہ بیان فضیلت عمر فاروق نمود بگیاں فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدلائل دیگر ثابت شدہ کہ بیان نقل بموضع خود مذکور است، چنانکہ بر علماء شریعت مخفی نیست۔

دختم این مبحث بر تحریر دل پذیر مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ می شد در تفسیر خود می نویسند تحقیق المقام آن است، کہ چنانچہ ہر چیز را سہ نحو وجود است، وجود عینی، وجود ذہنی، وجود لفظی ہم چنان ایمان را نیز این سہ نحو وجود متحقق است، ونزد علماء مقرر است، کہ وجود عینی ہر چیز اصل است وباقی وجودات فرع و تابع آن وجود اند۔ پس وجود عینی ایمان نوری است کہ در دل حاصل می شود بسبب رفع حجاب بینہ و بین الحق وہمیں نور است۔ کہ در آیت کریمہ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ الآیۃ فِیْهَا مِصْبَاحٌ، تمثیل آن باشباع تمام مذکور فرمودہ اند و در آیت اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ سبب آن را بیان نمودہ۔ واین نور مانند سائر انوار محسوسہ قابل قوت وضعف واشتداد وانتقاص است، چنانچہ در آیت وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا و دیگر آیات بسیار بآن اشارت فرمودہ اند وطریق زیادتش آن است، کہ ہرگاہ حجابے مرتفع می شود آن نور زیادت می پذیرد۔ وایمان قوت می گیرد تا آن کہ باوج کمال خود رسد و نور منبسط و فراخ شدہ جمیع قویٰ واعضاء را احاطہ کند۔ پس اول انشراح صدر حاصل گردد و بر حقائق اشیاء مطلع شود و صدق انبیاء آنچہ اخبار فرمودہ اند اجمالاً وتفصیلاً وجدانی گردد و بقدر نور باز بقدر انشراح صدر داعیہ دلی منبعث شود بآن کہ موافق ہر امر الٰہی بجا آرد واز ہر محظور شرعی اجتناب ورزد ودریں حالت انوار اخلاق فاضلہ وملکات حمیدہ واعمال صالحہ متبرکہ با نوار

حدیث سے عمر رضی اللہ عنہ کی تمام امت پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ان پر فضیلت دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ جس کا بیان اپنی جگہ پر مذکور ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں اس مقام پر ایک عجیب بحث فرمائی ہے فرماتے ہیں۔ کہ ہر چیز کے تین وجود ہوتے ہیں۔ وجود عینی۔ وجود ذہنی۔ وجود لفظی۔ ایمان کے بھی یہ تین وجود ہیں۔ وجود عینی ہی کا دوسرا نام نور ہے جو کہ حجابات

معرفت منغم گشتہ ویک جا شدہ طرفہ چراغانی در شبستان ظلمت طبیعت بہیمیہ وشہویہ روشن سازند آہ دوجود ذہنی ایمان دو مرتبہ وارد اول ملاحظہ اجمالی وآن معارف متجلیہ وآن غیوب منکشفہ بوجہ کلی کہ مفاد کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ است۔ وایں ملاحظہ را تصدیق اجمالی گردیلن و باور کردن نامیدہ اند دوم ملاحظہ تفصیلی ہر ہر فرد از افراد غیوب متجلیہ وحقائق منکشفہ با ربطے کہ فیما بین دارد و ملاحظہ را تصدیق تفصیلی نامیدہ اند۔

ووجود لفظی ایمان را در اصطلاح شارع نام شہادتین است وبس وظاہر است کہ وجود لفظی ہر چیز بروں تحقق حقیقت آں چیز اصلاً فائدہ نمی کند والا تشنہ را نام آب گرفتن سیراب می کرد وگرسنہ را نام نان گرفتن تسلی می بخشید، مگر آں کہ تعبیر مافی الضمیر چوں بدون واسطہ نطق وتلفظ در عالم بشریت امکان ندارد ناچار تلفظ کلمہ شہادت را مدخلے عظیم دادہ اند در حکم با یمان شخص فرمودہ اند اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِذَا قَالُوْھَا

کے کلمہ جاننے کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی اس کا اصل وجود ہے اور مِثْلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ میں یہی تو مراد ہے اور دوسرے تمام ظاہری انوار کی طرح اس میں بھی کمی بیشی ضعف وقوت پایا جاتا ہے۔ جب بھی کوئی حجاب اٹھتا ہے۔ تو یہ نور زیادہ ہو جاتا ہے اور ایمان قوت پکڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کمال کے آخری مقام پر پہنچ جاتا ہے ایمان کا دوسرا وجود ذہنی ہے۔ اور اس کے دو مراتب ہیں ایک ملاحظہ اجمالی اور دوسرا تفصیلی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے مفاد کے طور پر جب معارف غیبیہ بحیثیت کلی منکشف ہو جاتے ہیں تو اس کا نام ملاحظہ اجمالی یا تصدیق اجمالی ہے۔ اور جب افراد غیبیہ روشن ہوتے ہیں۔ تو ان کا آپس میں ربط معلوم ہوتا ہے تو اس کا نام تصدیق تفصیلی ہے۔ اور ایمان کا وجود لفظی شارع کی اصطلاح میں شہادتین کا نام ہے۔ اور یہ تو ہر آدمی جانتا ہے۔ کہ ایمان کا لفظی وجود بغیر حقیقت کے تحقق کے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پیاسے کی پیاس پانی کا نام لینے سے بجھ جاتی اور روٹی کا نام لینے سے بھوکے کی بھوک دور ہو جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ نطق اور تلفظ کے بغیر مافی الضمیر ادا

عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ واز ہمیں تحقیق معلوم شد کیفیت زیادت ایمان ونقصان آن وقوت وضعف آن ونیز واضح گشت آنچہ وارد است کہ لَا یَزْنِیْ الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ. وَلَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَامَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ ہمہ محمول بر کمال ایمان است در وجود علینی خود وکسانے کہ نفی زیادت ونقصان کردہ اند، مراد ایشان مرتبہ اول است از وجود ذہنی ایمان، پس نزاع در خلاصہ نیست انتہی مافی تفسیر العزیزی بقدر الحاجۃ، بدانکہ بعد املاء عبارت تفسیر عزیزی رسالہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ دستیاب شد ونقل کردن نبذے عبارت ازان رسالہ مذکورہ ضرورتے افتاد زیراکہ ہمہ علماء ہر چہار مذہب امام احمد بن حنبل را پیشوائے دین وامام چہارم از اہل سنت والجماعت بالیقین میدانند لہٰذا اسطر چند ازان رسالہ نگاشتہ می شود، پس کسے کہ ازان غیظ وغضب کند بر ایشان کند چہ من صرف ناقل کلام ایشان ام۔

قال احمد بن حنبل هذه مذاهب اهل العلم واصحاب الاثر واهل السنة المتمسكين بعروتها المعروفين بها المقتدى لهم فيها من لدن اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا وادركت من علماء الحجاز والشام وغيرها عليها فمن خالف شيئا من هذه المذاهب او طعن فيها او عاب قائلها فهو مخالف مبتدع خارج عن الجماعة زائل عن منهج السنة وسبيل الحق فكان قولهم ان الايمان قول وعمل ونية وتمسك بالسنة والايمان يزيد وينقص غيران يكون لیشك انما هو سنة ماضية عن العلماء فاذا سئل الرجل مؤمن انت فانه يقول انا مؤمن ان شاء الله تعالى ومؤمن

نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مجبوراً کلمہ شہادت کے تلفظ کا اشخاص کے ایمان میں بہت بڑا دخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑسکتا ہوں۔ جب تک کہ وہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہیں۔ جب انہوں نے یہ کلمہ کہہ دیا تو انہوں نے اپنے خون اور مال ماسوائے حقوق اسلام کے مجھ سے بچائے۔ اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ رہے گا۔ اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

ارجئوا ويقول امنت بالله وملائكته وكتبه ورسله ومن زعم ان الايمان قول بلا عمل فهو مرجي انتهى ما فيها وايضا يقول المتكلمون المخالفون واصحاب البدع والمرجئة وهم الذين يزعمون ان الايمان مجرد وان الناس لا يتفاضلون في الايمان وان ايمانهم وايمان الملائكة والانبياء صلوات وسلامه عليهم واحد وان ايمان لا يزيد ولا ينقص وان الايمان ليس فيه استثناء وان من امن بلسانه ولم يعمل فهو مومن حقا هذا كله قول المرجئة وهوا خبث الاقاويل انتهى ما فيها۔

اندکے باتو بگفتم وبدل ترسیدم، کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فاعتبروا یا اولی الالباب الراقم العاجز طالب الحسنین محمد نذیر حسین عافاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

(فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص۴۲)

حیا ایمان ہے۔ اور زانی جب زنا کرتا ہے۔ تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور کوئی تم میں سے اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کا ہمسایہ اس کی ایذا رسانیوں سے محفوظ نہ ہو جائے۔ یہ تمام احادیث کمال ایمانی پر دال ہیں۔ اور یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے جو لوگ ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں۔ ایمان سے ان کی مراد وجود ذہنی ہے نہ کہ غیر خیال تھا کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ کے اقتباس پر اس بحث کو ختم کیا جائے۔ لیکن اس کے بعد امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ نظر سے گذرا۔ جو اپنے انداز کے لحاظ سے بڑا عجیب ہے۔ اگر اس عبارت میں آپ کوئی لفظ سخت محسوس کریں تو مجھ پر ناراض نہ ہونا۔ کیونکہ میں تو صرف ناقل ہوں۔ اصل عبارت امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل کی ہے۔ ایمان میں کمی بیشی کا عقیدہ اہل علم اور اہل حدیث اور اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور یہی عقیدہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے اور آج علماء شام اور حجاز کا بھی یہی عقیدہ ہے جو اس

سوال ۔ خداوند تعالیٰ کلام مجید میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن مجید پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ خوف سے شق ہو جاتا۔ اس میں تردد ہے۔ کہ پہاڑ بے حس اور آدمی ظاہری اور باطنی حس حواس رکھتا ہے جس کے اندر خوف کا مادہ بھرا ہوا ہے اس کو جنبش تک نہ ہو۔ سو یہ اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا۔ اس کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے دے کر اطمینان فرمائیں۔

جواب ۔ سائل نے دو غلط دعوے کر لئے۔ اول یہ کہ پہاڑ بے حس چیز دوم یہ کہ انسان کو باوجود حواس کے جنبش تک نہیں ہوئی۔ قرآن مجید کا یہ بتلانا کہ بعض پہاڑ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ قرآن مجید کا یہ بتلانا کہ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح تحمید کہتی ہے۔ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ اور يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ قرآن مجید کا یہ فرمانا کہ پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ صبح و شام اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح کہتے تھے۔ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد کہ قرآن پہاڑ پر نازل کرتے تو اس کو مارے خشوع کے شق شدہ دیکھتے۔ لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔

عقیدہ کا مخالف ہے وہ بدعتی ہے اہل سنت والجماعت سے خارج ہے سبیل حق سے منحرف ہے۔ کیونکہ سلف صالحین کا عقیدہ تو یہی تھا کہ ایمان قول اور عمل اور نیت کا نام ہے اور ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو مومن ہے تو کہتے ہیں۔ کہ ہاں میں ان شاء اللہ مومن ہوں اور جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ ایمان قول بلا عمل ہے وہ مرجئہ ہے اور متکلمین بدعتی اور مرجئہ ہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان مجرد عقیدہ کا نام ہے۔ اور سب لوگوں کے ایمان برابر ہیں حتی کہ نبیوں اور فرشتوں اور ان کا اپنا ایمان سب برابر ہیں اور ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اور ایمان میں استثناء نہیں ہے اور جو صرف زبان سے اقرار کرے وہ پکا مومن ہے یہ تمام اقوال مرجئہ کے ہیں۔ اور یہ بدترین اقوال ہیں میں نے تجھ سے تھوڑی سی باتیں کی ہیں۔ اور میں دل ڈرتا ہوں کہ تو آزادہ دل نہ ہو جائے ورنہ کہنے کی باتیں تو بہت تھیں واللہ اعلم بالصواب

اے عقل مند و نصیحت حاصل کرو۔ ۱۲۰

قرآن مجید کا یہ بتلانا کہ جب آسمان وزمین پھٹ جاویں اور اپنے رب کے حکم کو کان لگا کر سن لیں۔ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ قرآن مجید کا یہ بتلانا کہ زمین جب اپنے زلزلہ میں آکر اپنے اثقال کو پھینک دے گی۔ تب زمین رب کے حکم سے اپنے اخبار سنا دے گی۔ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا۔ قرآن مجید کا یہ بتلانا کہ آسمان وزمین فرعونیوں پر نہ روئے۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ اس سے معلوم ہوگیا کہ آسمان زمین اللہ کے نیک بندوں پر رویا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ بتلانا کہ نزدیک ہے کہ آسمان وزمین پھٹ جاویں اور پہاڑ گر کر ریزہ ریزہ ہو جاویں۔ اس سے کہ وہ رحمٰن کے واسطے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا۔ الی غیرها من نصوص الکتاب والسنۃ واقوال اخبار الامۃ یہ سب اس بات کی شہادت علی طریق التنصیص والتصریح دے رہے ہیں کہ آسمان وزمین پہاڑ و دیگر بے جان چیزوں میں بھی ایک قسم کی معرفت وادراک حس ہے۔ گو وہ ہر ایک آدمی کے فہم وعقل میں نہ آسکے۔ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ سو جو چیز آدمی کے فہم وعقل میں کم علمی نا تجربہ کاری کے سبب سے نہ آسکے۔ تو اس کو اس چیز کے وجود سے انکار کرنا عقلاً ونقلاً ناجائز بلکہ مردود ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ۔ اس کے لئے شاہد عادل ہے۔ ایسی چیزوں کے اثبات کے واسطے مخبر صادق کے اخبار کافی ہیں۔ الٓمٓ۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ سائل نے نمبرا کے سوال میں ایک اپنے غلط خیال کے اثبات کے لئے فطرت کی آیت سے استدلال کر کے لکھا اور خدا کا کلام اور وعدہ بالکل سچا ہے۔ پس پہاڑ کا شق ہو جاتا اور تمام چیزوں کا تسبیح وتحمید کہتا اور مارے خوف کے اوپر سے گر جاتا اور اس کے حکم کو کان لگا کر سنتا وغیرہ وغیرہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاک کلام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اپنی خام خیالی کے واسطے اس کا سچا ماننا اور یہاں پر اس

کی تصدیق میں متردد رہنا ناسمجھی ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ اللہ تبارک وتعالٰی ہر وقت ہر مقام ہر بیان میں سچا اور بالکل سچا ہے۔ پس متردد کا موجب یہاں پر کیا ہے ہم اور ہمارے تمام مسلمان بھائی سلفاً وخلفاً شرقاً وغرباً رب العزت کے واسطے اپنی مخلوق کے ہرگز ہرگز قائل نہیں ہو سکتے۔ جس کو رب العالمین کے ساتھ نہ کچھ معرفت ہو نہ کچھ تعلق اور نہ اس سے کچھ خوف ہو۔ یہی ہمارا اعتقاد یہی ہماری فطرت یہی ہماری عقل اور سچا یقین ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ الآیۃ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ سائل یوں لکھتا کہ پہاڑ میرے نزدیک بے حس چیز ہے اور میرے قلب قالب میں قرآن مجید کے سبب سے کبھی کچھ جنبش نہیں ہوئی تو یہ لکھنا اس کا درست بھی ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ پہاڑ اس کے نزدیک بے حس چیز ہو اور قرآن مجید کے سبب سے نہ اس کو جنبش تک ہوتی ہو اور نہ اس نے کسی زندہ دل صاحب تاثیر کو کبھی دیکھا ہو۔ پس علی سبیل الاطلاق ہر دوامر موجودہ سے اس کا انکاری ہوجانا جہل ونادانی پر مبنی ہے والانسان عدو لما جهل صدر اول کے برگزیدگان اور ان کے رنگ سے رنگین اتباع واولیاء کرام ودیگر ارباب قلوب واصحاب ذوق وجذبات کا تو ہم ایسے مسائل کے پاس کیا ذکر کریں، جس کو اللہ تعالٰی کے اخبار میں تردد وشک ہے۔ ہم موجودہ زمانہ کے عربستان، خراسان ہندوستان میں ایسے موجود لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو پڑھتے ہوئے اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے ہیں اور غلبہ بکاء اور رقت کی وجہ سے قرأت نہیں سنا سکتے اور شوق وذوق کے سبب سے بالکل بے خبر محض ہوجاتے ہیں اور ان کے مقتدی مجلسی لوگ بھی ان کے رنگ سے رنگین ہو کر کانپ کر رو تے ہیں بلکہ بعض لوگ تو مارے تاثیر کے بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں۔ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ میں آدمیوں کی مختلف اقسام کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ یعنی جیسے زمین کے مختلف طور پر تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ اسی طرح انسانی افراد بھی اپنی طبیعت میں نرمی سختی کے اعتبار سے متفاوت ہیں۔ بعض الٰہی کلام

سن کران کی آنکھوں سے آنسو نہر کی طرح جاری رہتے ہیں اور بعض لوگ ان کی آنکھوں سے کبھی کبھی آنسو جاری ہو جاتا ہے اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی باتیں سن کر اس کے خوف سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں اور آیہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اور آیۃ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ واخواتہما میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ ہم حق تعالیٰ و تقدس کا کیا شکر ادا کریں جس نے اپنے فضل و کرم سے قرآن مجید کے یہ عجیب و غریب تاثیرات اس کثرت سے دکھائے کہ ہم گن نہیں سکتے، بلکہ اپنے قافلہ میں اپنے والد ماجد (محمد بن محمد الغزنوی) قدس روحہ کے عہد میں ہمیشہ دیکھا کرتے تھے اور ان کے بعد بھی بحمد اللہ اکثر مشاہدہ کرتے ہیں۔ نیز دیگر بلاد میں بارہا دیکھ چکے ہیں۔ پس سائل کا علیٰ سبیل الاطلاق یوں لکھنا کہ انسان کو جنبش تک نہ ہو۔ کس قدر خلاف واقع ہے۔ قرآن مجید میں اگر کچھ تاثیر نہیں تو عربوں کے درندہ خصلت وحشی لوگ کس چیز کی تاثیر سے موم صفت بن کر اعلیٰ درجہ کے عقلمند ہو گئے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ طبیب ارواح و مصلح اشباہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہان مبارک میں وہ کون سی حیات بخش چیز تھی جس کا اثر آج تک مسلمانوں میں موجود و مشہور رہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ سائل کو اگر میری اس شہادت میں بھی تردد ہو تو وہ تحقیق و ترقی علم کے واسطے اللہ تعالیٰ کی کھلی زمین میں اس کے باتاثیر بندوں کو ڈھونڈ کر قرآن مجید کی اس عجیب تاثیر کو مشاہدہ کر سکتا ہے وَھٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اَنْزَلْنٰہُ اَفَاَنْتُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ کے مصداق کو دیکھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ امرتسری الاعتصام جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۴۲

سوال نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا تھا کیا اسی طرح جب حضورؐ نے بیت المقدس میں سابقہ انبیاء علیہ السلام کو ۲ دو رکعت نماز پڑھائی تھی تو کیا وہ بھی جسم عنصری کے ساتھ حاضر ہوئے تھے یا نہیں۔

(۲) کیا حضور علیہ السلام روضہ اقدس میں اب بھی حیات ہیں یا نہیں اور اگر حیات نہیں تو ہم جب کوئی آدمی حضور علیہ السلام کے روضہ اقدس پر کھڑا ہو کر درود شریف پڑھتا ہے تو حضورؐ کیسے سنتے ہیں

(۳) قرآن پاک میں ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اس کے معنی بھی سینہ کھول لینے کے ہیں، سینہ چاک کرنے کے نہیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں بھی سینہ کھولنے کے معنی ہیں چنانچہ ارشاد ہے قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اسی طرح اور مقام میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت دیتے ہیں تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے شَرَحَ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضورؐ کا شق صدر حق ہے۔ سائل، محمد عبداللہ امرت سری خطیب چک نمبر ۲۴۲ تحصیل لیہ علاقہ تھل

جواب ۱: قرآن و احادیث میں اس کی وضاحت موجود نہیں ہے اس میں مختلف احتمال موجود ہیں ۱) ان کو زندہ کر کے بعینہ جسد حاضر کیا گیا ہو نمبر ۲) ان کی مثالی شکل حاضر کی گئی ہو ں ۳) صرف ان کی روحیں حاضر کی گئی ہوں ان تمام احتمالات میں سے زیادہ احتیاط کا راستہ یہی ہے کہ کہا جائے کہ وہ حاضر کئے گئے تھے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس قسم کے مسئلہ کا حل قیاس سے درست نہیں۔

(۲) ان کی زندگی برزخی ہے، اس طرح نہیں ہے جس طرح دنیا کی زندگی ہے درود وغیرہ جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے سنا سکتے ہے۔ قرآن میں ہے إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنا سکتا ہے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

(۳) شرح صدر اور شق صدر ۲ علیحدہ چیزیں ہیں، شق صدر کے متعلق قرآن میں کو

نقص نہیں ہے مختلف احادیث میں شق صدر کا ذکر ہے تقریباً چار سال کی عمر میں، پھر بیس سال کی عمر میں اور آخر اسراء و معراج کرانے کی مدت میں اس کی تفصیلی احادیث، بخاری، مسلم، مسند احمد سنن بیہقی، طبرانی مجمع الزوائد وغیرہ اکثر احادیث کی کتاب میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شق صدر کے ذریعہ آں حضرت کے اندر سے علقہ دمویہ اور حظ شیطان نکال دے گئے ہیں احادیث سند کے لحاظ سے بعض صحیح ہیں بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں، آپس میں بعض بعض کو تقویت دے رہی ہیں :۔ مولانا ابوالبرکات شیخ الحدیث جامع اسلام گوجرانوالہ۔ اہلحدیث لاہور جلد نمبر۲۱ ش نمبر۳

سوال :۔ خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے کونسی چیز پیدا کی جمادات، نباتات، حیوانات، پرند پرند، پتھر سب کائنات سے پہلے کونسی چیز پیدا کی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل طور پر تحریر فرمائیں والسلام سائل: حبیب الرحمٰن حلیم ضلع ملتان

جواب :۔ اس معاملہ میں مختلف روایتیں ہیں، لیکن جمہور محققین علماء اور حفاظ کی تحقیق یہی ہے کہ سب سے پہلے پانی اور اس پر عرش کو پیدا کیا بعض روایت میں ہے۔ ان اول ما خلق اللہ القلم یہ جو حدیث ہے ترکیب کے لحاظ سے دو معنی کا احتمال رکھتی ہے مسلم شریف میں اس سلسلے میں ایک مرفوع حدیث موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم اور تقدیر خلائق سے پہلے پانی پر عرش کو بنایا۔ اور اس قسم کی اور بھی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے پانی اور پانی پر عرش کو بنایا۔ اور تقدیر خلائق اس کے بعد ہے اور زمین اور آسمان کا بنانا اس سے بھی پچاس ہزار سال بعد ہے۔ مولانا ابوالبرکات شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ [illegible]

سوال :۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ، آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا وہ تو صرف ابوالبشر تھے۔ اور بس۔

جواب :۔ ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں تھے۔ حقیقت میں آدم علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ احادیث کی کتاب میں مختلف صحابہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ مثلاً حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ، ان رجلا قال یارسول اللہ انبی کان اٰدم قال نعم مکلم۔

یعنی ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ! کیا آدم علیہ السلام نبی تھے ؛ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں، نبی تھے، انھیں سکھلایا گیا اور ان سے (اللہ کی طرف سے) کلام کیا گیا ہے امام حاکم نے اس کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔ صاحب تلخیص نے اس پر کسی قسم کی تنقید نہیں کی (مستدرک حاکم جلد ثانی صفحہ ۲۶۲) نیز حضرت ابو ذرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کے متعلق مختلف الفاظ میں آئی ہے۔ تفصیل کے لیے مجمع الزوائد، کنز العمال وغیرہ کتاب کی طرف رجوع فرمائیں بعض روایات میں ہے نبی تھے اور رسول۔ مولانا ابو البرکات شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ الحدیث لاہور جلد ۲۰ شمارہ ۳

سوال ۳: کیا جو پھل حضرت مریم علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ جنت سے آئے تھے یا کسی دوسرے علاقے سے آئے تھے، اگر وہ جنت سے آئے تھے تو مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں قبر میں جنتی پھل میں نے خود کھایا ہے کیونکہ اس جیسا یا اتنا میٹھا آج تک ہم نے کہیں پھل دیکھا ہی نہیں، کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔

جواب ۳: قرآن نے (مریم علیہ السلام کے پاس جو پھل آئے تھے اس کے متعلق) جنت کا پھل ہونے کا ذکر نہیں کیا، صرف مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہا ہے یعنی اللہ کے ہاں سے ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہ السلام کے پاس ہی پیدا کیا ہو یا کہیں اور جگہ یا ملک سے پہونچایا ہو۔ ہو سکتا ہے جنت سے مہیا کیا ہو، ہر بات کا احتمال ہے اور اگر جنت سے ہی مہیا کیا ہو تو پھر بھی یہ واقعہ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ والی حدیث سے متعارض نہیں ہے، کیونکہ اسی حدیث کے آخر میں آپکا یہ فرمان بھی ہے بل ما اطلعتم علیہ ان نعمتوں کا ذکر ہی چھوڑ دو جن پر تمہیں مطلع کیا گیا ہے معلوم کہ جنت کے کئی اشیاء ایسی ہیں جن پر ہمیں مطلع کیا گیا ہے لیکن کئی ایسی باتیں بھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ سنا اور نہ کسی کے دل میں خیال تک آیا اگر حضرت مریم والے پھل جنتی ہوں تو پھر وہ ان میں شمار ہوں گے جن پر ہمیں مطلع

کیا گیا ہے

(۴) اگر اس کہنے والے کا یہ مقصد ہو کہ میں فلاں قبر کے پاس گیا تو وہاں مجاورین بہت اعلیٰ پھل تقسیم کر رہے تھے میں نے لے کر کھایا تو اتنا میٹھا جیسا کہ جنت کا پھل ہے تو یہ ایک قسم کا محاورہ ہے اور تشبیہی کلام ہے اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس کا مقصد قبر کے اندر سے جنت کا پھل کھانے کا ہو تو پھر یہ درست نہیں کیونکہ اس قسم کا کلام ایک صاحب وحی کے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قسم کے کلام صاحب وحی سے بھی ثابت نہیں ہے لہذا اس قسم کی بات فضول ہے بمولنا ابوالبرکات شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اخبار اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۲۹ ش نمبر ۵

ولادت مسیح علیہ السلام

الاستفتاء :- ماذا یقول العلماء الربانیون فی المسائل الآتیۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ بینوا تؤجروا بارک اللہ فیکم :

۱- ھل ولادۃ عیسیٰ علیہ السلام من أب أو بغیر أب وھل فی ذلک حکم واضح من اللہ سبحانہ وتعالیٰ وما حکم من یدعی ولادتہ بأب وینفی ولادتہ بغیر أب۔؟

۲- ھل تکلم عیسیٰ علیہ السلام فی الصغر والطفولۃ بإذن اللہ ؟

۳- ھل تخلیق حوا من ضلع آدم علیہ السلام الذی ھو مذکور فی کتاب اللہ أم آدم آخر؟

السائل: السید شاہ محمد خطیب مسجد اھلحدیث گجرات بپاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

أما بعد :- فالجواب عن ھذہ الاسئلۃ الثلٰثۃ ان یقال قد دل کتاب اللہ العزیز وسنۃ رسولہ الامین واجماع علماء الاسلام علی ان نبی اللہ ورسولہ عیسیٰ بن مریم خلق من انثی بلا ذکر بقول اللہ لہ کن فکان وامہ مریم ابنۃ عمران العذراء البتول المطھرۃ عن کل ما یقول فیھا اعداء الاسلام قال اللہ سبحانہ ان مثل عند اللہ کمثل

آدم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون) وقال تعالى (واذكر في الكتب
مريم اذ انتبذت من اهلها مكانا شرقيا فاتخذت من دونهم حجابا
فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا۔ قالت اني اعوذ بالرحمن
منك ان كنت تقيا قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا۔ قالت
انى يكون لي غلام ولم يمسسني بشر ولم اك بغيا۔ قال كذلك۔ قال
ربك هو على هين ولنجعله اية للناس ورحمة منا وكان امرا مقضيا۔
فحملته فانتبذت به مكانا قصيا الى ان قال سبحانه وتعالى فاتت
به قومها تحمله قالوا يامريم لقد جئت شيئا فريا يااخت هارون
ما كان ابوك امرا سوء وما كانت امك بغيا فاشارت اليه قالوا
كيف نكلم من كان في المهد صبيا قال اني عبد الله اتاني الكتب
وجعلني نبيا وجعلني مباركا اين ما كنت واوصاني بالصلوة و
الزكوة ما دمت حيا وبرا بوالدتي ولم يجعلني جبارا شقيا
الى ان قال عزوجل ذلك عيسى ابن مريم قول الحق الذي فيه
يمترون وقال تعالى في سورة العمران اذ قالت الملئكة يامريم ان الله
يبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسى ابن مريم وجيها في الدنيا والاخرة
ومن المقربين ويكلم الناس في المهد وكهلا ومن الصالحين قالت
رب انى يكون لي ولد ولم يمسسني بشر قال كذالك الله يخلق ما يشاء
اذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون وقال تعالى فى سورة الانبياء
(والتي احصنت فرجها فنفخنا فيها من روحنا وجعلنها وابنها
اية للعلمين) والايات فى هذا المعنى كثيرة قد اوضح فيها ربنا
عزوجل امر عيسى وامه وبين ذالك بيانا شافيا كافيا ليس فيه
لبس ولا خفاء وبين سبحانه غاية البيان ان عيسى خلق من انثى بلا ذكروان

امه لم يمسسها بشر وذالك يدل على طهارتها من الزنا وانه لا زوج لها وصرح ايضا بانها قد احصنت فرجها وذكر سبحانه انه جعلها وابنها آية للعالمين ولوكان له أب اوكان ولد زنا لم يكن آية ولم يكن حملها به آية فعلم بذالك بطلان دعوى من يدعي انها حملت به عن جماع كما يحمل سائر النساء بل هذا القول يعتبر تكذيبا لله سبحانه ولرسوله عليه الصلوٰة والسلام بل هو صريح الكفر والجحود لما دل عليه الكتب الكريم وما تواتر به الاحاديث الصحيحة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وما اجمع عليه المسلمون وقد صرح الله سبحانه فى كتابه الكريم الذى لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ بان عيسى عليه السلام تكلم فى المهد وذالك من الآيات والمعجزات الدالة على انه رسول الله حقا وعلى طهارة امه مما رماها به المكذبون الجاحدون. واما حوا فقد دلت الآيات القرآنية على انها خلقت من آدم وانه آدم ابو البشر لا آدم آخر ومن قال خلاف ذالك فقد اعظم على الله الفرية وقال خلاف الحق وخلاف صريح الكتاب العزيز قال الله تعالى (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا) وقال تعالى (هو الذى خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا) الآية. والخطاب لهذه الامة وكلهم من بنى آدم كما اوضح ذالك سبحانه فى آيات اخرى كما قال تعالى يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ وقال تعالى (يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ...) الآية. وقال تعالى يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا

زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ) وقال تعالى (ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ) والايات فى هذه المعنى كثيرة ۔ وصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال استوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شئ فى الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج متفق عليه ۔ واجمع علماء الاسلام على ان المراد بالنفس الواحدة التى خلق منها بنوادم هو ادم كما حكى ذالك الرازى فى تفسيره واما كون زوجه حواء خلقت منه فهو قول الاكثرين وقد شذ من انكر ذالك وخالف ظاهر الكتاب وصريح السنة ومن ادعى ان النفس الواحدة التى ذكرها الله فى كتابه لا يجب ان يكون المراد بها ادم ابا البشر بل يمكن ان يكون المراد بها شخصا اخر كما زعم ذلك صاحب المنار وشيخه محمد عبده فقوله ظاهر البطلان لا يجوز ان يعول عليه ولا ينبغى ان يلتفت اليه وبما ذكرناه يعلم السائل جواب اسئلة الثلثة وقد صرح اهل العلم بما ذكرناه فى هذا الجواب الموجز ولولا خشية الاطالة لنقلنا للسائل شيئا من كلامهم وهو موجود كثيرا فى كتب التفسير من اراده وجده والله ولى التوفيق ولا حول ولا قوة الا بالله وهو حسبنا ونعم الوكيل وصلى الله على عبده ورسوله محمد واله وصحبه اجمعين ۔

نائب رئيس الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ترجمہ

مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق علمائے حق کی کیا رائے ہے۔ جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں دئیے جائیں

(۱) کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش بذریعہ باپ تھی یا معجزانہ طور پر باپ کے بغیر۔ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اعجازی طور پر باپ کے بغیر نہ مانے اس کا کیا حکم ہے!

(۲) کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے بچپن میں اللہ کے حکم سے گفتگو فرمائی تھی۔؟

(۳) کیا حضرت حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پسلی سے ہوئی یا کسی اور آدم سے!

سائل۔ سید محمد شاہ خطیب جامع اہلحدیث گجرات (مغربی پاکستان)

الجواب وباللہ التوفیق: تینوں سوالات کا جواب یہ ہے کہ قرآن وسنت اور اجماع اہلسنت سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش مرد کے واسطہ کے بغیر حضرت مریم کے بطن سے معجزانہ طور پر ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ "کن" سے حضرت مریم عذرا کو باامید فرمایا اور حضرت مریم ان تمام اتہامات سے پاک ہیں جو دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کیے قرآن عزیز میں ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے کلمہ "کن" سے پیدا فرمایا)

اور سورہ مریم میں ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذَٰلِكِ

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ (الی) فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ (الی) ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ (وقال فی سورۃ آل عمران)

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝

وقال تعالیٰ فی سورۃ الانبیاء: وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

اور حضرت مریم کو یاد رکھو، جب وہ گھر سے مشرقی جانب تشریف لے گئیں عام لوگوں سے انھوں نے پردہ کیا تو ایک صحت مند آدمی ان کے سامنے آگیا۔ حضرت مریم نے فرمایا۔ بھلے آدمی میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اس نے کہا، میں تو خدا کا پیغام لایا ہوں تاکہ تمہیں ایک پاک باز لڑکے کی بشارت دوں۔ حضرت مریم نے فرمایا، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میرا حلال یا حرام طور پر کسی مرد سے کوئی تعلق نہیں۔ ! فرشتے نے کہا، اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہے یہ اللہ کے لئے آسان ہے تاکہ ہم لوگوں میں ایک نشان کا اظہار کریں۔ اور اپنی طرف سے

رحمت فرمائیں اور یہ معاملہ طے ہو چکا ہے۔ حضرت مریم امید سے ہو گئیں۔ اور کچھ دور علیحدہ مکان میں چلی گئیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے اٹھا کر اپنے عزیزوں میں آگئیں۔ ان لوگوں نے کہا یہ تم نے بہت بری بات کی۔ تم خود ہارون کی طرح پاک دامن ہو۔ اور تمہارے ماں باپ میں سے ایسا کوئی نہ تھا۔ حضرت مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ انھوں نے کہا، گود کے بچے سے بات کیسے ہو۔! بچے نے کہا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب بھی عنایت فرمائی ہے اور مجھے نبی بھی بنایا ہے۔ اور میں جہاں رہوں مجھے برکت عطا کی ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز، زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور میں اپنی والدہ کا فرمانبردار ہوں اور جابر اور سرکش نہیں ہوں یہی عیسٰی بن مریم ہیں جن کے متعلق تم جھگڑ رہے ہو۔"

سورۂ آل عمران میں فرمایا: "فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا اللہ تمہیں کلمہ کی بشارت دیتے ہیں۔ ان کا نام نامی عیسٰی بن مریم ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے۔ وہ گہوارے اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے گفتگو کرے گا اور وہ صالح ہو گا۔ حضرت مریم نے فرمایا بچہ کیسے ہو گا۔؟ میں مرد کی شکل سے ناآشنا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جیسے چاہے پیدا کر سکتا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ چیز اس کے حکم سے ہو جاتی ہے۔"

سورۂ انبیاء میں فرمایا: "حضرت مریم نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دی اور وہ ماں اور بیٹا دنیا میں خدا کا نشان بن گئے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے معاملہ کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے، جس میں کوئی اخفا باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے فرمایا کہ حضرت عیسٰی صرف عورت سے مرد کے بغیر پیدا ہوئے اور ان کی والدہ مرد کے قریب تک نہیں گئیں۔ اس سے بدکاری کی قطعی نفی ہوتی ہے اور ان کا خاوند بھی قطعاً نہیں تھا۔ اور وہ اس تعلق سے بہر لحاظ محفوظ تھیں۔ اور یہ بھی صراحت فرمایا کہ وہ پاک باز تھیں۔ اور فرمایا کہ حضرت مریم اور حضرت عیسٰی دنیا کے لیے ایک نشان تھے۔ اگر ان کا جائز یا ناجائز باپ ہوتا نہ حضرت مسیح آیت ہوتے اور حضرت مریم کا بابا امید

ہوتا آیت تصور ہوتا۔ اس سے یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ ان کی امید یا پیدائش عورتوں کی طرح عام عادت کے مطابق تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے مرادف ہے اور صریح کفر اور قرآن کریم کا انکار اور متواتر احادیث اور اجماع ائمہ اسلام کا انکار ہے اور قرآن عزیز نے یہ صراحت فرمادی ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نے مہد (گود) میں گفتگو فرمائی اور یہ معجزہ ان کی صداقت اور حضرت مریم کی عصمت کی دلیل ہے اور ان اتہامات کی تکذیب ہے جو دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کئے تھے۔

اور حضرت حوا کے متعلق قرآن عزیز نے صراحت فرمائی ہے کہ انہیں آدم ابو البشر سے پیدا کیا۔ اور ان کے علاوہ دوسرا کوئی آدم نہ تھا جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ اللہ پر جھوٹ کہتا ہے اور کتاب اللہ کے خلاف کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے لوگو۔ اللہ سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا:،، پھر فرمایا:

وہ اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی بیوی کو اس سے پیدا کیا تاکہ اسے سکون حاصل ہو:،،

یہ اسی امت کو خطاب ہے اور یہ سب آدم کی اولاد ہیں۔ جیسے کہ دوسری آیات میں مذکور ہے۔

اے لوگو:! ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف گروہ اور قبیلے بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اور یقین جانو کہ اللہ کی نظر میں صرف اہل تقویٰ قابل عزت ہیں،، دوسرے مقام پر فرمایا: اے بنی آدم:! شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا:،، پھر فرمایا:

اے بنی آدم:! ہر نماز کے وقت زینت کو اختیار کرو،،

مزید فرمایا: یہ ہے اللہ غیب اور حاضر کا جاننے والا۔ غالب رحم کرنے والا۔ جس نے ہر چیز کو بہتر طریق پر بنایا! اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کی نسل کو گندے پانی سے بنایا،،

اوراس مفہوم کی آیات قرآن مجید میں کثرت سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو، وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کی اونچائی ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا شروع کرو گے تو توڑ دو گے ورنہ وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی" (بخاری مسلم) اور علماء اسلام کا اجماع ہے کہ "نفس واحدہ" جس سے تمام انسان پیدا کئے گئے وہ آدم ہیں (رازی) اوراس کی بیوی اس سے پیدا کی گئی۔ اکثر اہل علم کا یہی خیال ہے۔ اور جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا وہ شاذ ہیں۔ اور ظاہر کتاب وسنت کے بھی خلاف ہے اور جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ اس سے مراد آدم ابوالبشر نہیں جیسے سید رشید رضا اور ان کے استاد کا خیال ہے بداہتہ غلط ہے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔

جو ہم نے لکھا ہے اس سے سائل کے تینوں سوالات کا جواب آجاتا ہے۔ اور اہل علم صراحتہ ہمارے اس جواب سے متفق ہیں۔ اگر طول کا خطرہ نہ ہوتا ہم ان کی تصریحات کا ذکر کرتے جس سے تفاسیر بھری پڑی۔ جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا بہ وھو حسبنا ونعم الوکیل وصلی اللہ علٰی عبدہ ورسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

نائب رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ المدینۃ المنورہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (خبار الاعتصام جلد نمبر شمارہ نمبر ۴۲)

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا کیونکہ قرآن مجید نے تمام انسانوں کا سایہ ثابت کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر تھے اور انسان تھے اس واسطے قرآن سے آپ کا سایہ ثابت ہو گیا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہیں تھا انھوں نے آپ کو استثنا کرنے کے لیے کوئی صحیح دلیل نہیں پیش کی صرف دعوی بلا دلیل کیا ہے جو کہ قابل قبول نہیں ہے۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۲۹

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوا تھا یا روحانی؟ (محمد بشیر صابر)

جواب: قرآن واحادیث سے ظاہر یہی ہے کہ معراج جسمانی ہوا ہے کیونکہ کسی حدیث نے یا آیت نے روح کا ذکر نہیں کیا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ معراج جسمانی ہے۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی

سوال: مسئلہ تقدیر کی کیا اصلیت ہے اور کسب اور خلق میں کیا فرق ہے۔ یعنی جن اشخاص کو اللہ تعالے نے دوزخی بنا دیا ہے اور ان کو اسی کے لیے پیدا کیا، تو پھران پر کیا الزام ہے! اور پھر ان سے دنیا کی احباع اور تصدیق کا مطالبہ کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی (رحمہ اللہ)

الجواب بعون الوہاب: مسئلہ تقدیر کی اصلیت دو چیزیں ہیں۔ ایک علم ایک قدرت علم اس طرح کہ بندے کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اس نے نیکی کرنی تھی یا بدی۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی تھا۔ سو اس کو لوح محفوظ کی صورت میں پہلے ہی لکھ دیا۔

لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لکھا، اس لیے بندے نے کیا۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بندے نے کرنا تھا، اس لیے لکھا چنانچہ حدیث میں ہے قلم کو حکم ہوا۔ اُكْتُبْ (لکھ) قلم نے کہا: ما اکتب (میں کیا لکھوں!) حکم ہوا: اکتب القدر فکتب ما کان وما هو كائن الى الابد (تقدیر لکھ۔ پس قلم نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونا لکھ دیا) بتلائیے! اس میں اللہ کا کیا قصور؟ ہاں اگر اللہ کا لکھنا بندے کے لیے رکاوٹ ہوتی تو پھر اعتراض کرنے والا اعتراض کر سکتا تھا کہ بندے کا کیا قصور؟ لیکن جب ایسا نہیں بلکہ بندے نے جو کچھ کرنا تھا قلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہی لکھا، پھر اتنے پر بھی بندے کو نہیں پکڑا۔ بلکہ بندے نے جب فعل کر لیا اس وقت پکڑا۔ پس اب علم کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ رہا۔ زیادہ وضاحت کے لیے اس کو یوں سمجھئے کہ: اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہوتا تو بھی بندے نے نیکی یا بدی کرنی تھی، تو اللہ کو علم ہونے سے کونسا جبر آگیا۔

رہا قدرت کا معاملہ، سو یہ نہایت نازک ہے۔ بڑے بڑے عقلا اس میں حیران ہیں اللہ تعالےٰ بندوں کو ہر طرح سے آزماتا ہے۔ بدنی آزمائشیں بھی آتی ہیں، عقلی بھی۔ تقدیر کا مسئلہ عقلی آزمائش ہے۔ مگر اس کو ایسا بھی نہیں کیا کہ بالکل مبہم رکھا ہو بلکہ ایمان کے لیے جس قدر ضرورت تھی اتنا پردہ اٹھا دیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخالف موافق اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ اور یہ بھی ظاہر

ہے کہ جبر جیسا کوئی نقص نہیں ایک تو اس میں حکمت کا خلاف ہے کہ خود ہی ایک فعل کرے اور اس پر سزا دے دوسرے اس میں بندے کو ناحق تکلیف دینا ہے۔ جس کو ادنیٰ عقل والا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ ایک کی جان دکھ میں ہو، دوسرے کا تماشا۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جس کا اثر اس کا خالق ہونا ہے۔

اگر بندہ بھی خالق ہو تو یہ شرک فی الربوبیتہ ہے۔ جو بڑا شرک ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بندہ مجبور بھی نہیں اور مختار مطلق بھی نہیں۔ بلکہ اس کے بین بین ہے۔ جس کو کسب اور اکتساب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پس ایمان کے لیے اتنی معرفت کافی ہے کیونکہ ایمان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت شئے کا علم ہو تب ایمان لائے۔ دیکھئے روح کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ لیکن اس کے آثار کی وجہ سے ہم مانتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی ذات وصفات پر ہم ایمان رکھتے ہیں لیکن کنہ اور حقیقت کا علم نہیں۔ ٹھیک اسی طرح کسب واکتساب کو سمجھ لینا چاہیئے اس سے آگے بحث میں خیر نہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ تقدیر میں بحث سے منع فرمایا ہے۔ میرے ذہن میں میں دفن بھی کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت العلام محدث روپڑی رحمۃ اللہ کا فتویٰ "تنظیم اہلحدیث" کے سابقہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ حافظ عبدالقادر روپڑی ناظم جامعہ اہلحدیث تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۱۷

سوال : کیا فرماتے ہیں ورثۃ الانبیاء علمائے دین متین، اندریں مسئلہ: بعض عقیدت مندوں نے عید میلاد النبیؐ پر بیت اللہ، روضۃ النبیؐ اور مسجد نبویؐ وغیرہا کے ماڈل بنائے ہیں۔ اور بعض مقامات پر ان میں انسانوں کے بت بھی، قیام، رکوع اور سجود کی حالت میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور عوام الناس بربنائے عقیدت ان کو چومتے چاٹتے۔ ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر گریہ وزاری کرتے، دعا مانگتے اور دور دراز سے سفر کر کے زیارت کو آتے ہیں۔

۱۔ آیا یہ طرز عمل کتاب وسنت کی روشنی میں جائز ہے یا ناجائز؟

۲۔ آیا یہ لوگ مسرفین حد سے تجاوز کرنیوالوں میں داخل ہیں؛

۳۔ کیا یہ رسوم مشرکانہ اور مبتدعانہ نوعیت کی تو نہیں؛

مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کا جواب اشد ضروری ہے

محمد نذیر عارف وچھووالی، لاہور

جواب: صورت مسئلہ شرعاً شرک بھی ہے اور بدعت بھی ہے۔ دست بستہ کھڑے ہونا اور اس کے سامنے کھڑے ہوکر دعا کرنا یہ دین میں نئی چیز ہے۔

مشکوۃ باب الاعتصام میں حدیث ہے: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد۔ متفق علیه۔ جو شخص ہمارے دین میں نئی بات پیدا کرے۔ جو اس سے نہ وہ مردود ہے)

پھر یہ دعا کی جو دست بستہ لی گئی ہے۔ اگر اس طرح کی دعا ہے جیسے بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اور اس نقشہ کو اصل بیت اللہ کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت ہے۔ اور اس میں جو تصاویر ہیں۔ اگر ان سے مقصد صرف نمونہ دکھانا ہو کہ یوں دعا مانگی جاتی ہے، تو اس کے دو پہلو ہیں:

۱۔ ایک حرام ہونے کا۔ کیونکہ تصویر کا بنانا سخت حرام ہے۔

۲۔ دوسرے بیت اللہ کی توہین ہے۔ یہ بیت اللہ میں کفار کی طرح بت رکھنے کے مترادف ہے۔ اور اس قسم کے افعال حب رسول نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صریح عداوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین۔

حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۳

سوال (۱): نیکی اور بدی کا خالق کون ہے۔! قرآن مجید میں ہے: خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا، تو بدی کرنے میں گرفت کیسی۔!

۲۔ خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ بھی ہے تو وحی کہاں سے اترتی تھی؛

۳. روح پاک چیز ہے یا پلید؟ اگر پاک ہے تو کافروں کو نجس کیوں کہا گیا؟ کیونکہ ان میں بھی روح ہے۔ اگر پلید ہے تو پاک کوئی بھی نہیں۔

۴. ہر چیز کی خواہش کرنے والا نفس ہے۔ اور نفس ہی کو موت ہے، تو بہشت و دوزخ کس کے لیے ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔

۵. رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بندہ تھے یا خدا؟ قرآن میں ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور رسول کا نام محمدؐ ہے جو مفعول کا صیغہ ہے یعنی حمد کیا گیا اور حمد کیا گیا تو خدا ہے معلوم ہوا کہ محمدؐ خدا تھا۔

۶. اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کُن کہتا ہے۔ کیا دنیا کو ہدایت کرنے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں؟

۷. ابلیس فرشتوں میں تھا یا کہ پہلے ہی الگ تھا؟

۸. کیا خالق غالب ہے یا مخلوق؟

۹. قرآن کریم میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ہر چیز زمین آسمان کی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

تو کافر کون ہوا؟ کیونکہ وہ بھی زمین کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا۔

جواب ا۔ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا۔ ہاں کفار سے قرآن مجید نے یہ حکایت کی ہے لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ (پ) اگر خدا چاہتا تو ہم نہ شرک کرتے نہ کسی شے کو حرام کرتے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (پ) پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح تکذیب کی یہاں

تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دے کیا تمہارے پاس اس بات پر کوئی دلیل ہے۔ اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم محض گمان کی تابعداری کرتے ہو اور محض اٹکل کے پیچھے جاتے ہو"۔

اس آیت میں خدا نے کتنے زور سے تردید کی ہے کہ جو تم کرتے ہو، خدا نہیں کرتا بلکہ یہ محض تمہارا خیال اور محض تمہاری اٹکل ہے اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لیکن خالق ہونا اور شے ہے اور کاسب (کمانے والا) ہونا اور شے ہے۔ خدا خالق ہے۔ بندہ کاسب (کمانے والا) ہے ان دونوں میں جو کچھ فرق ہے اس کو ہم "تنظیم اہلحدیث" کی جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۲۶ شعبان ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء میں واضح کر چکے ہیں۔ یہاں وہیں سے نقل کئے دیتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

خلق نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود میں لانا۔ اور کسب بندہ کی طرف سے کسی امر کا قصد اور ارادہ ہونا اور اس کے قصد اور ارادہ کے مطابق خدا کی طرف سے اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہونا۔ کسب میں کچھ احتیاج کا شائبہ بھی ہے۔ یعنی اپنی کمی اور ضرورت پوری کرنے کے لیے قصد و ارادہ ہوتا ہے اس لیے بھی اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے خدا کی طرف نہیں ہوتی

۲۔ اللہ تعالیٰ علم قدرت کے ساتھ ہر جگہ ہے بذاتہ عرش پر ہے اور آیہ کریمہ "نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ" میں علم مراد ہے۔ یا فرشتے۔ جیسے کہتے ہیں، فلاں بادشاہ فلاں بادشاہ سے لڑ رہا ہے۔ حالانکہ لڑنے والی فوج ہوتی ہے۔ آگے فرشتوں کا بھی ذکر ہے جو اعمال لکھتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے، "إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ"۔ یعنی ہم اس وقت شاہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جب دو لینے والے بیٹھے ہو لیتے ہیں"۔

۳۔ حدیث میں ہے "کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ" ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی"۔

قرآن مجید میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے۔ "فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ" خدا کی فطرت (توحید) کو لازم پکڑو، جس پر لوگوں کو پیدا کیا اس کو نہ بدلو۔

اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت روح پاک ہوتی ہے، پھر شرک سے نجس ہو جاتی ہے۔

۴۔ موت کے چکھنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (پ۲۴) خدا موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے"

نیز جب بہشت دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہو گا۔ روحیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی قرآن مجید میں ہے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (پ۳۰) جب جانیں (بدنوں سے) ملائی جائیں"

نیز خدا خالق ہے۔ وہ نیست سے ہست کر سکتا ہے تو پھر بہشت دوزخ کس کے لیے۔۔ کہنے کا کیا مطلب !

۵۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات کی بنا پر "محمد" کہا گیا ہے۔ وہ خدا کے دیے ہوئے ہیں۔ اس لیے محمد کی حمد عارضی ہے اور حقیقۃً حمد خدا کے لیے ہے۔ پس محمد خدا نہ ہوا کیونکہ اس کے لیے حقیقی حمد نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پ۱۵) امید ہے خدا تجھے مقام محمود میں اٹھائے اس آیت میں مقام کو محمود کہا ہے تو کیا وہ بھی خدا ہے !

اگر اس کو منطقی پیرایہ میں ادا کریں تو مخالف کا دعویٰ یوں ہو گا: مُحَمَّدٌ مَحْمُوْدٌ وَكُلُّ مَحْمُوْدٍ اللّٰهُ فَمُحَمَّدٌ اَللّٰهُ" جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حد اوسط مکرر نہیں۔ کیونکہ صغریٰ میں محمود سے مراد ہے جس کے لیے عارضی حمد ہو۔ اور کبریٰ میں مراد ہے جس کے لیے حقیقی حمد ہو۔ اور اگر کبریٰ میں بھی عارضی حمد لیں تو پھر کبریٰ کاذب ہے۔

اس کے علاوہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا حاصل اللہ محمود ہے اس صورت میں محمد محمود کو اس کے ساتھ ملائیں تو شکل ثانی بنے گی۔ اور شکل ثانی میں اختلاف فی الکیف شرط ہے جو یہاں مفقود ہے پس منتج نہیں ہو گی وفیہ نظر۔[1]

۶۔ ہدایت دو طرح کی ہے ایک اراءۃ الطریق یعنی رستہ دکھلا دینا" اور حق ثابت سمجھا دینا۔

---

[1] فیہ اشارۃ الی ان معنی الحمد للہ رب العلمین ان کل حمد للہ ومختص بہ فحصل ان کل محمود اللہ فتامل ۱۲

اس کا ارادہ اللہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ خدا ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے لیے بیان کرے، اور تمہیں پہلے لوگوں کے طریقوں کی ہدایت کرے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا بندوں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ہو بھی جاتی ہے۔ یعنی بندہ کو حق ناحق کا بتلانے سے پتہ لگ جاتا ہے۔ آگے خواہ قبول کرے یا نہ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (۲۹/۱۸) ہم نے انسان کو ہدایت کی آگے وہ شکر کرنے والا ہے یا کفر کرنے والا ہے یہ ایک طرح کی ہدایت ہوئی۔

دوم: الدلالۃ الموصلۃ یعنی ،،حق کو پہنچا دینا اور بندہ کے اختیار کے بغیر دل میں اس کو جگہ دینا::اس کا اللہ ارادہ نہیں کرتا۔ کیونکہ پھر بندہ فعل مختار نہیں رہتا۔ قرآن مجید میں ہے فَلَوْشَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ (۵/۵) خدا چاہتا تو تمہیں سب کو ہدایت کر دیتا،، یعنی تمہارے اختیار کے بغیر محض قدرت کے تصرف سے تمہیں ہدایت والے بنانا چاہتا، جیسے فرشتوں کو ایسے ہی کیا ہے، تو تم سب ہدایت والے ہو جاتے۔ لیکن وہ اس طرح نہیں کرتا بلکہ تمہیں تمہارے اختیار پر چھوڑا ہے۔ تاکہ اپنے اختیار سے نیکی بدی کر کے بدلے کے مستحق بنو۔ اگر جبرًا ہدایت کر دیتا تو بندہ کے اختیار کو دخل نہ ہوتا تو پھر اس میں بندہ کا کیا کمال تھا اور وہ انعام کا مستحق کس طرح ہو سکتا۔ پس ضروری بات ہے کہ اللہ اس طرح کا ارادہ نہ کرے۔

۷۔ قرآن مجید میں ہے، کَانَ مِنَ الْجِنِّ یعنی۔ ابلیس جنوں سے تھا: (۵/۱۸) اس میں دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت ہے، ان کو جن کہتے ہیں، ابلیس ان سے تھا۔ بعض کہتے ہیں زمینی جنوں سے تھا۔ پہلے قول کی بنا پر فرشتوں سے تھا۔ دوسرے قول کی بنا پر کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں سے ملا دیا۔

۸۔ خالق غالب ہے، اگر وہ محض اپنی قدرت کا تصرف کرے تو نہ ابلیس کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی اور، ہاں اگر وہ فعل مختار بنا دے تو پھر دوسرے کے اختیار کا بھی دخل ہو جاتا ہے خواہ نیکی کرے یا بدی، جیسے اوپر نمبر ۶ میں بیان ہو چکا ہے

۹۔ تسبیح دو طرح ہے ایک زبان قال سے ایک حال سے ثانی الذکر تو سب کرتے ہیں۔ اول الذکر بعض کرتے ہیں بعض نہیں کرتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ آسمان وزمین والے سورج، چاند، ستارے، درخت اور بہت لوگ یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور بہت لوگ پر (سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) عذاب الٰہی ثابت ہو گیا ہے۔۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی؟)

تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱

سوال (۱)۔ ہم نے نہ نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا نہ اس کے معجزات کو دیکھا کہ صحیح طور پر ان کا جائزہ لے سکتے نبی پر وحی بھی ہمارے سامنے نازل نہیں ہوئی۔ ہم ایمان لائے ہیں تو صرف اس لیے کہ ہم نے اسلام کی تعلیم کو اچھی اور قابل قبول سمجھا ہے۔ اچھائی اور برائی میں فرق کرنے کی استعداد ہی کی وجہ سے ہمارے اعمال پر جزا و سزا بھی مقرر ہے۔ دوسرے لفظوں میں کسی چیز کی خوبی یا برائی کا اصل معیار عقل ہے قرآن مجید میں بھی اللہ فرماتا ہے کہ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ۔ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو بھی عقل ہی سے پرکھنا گیا ہے اگر خدانخواستہ قرآن مجید کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہ آئے یا ہم اسے اپنی عقل کے خلاف سمجھیں تو فیصلہ کی کیا صورت ہوگی۔؟

جواب۔ سوال دو ہیں۔ ایک یہ کہ سمجھ میں نہ آئے۔ ایک یہ کہ عقل کے خلاف ہو۔ سمجھ میں نہ آنے سے کسی چیز کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق قرآن مجید کا فیصلہ

موجود ہے۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ (بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا) اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ہم نے روح کو جھٹلا دیں صرف اس بنا پر کہ ہمیں اس کی حقیقت معلوم نہیں۔ تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو تو اس کا انکار عقل کی کمزوری ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن کی کوئی بات عقل کے خلاف ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی دفعہ انسان اپنی کمزوری سے کسی بات کو اپنی عقل کے خلاف سمجھ لیتا ہے، اور واقعہ میں وہ عقل کے خلاف نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کفار کہتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہڈی بوسیدہ ہو کر خاک میں مل جائے اور پھر وہ دوبارہ انسان بن جائے جیسے اللہ تعالیٰ سورۂ یٰسین میں فرماتے ہیں قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (یعنی انسان کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے) حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں۔ ہاں کوئی بات ہر ایک کی عقل کے خلاف ہو تو اس کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ مگر قرآن مجید میں کوئی ایسی بات موجود نہیں تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۹

سوال: کیا ہاروت و ماروت فرشتے تھے یا شیطان۔؟ بعض علمائے کہتے ہیں شیطان تھے۔ تفصیلاً بیان فرمائیں۔

جواب: ہاروت و ماروت فرشتے تھے، چنانچہ قرآن مجید کی روشن اس بات کو واضح کر رہی ہے ارشاد ہے۔ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ اس آیت میں هَارُوتَ وَمَارُوتَ مَلَكَيْنِ سے بدل ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اہل کتاب نے اس شے کی تابعداری کی جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی۔ اور جو شیطان کہتے ہیں وہ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ میں شیطان سے بدل بناتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس سے بدل ہوتا، تو اس کے ساتھ ذکر ہوتا۔ نیز كَفَرُوْا وغیرہ صیغے جمع کے اس کے خلاف ہیں۔ غرض قرآنی روش صاف بتلا رہی ہے کہ ہاروت و ماروت فرشتے ہیں۔

تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۹

سوال: ایک شخص کا یہ اعتراض ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ستار ہے غفار رحیم ہے

تو پھر قہار کیوں ہے؟ وہ ایک شخص کو خود ہی موقعہ دیتا ہے کہ وہ ظلم کرے کسی کو قتل کرے جیسا کہ شمر نے امام حسینؓ کو شہید کیا خدا نے خود ہی یہ اس کیلئے مقدر کر رکھا تھا۔ پھر شمر پر قہر نازل کرنا چہ معنی؟ ازراہ کرم اس عقدہ کو ضرور حل کیجئے (محمد اسمٰعیل خان محمد لبشیر خاں از حیدر آباد سندھ)

جواب: یہ تقدیر کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے۔ اس لئے ہر کس وناقص کی سمجھ میں آنا ذرا مشکل ہے۔ ہاں اس کی ابتدائی منزلوں کو سمجھ لیجئے۔ زیادہ گہرائی میں نہ جایئے۔ خدا تعالےٰ دونوں صفات کا مالک ہے، یعنی وہ رحیم بھی ہے غفور بھی ہے اور اس کی یہ صفت مومنوں کے لئے مختص ہے وہ جبار بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ اور یہ وصف منکرین اور کافرین کے لئے مخصوص ہے اس حد تک تو سب کو اتفاق ہے کہ خدا وہی ہو سکتا ہے جو دو صفات کا مالک ہو۔ اور جب تک یہ دونوں صفات یکجا نہ ہوں۔ خدا خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ہر ماں اور ہر باپ میں یہ دونوں اوصاف جمع ہیں۔ وہ اولاد سے محبت اور شفقت بھی کرتے ہیں اور کبھی اسے مارتے ہیں اور سرزنش کرتے ہیں۔ یہی حال استاد کا ہے اور یہی حال ہر حکمران کا۔ اور اس سے نظام عالم قائم ہے۔ پھر اگر خدا میں یہ دونوں وصف موجود ہوں تو اعتراض کیوں؟ اب رہا یہ عقدہ کہ خدا جب جانتا ہے کہ فلاں یہ کام کرے گا فلاں قاتل ہوگا اور فلاں مقتول تو پھر ان کا قصور کیا؟ اور ان کو سزا کیسی؟ بات یہ ہے۔ کہ عوام نے تقدیر کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسا کرے۔ حالانکہ یہ بات سرے ہی سے غلط ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کو نیک وبد دونوں راہیں دکھا دی ہیں اور اسے امتیاز کی توفیق بھی عطا فرما دی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ بچھو ہے یہ سانپ ہے نہ ان کے قریب جاتا ہے نہ ان کے بل میں انگلی دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ شیر ہے بھیڑیا ہے پھاڑ کھائے گا۔ اس لئے ان سے دور دور رہتا ہے اور بچتا ہے۔ مگر اسی طرح جب اسے بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ کام برا ہے اس میں تمہاری ہلاکت ہے۔ جوا نہ کھیلنا، شراب نہ پینا، چوری نہ کرنا، زنا سے بچنا۔ قتل وغارت سے دور رہنا۔ مگر وہ ان سے نہیں بچتا تو پھر قصور اس کا اپنا ہے نہ کہ کسی اور کا۔ آپ نے بہت ہی کم سنا ہوگا۔ کہ کسی نے دیدہ دانستہ بقائمی ہوش وحواس از خود اپنا ہاتھ شیر کے منہ میں دے دیا ہو۔ از خود ہاتھی کے

نیچے آکر کچلا گیا ہو۔ کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو گیا ہو۔ مگر یہ آپ نے عام سنا ہو گا کہ فلاں نے فلاں کو قتل کردیا فلاں نے چوری کی شراب پی، رشوت لی کیوں؟ اس لیے کہ ان کاموں میں اسے مزا آتا تھا [illegible] تحریک کرتا ہے۔ رحمان کبھی تحریک نہیں کرتا وہ تو روکتا ہے اس نے روکنے کے لیے پیغمبر بھیجے ان کے نائب چھوڑے اس لئے وہ تو بری الذمہ ہے اور مجرم تو یہ خود ہے اور تقدیر کو محض بہانہ بنا رہا ہے تقدیر تو خدا تعالیٰ کے ذاتی علم کا نام ہے۔ وہ ذاتی طور پر ہر شخص کے متعلق جانتا ہے۔ کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ جس طرح ایک استاد جانتا ہے۔ کہ کون کون لڑکا ہشیار ہے اور کون کون کمزور کون فیل ہو گا اور کون پاس، مگر محنت کا حکم سب ہی کو دیتا ہے اگر کمزور لڑکا یہ کہے کہ میرے متعلق تو استاد نے کہا تھا کہ یہ فیل ہو جائے گا۔ اب اس میں میرا کیا قصور ہے تو ساری دنیا اسے ملامت کرے گی۔ کہ اس میں استاد کا قصور نہیں۔ تیرا ہی قصور ہے اگر محنت کرتا تو پاس ہو جاتا، استاد کا تو محض اندازہ تھا جو غلط بھی ہو سکتا تھا۔ انسانی اندازے بکثرت غلط ہوتے رہتے ہیں۔ مگر خدائی اندازہ (جیسے تقدیر کا نام دے دیا گیا ہے) کبھی غلط نہیں ہوتا۔ وہ ہو کر رہتا ہے۔ بس بات اتنی سی ہے جو سمجھ لے وہ مومن ہے نہ سمجھے تو منکر۔ مولانا عبد المجید سوہدروی رحمۃ اللہ

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۶

سوال: زید کہتا ہے کہ اولیا انبیا کی اولادیں اپنے بزرگوں کی برکت سے بخشی جائیں گی۔ اسی طرح سادات کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسلی تعلق رکھنے کی بنا پر مواخذہ سے بچ جائیں گے کیا یہ صحیح ہے (محمد شفیق)

جواب: زید کا قول بالکل ہی غلط ہے جو غیر مسلم اقوام کے عقیدہ سے اخذ کیا گیا ہے اسلام صاف فرماتا ہے مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (مسلم) جس شخص کو عمل پیچھے دھکیل دیں، حسب نسب اور خاندانی شرافت اسے (جنت کی طرف) نہیں لے جا سکے گی، جناب رسالت مآبؐ نے اپنی بیٹی کو فرمایا تھا۔ يا فاطمة بنت محمد اعملي اعملي اني لا اغني عنك من الله شيئا اے فاطمہ بنت محمد عمل کرنا عمل کرنا میں اللہ کی گرفت سے تجھے نہیں بچا سکوں گا (نبوت پدری کی خود فریبی میں مست رہو) اس لئے ہم

شخص کو عمل کی دولت سے مالا مال ہونا چاہیئے، خاندانی تعلق کی قیمت خدا کے ہاں کچھ نہیں۔
مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ اخبار اہلحدیث سوہدرہ ۲۴ اگست ۱۹۵۶ء شمارہ نمبر ۳۲

سوال: کیا سفارش کرنا اسلام میں بالکل ہی ناجائز ہے۔

جواب: نہیں ہر سفارش ناجائز نہیں ہے قرآن کریم عنوان باندھتا ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (نساء) جو شخص اچھی سفارش کریگا اسے اسی طرح کا حصہ ملیگا، اور جو بری سفارش کریگا ویسا ہی ثمر بد پائیگا۔ ناجائز سفارش یہ ہے، خدا کی حدود اور سزاؤں کو ٹالا جائے۔ غلط کام کرایا جائے اور حق کے ابطال کی کوشش کی جائے وغیرہ، اور اچھی سفارش یہ ہے مسلمان کا جائز حق دلایا جائے، اس سے دفع شر ہو جائز نفع رسانی کا عزم ہو، حضور ایسی جائز سفارش کے متعلق فرماتے ہیں اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا (جائز) سفارش کیا کرو، اجر پاؤ گے (بخاری مسلم) مولنا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ اخبار اہلحدیث سوہدرہ ۲۴ اگست ۱۹۵۶ء شمارہ نمبر ۳۲

حیات انبیاء

سوال: میری ایک حنفی دیوبندی سے بحث چل رہی ہے۔ اس نے تین حدیثیں پیش کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر اس نے دعوےٰ کیا ہے۔ کہ کوئی اہلحدیث عالم ان تین حدیثوں کو اور ان کے راویوں کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ (احقر عبدالغفور بن اسماعیل۔ گوجرانوالہ)

جواب: انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں۔ اسی لئے وہاں تنعیم و تعذیب کی صورت ہے، حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری)

اور علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز

پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے۔ اور حدیث مسلم میں ہے۔ اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے اس کی سند جید ہے۔ مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے۔ جو مجہول الحال ہے مگر درود کے قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں۔ مولانا حافظ گوندلوی۔ الاعتصام جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۹

سوال:۔ غلام نبی۔ غلام رسول۔ غلام محمد وغیرہ ایسے نام رکھنا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے۔ ایک عالم کہتا ہے۔ کہ ایسا نام رکھنا از روئے مذہب اسلام ناجائز ہے۔ دوسرا عالم کہتا ہے۔ کہ ایسے ناموں کی تردید کے لئے نہ کوئی آیہ قرآنی ہے۔ اور نہ ہی کوئی حدیث شریف ہے۔ اس لئے ایسے نام رکھنا جائز ہے۔ (سائل غلام نبی طاہری از بٹہ مالنہ سرینگ)

جواب:۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے نویں پارے میں لکھا ہے۔ کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانکہ اہل زمان ما غلام فلاں عبد فلاں نام می نہند۔ آج کل جو لوگ غلام فلاں عبد فلاں نام رکھتے ہیں۔ از قسم شرک ہے۔ اہلحدیث امرتسر ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ

سوال:۔ کیا غلام رسول، غلام الٰہی اور مولا بخش جیسے نام رکھنے جائز ہیں۔! جب کہ غلام رسول اور غلام الٰہی سے مراد خادم الٰہی ہو۔ اگر اس قسم کے نام جائز نہیں، تو پہلے رکھے ہوئے نام تبدیل کرنا ضروری ہیں یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہیں تو بتایئے کہ اگر ان ناموں والے طالب علم ایف اے، بی اے میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، تو وہ کس طرح اپنے نام تبدیل کر سکتے ہیں۔ جب کہ ان کی مڈل، میٹرک اور ایف اے وغیرہ کی سندوں پر یہی نام درج ہیں۔!

جواب:۔ بعض لوگ غلام رسول وغیرہ قسم کے نام رکھنے کے جواز کی گنجائش اس حدیث سے نکالتے ہیں۔! عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقولن احدكم عبدي وامتي كلكم عبيد الله وكل نسائكم اماء الله ولكن ليقل غلامي وجاريتي وفتاتي (مشکوٰۃ باب الاسامی فصل اول) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص یوں نہ کہے: میرا بندہ اور میری بندی ہے تم مرد اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ کی بندیاں ہیں۔ لیکن یوں کہے

میرا غلام اور میری لونڈی اور میری خادمہ۔)

مگر اس حدیث سے پوری تسلی نہیں کیونکہ اس میں نسبت وقتی ہے، اور جب نام ہو گیا تو نسبت پختہ ہو گئی اس بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ۔ اس قسم کے نام ناموں سے پرہیز کیا جائے۔ نیز جو لوگ یہ نام رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ بزرگوں کے متعلق کچھ تصرفات کا ہوتا ہے، اس لیے وہ ان ناموں کے ذریعہ ان کی طرف نسبت کو محبوب اور باعث فخر سمجھتے ہیں اگر کسی شخص کا عقیدہ تصرفات کا نہ ہو، تو ایسا عقیدہ رکھنے والوں سے مشابہت ہے، اس لیے بھی اس قسم کے ناموں سے پرہیز چاہیئے۔ اور حدیث مذکور میں جو نسبت ہے وہ صرف آپس میں امتیاز کے لیئے ہے یعنی زید کا غلام ہے عمرو کا نہیں۔ اس میں عقیدت کا دخل نہیں جس سے شرک کا شبہ پڑے پس احتیاط اسی میں ہے کہ ان ناموں سے پرہیز کیا جائے رہا یہ امر کہ جن لوگوں کے اس قسم کے نام سندوں، سارٹیفکیٹوں رجسٹریوں وغیرہ کاغذات میں درج ہو چکے ہیں۔ ان کا تبدیل کرنا چونکہ اختیار سے باہر ہے، اس لیے ان کاغذات میں وہ رہیں اور آپس میں گفتگو کے لیے تبدیل کر لینے بہتر ہیں

حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ تنظیم اہلحدیث لاہور ۶ مارچ ۱۹۶۲ء

سوال: جو شخص فرقہ ضالہ مرزائیہ کو اسلام پر سمجھتا ہو اس کے بارہ میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے

جواب: جو ان کو مسلمان کہے وہ بھی اسی طرح مرزائی ہو جائے گا۔

سوال (۱): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا تھا کیا اسی طرح جب حضور بیت المقدس میں سابقہ انبیاء علیہ السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی تھی تو کیا وہ بھی جسم عنصری کے ساتھ حاضر ہوئے تھے یا نہیں؛

(۲) کیا حضور علیہ السلام روضۂ اقدس میں اب بھی حیات ہیں یا نہیں اور اگر حیات نہیں تو پھر جب کوئی آدمی حضور علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر کھڑا ہو کر درود شریف پڑھتا ہے تو حضورؐ کیسے سنتے ہیں۔

(۳) قرآن پاک میں ہے اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ اس کے معنی بھی سینہ کھولنے کے

میں، سینہ چاک کرنے کے نہیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں بھی سینہ کھولنے کے معنی ہیں چنانچہ ارشاد ہے: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اسی طرح اور مقام میں ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کو ہدایت دیتے ہیں تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے شَرَحَ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضورؐ کا شق صدر حق ہے۔ سائل: محمد عبداللہ امرت سری خطیب چک نمبر ۲۲۶ تحصیل لیہ علاقہ تھل

جواب (۱): قرآن و احادیث میں اس کی وضاحت موجود نہیں ہے اس میں مختلف احتمال موجود ہیں مگر ان کو زندہ کر کے مع جسد حاضر کیا گیا ہو مگر ان کی مثالی شکل حاضر کی گئی ہوں مگر صرف ان کی روحیں حاضر کی گئی ہوں ان تمام احتمالات میں سے زیادہ احتیاط کا راستہ یہی ہے کہ کہا جائے کہ وہ حاضر کئے گئے تھے، جس طرح اللہ تعالےٰ کی حکمت کا تقاضا ہے یہ اس لئے کہ اس قسم کے مسئلہ کا حل قیاس سے درست نہیں ہے۔

(۲) ان کی زندگی برزخی ہے، اس طرح نہیں ہے، جس طرح دنیا کی زندگی ہے درود وغیرہ جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے سنا سکتا ہے۔ قرآن میں ہے إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنا سکتا ہے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

(۳) شرح صدر اور شق صدر دو علیحدہ چیزیں ہیں، شق صدر کے متعلق قرآن میں کوئی نص نہیں ہے مختلف احادیث میں شق صدر کا ذکر ہے تقریباً چار سال کی عمر میں، پھر بیس سال کی عمر میں اور آخر اسراء و معراج کرانے کی مدت میں اس کی تفصیل احادیث، بخاری، مسلم، مسند احمد، سنن بیہقی طبرانی مجمع الزوائد وغیرہ اکثر احادیث کی کتب میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شق صدر کے ذریعہ آں حضرت کے اندر سے علقہ دمویہ اور حظ شیطان نکال دیے گئے ہیں احادیث سند کے لحاظ سے بعض صحیح ہیں بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں، آپس میں بعض بعض کو تقویت دے رہی ہیں۔

سوال (۱)۔ بعض تعویذات میں لفظِ یا بدوح لکھا ہوتا ہے اس لفظ کا کیا مطلب ہے؟ تشریح کریں

(۲) اکثر تعویذات حروفِ تہجی سے لکھے ہوتے ہیں یعنی ابجد، ہوز وغیرہ کے نمبر لکھ کر نمبر کو جمع کر کے تعویذات بناتے ہیں، جیسا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی جگہ پر ۷۸۶، لکھ دیتے ہیں، اسی طرح کسی سورت کی جگہ پر ان کے نمبر لکھ دیتے ہیں اس پر روشنی ڈالئے۔

(۳) ہمارے ہاں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو پیر، فقیر کے نام سے بولا کرتے ہیں اور لوگ ان کو تعظیم کی خاطر اپنا سر جھکا دیتے ہیں، کیا تعظیم کی خاطر کسی کے لئے جھکنا صحیح ہے، کیا یہ کام شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

(۴) بعض تعویذات میں اللہ کے سوا دوسروں کو پکارا جاتا ہے، مثلاً یا علیؓ وغیرہ اور لوگ ان تعویذات کو خرید کر اپنے گلے میں ڈال دیتے ہیں کیا ان کا گناہ تعویذات کے بیچنے والے پر ہے یا خریدنے والے عوام پر ہے، کیونکہ عوام تو ان پڑھ جاہل لوگ ہیں، بالکل کچھ نہیں جانتے، اس مسئلہ پر آیات اور احادیث کے حوالے تحریر فرمائیں؟

جواب (۱)۔ لفظِ یا بدوح کا مطلب کوئی نہیں ہے اس میں حروف ابجد کے حروف ہفت میں سے چار حروف جمع کئے گئے ہیں۔

ب(۲) د(۴) و(۶) ح(۸) یعنی یہ کلمہ ۲۔۴۔۶۔۸ پر دلالت کرتا ہے اور بس یہ کسی کا نام نہیں ہے لہٰذا "یا" کے ساتھ پکارنا ناجائز ہے۔

(۲) آیات قرآنی کا ابجد، تعوذ کے نمبر پر لکھنے کا شرعی ثبوت نہیں ہے یہ دراصل کئی احتمال رکھتے ہیں مثلاً، حرف ب جو ہے اس کا نمبر ۲ ہے یہ احتمال رکھتا ہے کہ ب لفظ خبیث کا ہو اور مبین کا ہو لہٰذا اس کی تعیین لکھنے والے کی نیت کے مطابق ہے ہو سکتا ہے کہ اسی کی نیت کے مطابق تاثیر بھی ہو بہر حال اس کا شرعی ثبوت قطعاً نہیں ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ لکھنے والے کی کچھ بھی نیت نہ ہو۔

(۳) قرآن واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امت میں ایک مدت تک اس کی گنجائش تھی مگر بعد میں تعظیماً جھکنا اور سجدہ کرانا حرام کر دیا گیا ہے

(۴) اس طرح کے تعویذ لکھنا، باندھنا، وغیرہ حرام ہے لکھنے والا بھی مجرم ہوگا اور باندھنے والوں کو بھی حکم ہے کہ وہ تحقیق کریں اور اگر تحقیق کے بغیر باندھے گا تو وہ بھی مجرم ہوگا اور تحقیق کے بعد بالاولیٰ ناجائز ہے

مولانا ابوالبرکات جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ الاعتصام لاہور ۹ جون ۱۹۷۲ء

سوال:۔ جب انسان کی تقدیر پیدائش سے پہلے ہی لکھی جا چکی ہے، تو پھر انسان مختار کیسے ہوا؟ اور اس کا قصور کیا؟ (بابو رحمت اللہ بھوپالوی سندھ)

جواب:۔ تقدیر خدا کا ایک اندازہ ہے جو صحیح اور اٹل ہے جو کچھ انسان نے ہوش کے بعد خود کرنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے علم کے زور سے اسے قبل از وقت معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ انسان فلاں فلاں حرکتیں کرے گا خدا کا قبل از وقت اس کی یہ سب حرکتیں معلوم کر لینا انسان پر کچھ اثر نہیں ڈالتا، مختصر یوں سمجھئے کہ انسان نے اپنے اختیارات تفویضہ سے جو کچھ کرنا یا نہ کرنا ہے، اسے پہلے معلوم کر لینا تقدیر الٰہی ہے، اور بندہ اس مغالطے میں رہتا ہے کہ جو لکھا ہے وہ میں نے کرنا ہے بس الٹ پلٹ کے اس چکر میں مسئلہ تقدیر مشکل معلوم ہوتا ہے، قیامت کو اسی تقدیر کے بنانے یا بگاڑنے پر سوال و جواب ہوگا، تقدیر کی دوسری قسم جو اختیار انسانیہ سے باہر ہے اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔ گویہ مثلاً یہ کہ اسے بندے تم بیمار ہوئے تھے تو علاج کرنے پر بھی تم صحت مند کیوں نہ ہو سکے۔ باوجود روزگار کے تم مال کثیر کیوں نہ جمع کر سکے نکاح کے بعد تم صاحب اولاد

کیوں نہ بن سکے وغیرہ۔۔ اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۳ ش نمبر ۴

سوال۔ چاند، سورج، ستارے کیا چیز ہیں۔

جواب۔ جس چیز کا آسمان بنا ہے ان کا اصل مادہ بھی اسی سے معلوم ہوتا ہے، صرف ان میں درجہ وار اور مطابق ضرورت نور بھر دیا گیا ہے تاکہ نظام دنیا چلتا رہے جیسے ہم انسان روشنی کا کام لوہے کی تاروں سے شیشوں سے، کپڑوں سے لکڑی سے یعنی کئی ذرائع سے حاصل کر رہے ہیں۔ ورنہ ایک وقت آئیگا کہ ان اجرام کا نور کلیتہ ختم کر دیا جائیگا، کلام الٰہی میں لکھا ہے خَسَفَ الْقَمَرُ چاند کی روشنی مٹ جائیگی وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ستارے بے نور ہو جائیں گے جُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ سورج اور چاند کو یکجا کر دیا جائیگا یعنی دونوں ایک پوزیشن میں بے نور اور بے سود ہونگے حضور فرماتے ہیں، کہ سورج چاند کا نور ختم ہونے کے بعد یعنی جب یہ قمقمے فیوز کر دیئے جائیں گے، تو انہیں [illegible] میں پھینک دیا جائیگا تاکہ ان کی پرستش کرنیوالے انسان ان بے بس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں ؛

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۴

استفتاء۔۔ ایک پاکستانی بھائی نے ایک سوال کا جواب طلب کیا ہے اس سوال کا خلاصہ یہ ہے

(۱) آئین شریعت کی رو سے ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو اشتراکیت اور سوشلزم کے مبادیات (محض اقتصادی نظام) کو بطور نظام نافذ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور قانون اسلامی کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ؛

(۲) ان لوگوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا فیصلہ دیتی ہے جو اس مطالبہ میں ان کی حمایت، اعانت کرتے ہیں۔ اور اگر دوسرے لوگ اسلامی قانون کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ لوگ ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور افتراء بازی بھی کرتے ہیں۔

(۳) بتایا جائے کہ جو لوگ اشتراکیت اور سوشلزم کے حامی ہیں کیا انہیں مسلمانوں کی مساجد میں امام و خطیب مقرر کیا جا سکتا ہے ؛

الجواب۔ الحمد للہ والصلوٰۃ و علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحابتہ ومن اھتدی بھداہ یہ بات ہر قسم کے شک و شبہ

سے بالاتر ہے۔ کہ مسلم ائمہ اور قائدین کا یہ فرض ہے کہ وہ زندگی کے تمام امور و معاملات میں شریعت اسلامیہ کو اپنا حکم اور راہنما تسلیم کریں۔ اور جو نظام الٰہی اس کے مخالف ہوں ان کو رد کر دیں۔ اور ان کے خلاف برسر پیکار ہو جائیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماء اسلام متفق ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ اس فیصلہ کے بارے میں تمام اہل علم کے پاس بہت سے دلائل موجود ہیں جو قرآن و سنت پر مبنی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوں گے جب تک یہ آپس کے جھگڑوں کے فیصلے آپ سے نہ کروا لیں اور ان فیصلوں پر اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی یا ہچکچاہٹ نہ محسوس کریں اور ان فیصلوں کو بسر و چشم تسلیم کر لیں

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا پ۵ اے ایمان والو۔ تم اللہ احکم الحاکمین، ان کے بھیجے ہوئے رسول برحق اور جو لوگ صاحب امر ہوں ان کی اطاعت فرمانبرداری کرو۔ اور اگر تم میں کوئی تنازعہ پیدا ہو یا کوئی الجھن پیش آئے تو اللہ اور اس کے رسول برحق کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور ان ہی سے فیصلہ طلب کرو۔ اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور یہی طرز عمل تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

(۳) وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (پ۲۵۔ آیت ۱۰) اور جن امور میں تم اہل حق سے اختلاف رکھتے ہو تو سن لو کہ اس کا فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(۴) أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (پ۶۔ آیت ۵) تو کیا یہ لوگ پھر سے زمانہ جاہلیت چاہتے

ہیں۔ بتلاؤ تو ذرا کہ اللہ سے بڑھ کر اچھا اور بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو گا، مگر اس قوم کے نزدیک جو اللہ پر یقین کامل رکھتے ہیں۔!

(۵) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

(سیپارہ ۶ آیت ۴۵) اور جو بد بخت اللہ احکم الحاکمین کے نازل فرمودہ احکامات کے مطابق حکم نہ کرے تو اس سے بڑھ کر ستم ڈھانے والا اور کون ہو گا۔!

(۶) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (پ ۶ آیت ۴۷)

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے احکامات جو اس نے نازل فرمائے ان کے مطابق حکم نہیں کرتا تو یہ یقیناً فاسقوں میں سے ہے۔

اس مفہوم کی حامل آیات قرآن حکیم میں کئی ہیں۔ اور اس بنا پر علمائے حق اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جو شخص بھی لادینی نظام کو دینی نظام سے بہتر خیال کرتا ہے اور رسول برحق کی سیرت وراہنمائی سے کسی اور شخصیت کی سیرت اور راہنمائی کو اچھا تصور کرتا ہے۔ تو ان ہر کافر، وہ کافر ہے اور گمراہ ہے۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ کسی بات میں یا کسی ایک مسئلہ میں شریعت محمدیہ کے علاوہ کسی اور قانون یا نظام کو تسلیم کرنا درست ہے تو وہ بھی (فھو کافر ضال) کافر ہے اور گمراہ ہے۔

ہماری پیش کردہ قرآنی آیات اور اہل علم کے اجماع سے سائل اور دوسرے لوگوں پر یہ بات واضح ہو جانی چاہیے۔ کہ جو لوگ اشتراکیت یا سوشلزم یا کسی دوسرے باطل نظام کی طرف بلاتے ہیں جو نظام قوانین اسلامیہ کا رد کرتا ہے۔ اور اس کی ممانعت کرتا ہو تو ایسے لوگ کافر ہیں۔ اور بدترین گمراہ ہیں اور یہ لوگ یہود ونصاریٰ کے کفر سے بھی بڑھ کر کفر میں ہیں اس لئے کہ یہ ملحد ہیں۔ اور خدا ویوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ہرگز جائز نہیں ہے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کی مساجد میں خطیب یا امام مقرر کیا جائے۔ اور ان کی امامت ما اقتدار میں نماز بھی جائز و درست نہیں!!

اور وہ لوگ جو ان ملحدوں اور کافروں کی مدد تائید کرتے ہیں اور ان کے نظام

باطل اور فکر غلط کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اسلام کی طرف بلائے جانے والوں کی مذمت واعانت کے مرتکب ہوتے ہیں تو [illegible] ہیں جن کے وہ ہم رکاب اور [illegible] اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے خلاف جو بھی کافروں اور ملحدوں کی کسی قسم کی بھی تائید ونصرت کرتا ہے۔ وہ بھی کافر ہے جیسے کہ خداوند قدوس نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے۔

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (پ۶ آیت ۵) اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی بھی اس میں سے کسی کو اپنا دوست بنائے گا۔ تو وہ بھی ان ہی میں شمار ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو خود پر ظلم کرتے ہیں

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (آیت ۲ پ۱۰) اے ایمان والو۔ اپنے باپ اور بھائیوں کو اپنا رفیق مت بناؤ اگر وہ ایمان کے بجائے کفر کو پسند کریں۔ اور اگر تم سے کوئی ان کا رفیق اور مونس ہوگا۔ تو وہ بھی ان ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اور ایسے لوگ یقیناً ظالموں میں سے ہیں۔

میرے خیال میں جو دلائل میں نے پیش کردیئے ہیں۔ وہ ایک طالب حق سائل کے لئے کافی وافی ہیں۔

فاللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ہم اللہ عزوجل کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے اور انہیں راہ ہدایت نصیب فرمائے اور انہیں حق وہدایت پر جمع فرمائے اسلام کے دشمنوں اور بدخواہوں کو نیست ونابود کردے۔ ان کی اجتماعیت اور وحدت کو پارہ پارہ کردے اور امت مسلمہ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ ہر

بات پر قادر ہے۔ وصلی اللہ علیہ وسلم علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وآلہ واصحابہ (دستخط ومہر دارالافتاء عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نائب رئیس الجامعۃ الاسلامیہ مدینۃ المنورہ)

اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا نظام نافذ کیا گیا تو یہ خدا اور رسول سے غداری ہوگی

دیارِ عرب کے معتمد علماء کا فتویٰ بالکل صحیح اور درست ہے۔

جامعۃ محمد الخامس کے شیخ الاستاذ تقی الدین بن عبدالقادر الہلالی کا تائیدی بیان سوشلزم اور اشتراکیت کے خلاف فتویٰ کفر کی تائید میں مراکش کی معروف دینی اور سیاسی شخصیت شیخ الاستاذ تقی الدین بن عبدالقادر الہلالی جو جامعۃ محمد الخامس مراکش کے ممتاز پروفیسر ہیں۔ اور کچھ عرصہ کے لئے الجامعۃ الاسلامیہ کی دعوت پر وہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ نے فرمایا کہ۔

الجامعۃ الاسلامیہ کے نائب رئیس الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے اشتراکیت اور سوشلزم کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے اسے میں نے پڑھا ہے۔ میرے نزدیک مکمل سیر حاصل اور مقاصد مطلب کے لحاظ سے کافی ووافی ہے اس پر مزید کچھ لکھنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ البتہ مجھے ایک اور بات کہنا ہے چونکہ میں بھی (متحدہ) ہندستان کے مسلمانوں اور تقسیم کے بعد حالات سے واقف ہوں مجھے تذکرہ بالا مسئلہ پر قرآن وسنت سے دلائل پیش نہیں کرنے ہیں وہ تو اس فتویٰ میں اچھی طرح آگئے ہیں۔

مجھے پاکستان کے بارے میں　　اور اصطلاح کی رو سے اس ملک کے قیام کے بارے میں مرحوم چوہدری رحمت علی کے اس بیان کی روشنی میں جو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا۔ کچھ کہنا ہے لغوی طور پر پاکستان کے معنی ایسی پاک جگہ جہاں دستور الٰہی نافذ ہو۔ اور اس جگہ کوئی دوسرا نجس اور باطل نظام نافذ نہ ہو سکے اس

بنا بریں جو شخص اس خطۂ پاک پر غیر اسلامی نظام کی بنیاد رکھتا ہے تو گویا وہ مملکت پاکستان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے اور اسے ایک چٹیل میدان میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے اور ایسا کرنا پاکستان کے قیام کے بنیادی اصطلاحی طور پر اس نام کی ترکیب میں ان علاقوں کی وضاحت پائی جاتی ہے اور جن کے مجموعہ کا نام پاکستان ہے اور ان علاقوں کے باشندے مسلمان ہیں علاقوں کی نشاندہی اس نام (پاکستان) میں یوں ہے

پ	پنجاب	س	سندھ اور سرحد
ک	کشمیر	تا	بلوچستان
	ق	بنگال	

(استاد موصوف نے پاکستان کی اصطلاحی تشریح اسی طرح ہی کی ہے) ان علاقوں کو (جنہیں ہم صوبے کہتے ہیں) متحدہ ہند سے الگ کر کے ایک مستقل ریاست بنانے کا مقصد وحید یہی تھا۔ کہ اسے اسلامی ریاست بنایا جائے گا۔ چنانچہ جو گروہ بھی یہاں دستور اسلامی کے علاوہ کسی اور نظام کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے وہ تمام اہل علم اور پاکستان کے مفکروں اور بانیوں سے غداری اور ان کے عزائم و مقاصد سے انحراف کرتا ہے اور یہ نہ صرف اہل پاکستان بلکہ اسلام سے غداری ہے لہٰذا جو لوگ اس ملک کو اشتراکیت کی آماجگاہ بنانا چاہتے ہیں خواہ وہ اشتراکیت برطانیہ کی صاحب اقتدار پارٹی کہ ڈیمو کریٹک اشتراکیت ہو یا ہٹلر و مسولینی کی وطنی اشتراکیت ہو یا اتحادی روس کا سوشلزم ایسے لوگ خدا اور اس کے رسول برحق کی امانت میں خیانت کے بدترین مجرم اور مرتکب ہیں۔ اور ان تمام اہل علم اور وطن عزیز کے ممتاز مفکروں اور مقدسین کی امانت کے خائن بھی جن کے بعد پاکستان ان کے ہاتھ آیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(ڈاکٹر محمد تقی الدین بن عبد القادر کھلانی)

اخبار الاعتصام جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر $\frac{49}{50}$

سوال (۱): سب سے پہلے وحی الٰہی کب اور کس مقام پر نازل ہوئی۔ وحی کے

الفاظ اور معنیٰ بتایئے؟

(۲) وہ کونسا مقدس مقام ہے۔ جس جگہ شق القمر کا معجزہ ظہور ہوا اور کس سن میں؟

(۳) صلح حدیبیہ کب اور کس جگہ ہوئی اس صلح کی شرائط کیا تھیں؟

(۴) وہ مقدس غار کس جگہ ہے جہاں رسول خدا نے ہجرت کے وقت قیام فرمایا تاریخ ہجرت اور دن لکھئے؟

(۵) مدینہ منورہ کے کون سے قبیلے کے لوگوں نے سب سے پہلے اور کہاں اسلام قبول فرمایا

(۶) سب سے پہلے جمعہ کی نماز کب اور کہاں پڑھی گئی؟

(۷) ہجرت سے قبل قریش مکہ کے کن کن لوگوں نے رسول اللہ ؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا؟

جواب (۱) مکہ مکرمہ کے اس ٹیلے پر جس کو حرا کہتے ہیں۔ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ (تو پڑھ) اپنے رب کے نام سے جو کہ خالق کائنات ہے اور جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا)

(۲) مکہ میں نبوت کے نویں سال میں یہ واقعہ پیش آیا۔

(۳) ۶ھ میں حدیبیہ نامی جگہ میں (۱) دس سال تک آپس میں لڑائی نہیں ہوگی (۲) اس سال مسلمان عمرہ کئے بغیر واپس جائیں گے (۳) اگر مسلم مکہ سے آجائے تو اسے واپس کردیں اور اگر کوئی مسلم مکہ چلا جائے تو واپس نہیں ہوگا۔

(۴) ولادت ۵۴ ویں سال اور نبوت کے چودھویں سال میں سوموار کے دن غار ثور میں قیام فرمایا۔

(۵) خزرج قبیلہ کے لوگوں نے سب سے پہلے عقبہ نامی جگہ میں اسلام قبول کیا۔

(۶) آپ سوموار سے جمعرات قبا میں بنی عمرو بن عوف کے پاس رہے اور بنی سالم بن عوف کی مسجد میں جو جبل عیہ متصل وادی میں تھی وہاں نماز جمعہ ادا کی۔

(۷) عتبہ۔ شیبہ۔ ابوسفیان، حارث، نضر، ابوالبختری، حکیم، ابوجہل، نبیہ، امیہ، اور شیخ نجدی (ابلیس) قابل ذکر ہیں۔ اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۴۳

سوال: آں حضورؐ کی پیدائش و وفات مع اختلافات مذاہب دیگراں۔؟

جواب: بہت مؤرخین اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش ربیع الاول میں سوموار کے دن ہوئی ہے اور اس کے بعد یا ثانی ربیع الاول یا تاسع یا ثانی عشر ہونے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح وفات سوموار کا دن ربیع الاول میں ہونے کا اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ جمہور کے نزدیک بارہ ربیع الاول ہے۔ زیادہ اقرب الی الصواب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت کی پیدائش ۹ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور وفات دوسری ربیع الاول کو اصل میں ثانی شہر ربیع الاول تھا مگر تحریف ہو کر ثانی عشر بن گیا۔ یعنی اصل میں ثانی (دوم) تھا مگر غلطی سے ثانی عشر (بارہ ربیع الاول) بن گیا۔ اہلحدیث جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۴۱

سوال: جنات کی مخلوق اور دنیا میں ان کا وجود تو قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت ہے اب قرآن و سنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب الاعتصام میں تحریر فرما کر ممنون فرمائیں:۔

(۱) کیا انسان جنات کو اپنے کنٹرول میں کر سکتے ہیں؟

(۲) کیا جنات انسان کو قابو کر سکتے ہیں (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مردوں اور عورتوں پر جنات کا سایہ ہے (جن پڑتا ہے)

(۳) کیا جن انسان کے قابو میں آجانے کے بعد انسان کی مشکلات میں کام آسکتا ہے اور انسان پر جن کا قبضہ ہو جانے کے بعد کیا اس انسان کو کوئی ضرر یا نفع پہنچا سکتا ہے؟

(۴) کیا جنات پوشیدہ خبریں بتا سکتے ہیں؟

(۵) جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھے جنات کا علم ہے یا جنات میرے قبضہ میں ہیں وہ کون ہے؟ اور وہ شخص جو اس مدعی کی بات پر اعتماد کرتا ہے وہ کون ہے؟

(ناظم جمعیت اہل حدیث کتیاہ۔ ضلع گجرات)

جواب (۱): قرآن مجید میں ہے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ (الانعام) جن کہیں گے اسے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی

جنوں سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ مگر جن کو کنٹرول میں کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(۲) قرآن مجید میں ہے کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (بقرہ ۵) قیامت کے دن سود خوار اس طرح کھڑے ہونگے جیسے آسیب زدہ کھڑا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۳.۴.۵۔ تیسرے۔ چوتھے اور پانچویں سوال کا جواب پہلے دو میں آگیا ہے

الاعتصام جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۴۹

سوال: ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دہابی کہتے ہیں کیا ایسا کہنا جائز ہے۔ (مستری محمد یوسف گوہجک)

جواب: ایسے لوگ بہت ہی بے وقوف ہیں اگر دہابی کا معنی عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہوں تو اس کا حضورؐ کے زمانہ میں نام و نشان بھی نہ تھا اگر دہابی سے مقصد بے دین ہو تو کتنی بڑی جہالت ہے اور اگر دہابی کے معنی دہاب والا یا اللہ والا لئے جائیں، تب بھی موزون نہیں، حضورؐ کو بعض کفار لہابی کہا کرتے تھے جس سے اُن کا مقصد لا مذہب ہوتا تھا۔ مگر کیا کوئی مسلمان بھی ایسا کہہ سکتا ہے؛ حضورؐ کے زمانہ میں کوئی فرقہ نہیں تھا نہ پارٹی بازی اور گروہ بندی تھی سب مسلمان مومن کہلاتے تھے اور قرآن و حدیث کے سوا کچھ نہ مانتے تھے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۵

سوال: زید کہتا ہے تارک الصوم والصلوٰۃ اسلام سے خارج ہے بکر کہتا ہے میرے مذہب میں نماز روزہ چھوڑنیوالا کافر نہیں بلکہ میرے مذہب میں فرعون، ہامان، قارون، ابوجہل وغیرہ ایکدن ضرور جنت میں جائیں گے۔ بتایئے حق پر کون ہے۔ (عبداللطیف منگوکے)

جواب: صورت مسئولہ میں اگر زید نے "تشدد" سے کام لیا ہے تو بکر بھی صحت پر نہیں ہے۔ تارک صوم وصلوٰۃ کے متعلق حدیث میں کفر کا لفظ تو وارد ہوا ہے۔ مگر الکفر دون الکفر کے ماتحت اسے ہلکے درجہ کا کفر قرار دیا گیا ہے اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ بے نماز جہنم کے اس طبقہ میں ہوگا۔ جس میں فرعون، شداد، ہامان ہونگے۔ پس ان

روایات کی رو سے زید کا قول اقرب الی الصحت ہے اور بکر غلطی پر ہے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۰ ش نمبر ۱)

توضیح۔ فرعون ہامان قارون ابوجہل وغیرہ کا کفر بالاتفاق حقیقی ہے اور تارک الصلوٰۃ کے کفر میں اختلاف ہے آیا کفر حقیقی ہے یا مجازی جس کو مفتی صاحب نے ہلکہ کفر قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے ہاں صوم اور صلوٰۃ کے منکر کا کفر حقیقی ہے فافہم وتدبر۔
علی محمد سعیدی خانیوال؛

سوال: مسلمان ہونے کے لئے آیا مذہب حنفی شافعی وغیرہ ہونا خدا اور رسول نے شرط کیا ہے یا نہیں، اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں، اور اماموں نے اپنی اپنی تقلید کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں! اور پیغمبر صاحب کے بعد کئی سو برس تک مسلمانوں نے تقلید ایک خاص امام کی یا نہیں! اور وہ مسلمان غیر مقلد اصحاب اور تابعین اچھے سچے مسلمان تھے یا نہیں! نیز وہ مقلدین حنفی شافعی کہلانے والے حدیث اور قرآن کے عامل سے ناراض ہوتے تھے یا نہیں اور پیغمبر صاحب نے صحابہ اور تابعین غیر مقلد لوگوں کے زمانہ کو اچھا کہا ہے یا نہیں! اور اس کے بعد کے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے یا نہیں؟ قوی دلیل بیان کیجئے۔۔

جواب: نام میرا مولوی عبدالحی ابن مولوی عبدالحلیم صاحب ساکن فرنگی محل عمر
خمیناً تینتیس ۳۳ سال بقول صالح بیان کرتا ہوں۔ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں ہے۔ اور
غمبر صاحب اور اصحاب اور ائمہ کے وقت میں حنفی شافعی وغیرہ نام سے مسلمان موسوم نہ
ے اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے اس حالت میں جب کہ خلاف
ن وحدیث نہ ہو۔ مسلمان زمانہ اصحاب اور تابعین کے اچھے تھے ان لوگوں سے جو
ل مقلدین قرآن وحدیث سے ناراض ہیں اور پیغمبر صاحب نے زمانہ صحابہ تابعین
تبع تابعین کو اچھا کہا ہے۔ اور پچھلے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے
ال.. جو شخص بموجب قرآن وحدیث کے نماز ادا کرے اور مسلکوں میں مقلد

ایک امام خاص کا نہ ہو اور سب اماموں کو برابر حق جان کر جس کا مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت جماعت ہے یا نہیں!

جواب:۔ ایسا شخص مسلمان سنت جماعت ہے بشرطیکہ قابلیت قرآن وحدیث کی سمجھنے کی رکھتا ہو اور تخریب دین اس کو منظور نہ ہو۔

سوال:۔ آمین بالجہر نماز میں پیغمبر صاحب کا قول اور فعل ہے یا نہیں۔ اور یہ اسلام کی بات ہے یا کفر کی اور حنفی کی کتابوں سے اور صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے یا نہیں اور مسلمانوں کا فعل ہے یا نہیں؛

جواب:۔ آمین بالجہر کہنا پیغمبرؐ صاحب کا فعل ہے، اور یہ اسلام کی بات ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے، اور حنفی بھی اس مضمون کو لکھتے ہیں۔ مگر اختلاف ہے اور بہت سے مسلمانان قدیم کا یہ فعل ہے:؛

سوال:۔ حنفیوں کی کسی کتاب میں آمین بالجہر کہنے والے کے یا اُس کے ساتھ کی نماز پڑھنے والوں کی نماز کا ٹوٹنا یا کسی اور قسم کا حرج اور نقصان ہونا اس کے امام نے لکھا ہے یا نہیں:؛

جواب:۔ آمین بالجہر کہنے سے کہنے والے یا اس کے ساتھیوں کی نماز کا ٹوٹنا یا نقصان ہونا کسی کتاب معتبر حنفی میں نہیں لکھا ہے ؛؛

سوال:۔ آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمان کا فعل ہے یا یہودیوں کا حدیث سے کیا ثابت ہے اور کسی امام یا عالم کے قول سے قرآن اور حدیث پر عمل نہ کرنے والا اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو معیوب سمجھ کر خود نہ عمل کرے اور عمل کرنے والے کو بُرا جانے وہ ازروئے قرآن وحدیث کون ہے ؛؛

جواب:۔ باوصف اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہے اس سے ناراض ہونا مسلمان کا کام نہیں ہے، اور حدیث کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول امام کا یا کسی عالم کا یقینا خلاف قرآن اور حدیث کے ہو تا اس پر عمل کرنا اور قرآن وحدیث

کو چھوڑ دنیا مسلمان کا فعل نہیں ہے، اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو باوجود اس بات کے کہ یہ حکم نبوی ہے، معیوب سمجھے وہ شخص مسلمان نہیں ہے اور عالموں کو بُرا بھلا کہنا درست نہیں ہے "

سوال :۔ امور مذہبی میں آمد آمد قدیم رسم ورواج کو دخل ہے یا نہیں اگر ہے تو زور سے آمین کہنے والا مسلمان آہستہ کہنے والے حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب :۔ امور واحکام مذہبی میں رسم ورواج کو دخل نہیں اور زور سے آمین کہنے والا اگر منظور اس کو اتباع شریعت ہو اور فساد منظور نہ ہو تو حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے

سوال :۔ اگر کسی کو کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے سے یا کسی اور طرح سے یاذکر الٰہی سے ردکے تو روکنے والے کو اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ظالم اور اس کے واسطے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سخت کا حکم کیا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو شخص کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے یا یاد الٰہی سے بغیر وجہ شرعی کے روکے اس کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا ہے اور عذاب سخت کا موعود کیا ہے ؛

سوال :۔ کسی حاکم کا یہ حکم کہ مسلمان لوگ مسجد کے اندر نماز میں آمین بالجہر نہ کہیں، دست اندازی امور مذہبی میں ہے یا نہیں ؛ اور آمین بالجہر کہنے والوں کا اس حکم امتناہی سے نقصان دینی ہے یا نہیں، اور مسجد میں اذن عام واسطے ہر مسلمان کے اپنے طور پر ہے یا نہیں ؛

جواب :۔ آمین بالجہر سے منع کرنا امور مذہبی میں دست اندازی ہے اور آمین بالجہر کہنے والوں کا نقصان دینی ہے اور مسجد میں ہر مسلمان کے واسطے بطور نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ (ابوالحسنات محمد عبدالحی عفی عنہ لکھنوی)

نقل مطابق اصل از فتاویٰ مولانا عبدالحی ص ۲،۴ تا ۴،۴ (مرسلہ عبدالرشید عراقی)

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۳۸

سوال :۔ ایک شخص ہمیشہ سے تارک نماز، تارک حج، تارک زکوٰۃ رہا باوجود سمجھانے کے وہ پابند ارکان اسلام نہ ہوا۔ لیکن جب فوت ہونے لگا۔ تو اس کی

زبان پر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جاری تھا۔ عجمی لوگ عربی کلمہ کا معنی تو سمجھتے نہیں مگر مطلب جانتے ہیں۔ اور مرتے وقت اکثر لوگ اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض قبر پرست مشرک بھی مرتے وقت کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔ مرزائی بھی کلمہ عند النزع کہہ لیتے ہیں۔ تو کیا حدیث مَن کان آخر کلامہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ کے یہ لوگ مصداق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہو سکتے ہیں تو زندگی میں ان کو کافر مشرک کیوں کہا گیا۔ اس وقت بھی وہ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھا کرتے تھے۔ اگر مصداق اس حدیث کا نہیں ہو سکتے۔ تو پھر حدیث بظاہر ان کے جنتی ہونے پر دال ہے۔ اس کی صحیح تفسیر کیا ہے، تاکہ مشرک و کافر دائمی اس حدیث سے مستثنیٰ ہوں۔

امید ہے کہ آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔ عبدالقادر حصاری غفرلہ الباری خطیب جامع اہلحدیث چک نمبر ۲۵۱ رای، بی ڈاکخانہ خاص ضلع منٹگمری۔

جواب حدیث من کان آخر کلامہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اپنی جگہ ٹھیک ہے ہم نے آج تک کوئی ایک مرنے والا نہیں دیکھا کہ وہ مشرک وغیرہ ہو، اور اس کا آخر کلام کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو۔

یہ اختیاری چیز نہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے جاری ہوتا ہے مشرک کا خاتمہ اس کلمہ پر باوجود مشرک ہونے کے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی کے مشاہدے میں یہ چیز آئی ہو تو وہ لفظاً کلمہ ہے جس کی شہادت اس کے پہلے حالات ہیں جیسے وہ اپنی صحت تندرستی میں کلمہ کا لفظ پڑھتا تھا، اور معنی نہیں سمجھتا تھا۔ ایسے ہی موت کے وقت سمجھنا چاہیے۔ ہاں جو صحیح معنوں میں توحید پر قائم ہے۔ اس کو مرتے وقت کلمہ نصیب ہو تو اس حدیث کی رو سے اس کے جنتی ہونے کی شہادت ہم دے سکتے ہیں۔ نیز بعض احادیث میں آیا ہے من قال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دخل الجنۃ اور بعض روایتوں میں مستیقنا بہا قلبہ کی شرط بھی آئی ہے، سو مرتے وقت بھی جو کلمہ زبان پر جاری ہو اس میں بھی شرط ضروری ہے کیونکہ انما الاعمال بالخواتیم سے مراد اخیری حالت ہے چنانچہ احادیث میں ہے،

(عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ قدس)
تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲۸

سوال:۔۔۔ توسل از غیر اللہ کیسا ہے! اور حرمت یا طفیل یا بحق فلاں وفلاں کہنا جائز ہے یا نہیں نواب صاحب،، الداء الدواء ۔۔۔ میں وسیلہ کا لفظ لکھتے ہیں۔ اور حافظ محمد صاحب زینت الاسلام۔ کے آخر میں حرمت کا لفظ لکھتے ہیں۔ یہ کیوں۔

جواب:۔ دعا بحرمت منع ہے اس مسئلہ کی بابت ہمارا مستقل رسالہ چھپا ہوا موجود ہے، جس کا نام: دعا بحرمت انبیاء ہے۔ اور مسئلہ توسل کی بابت بھی مستقل رسالہ موجود ہے۔ بلکہ دو ہیں۔ اگر تفصیل کا شوق ہو تو تینوں رسالے منگائیں۔

اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲۴

توضیح قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ غرغرہ سے پہلے پہلے ہر ایک کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، کیا تعجب کہ تارک نماز، تارک حج، تارک زکوٰۃ، اس طرح کوئی کافر یا مشرک نیک نیتی سے خالص توبہ کرے تو اسکے کلمہ کا بھی اعتبار ہوگا اور اگر کوئی عادت کی بنا پر پڑھے ہے۔ خواہ ہوش حواس میں ہی پڑھے ہے تو اسکے کلمہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جیسا کہ کافر، مشرک اور منافق آپ کے زمانہ میں پڑھتے تو ایسے کلمہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

فقط الراقم علی محمد سعیدی خانیوال

سوال:۔ مسئلہ تقدیر کی اصلیت دو چیزیں ہیں ایک علم ایک قدرت، علم اس طرح کہ بندے کو جب خدا نے پیدا کیا تو اس نے نیکی کرنی تھی یا بدی۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ

[1] یہ فتویٰ حضرت العلام نے سنہ ۱۳۹۱ھ میں لکھا تھا جبکہ حضرت السید محمد شریف گھڑیالوی سابق امیر جماعت اہلحدیث بقید حیات تھے

کو پہلے ہی تھا. سو اس کو لوح محفوظ کی صورت میں پہلے ہی لکھ دیا لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اس لئے بندے نے کیا، یہ غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ بندے نے کرنا تھا اس لئے اللہ نے لکھا. چنانچہ حدیث میں ہے قلم کو حکم ہوا اکتب لکھ قلم نے کہا، ما اکتب میں کیا لکھوں حکم ہوا۔ اکتب القدر فکتب ما کان وما هو کائن الی الابد ترجمہ: تقدیر لکھ۔ پس قلم نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونا تھا لکھ دیا۔

بتلایئے۔ اس میں اللہ کا کیا قصور۔ ہاں اگر اللہ کا لکھنا بندے کے لیئے رکاوٹ ہوتی۔ تو پھر اعتراض کرنے والا اعتراض کر سکتا تھا۔ کہ بندے کا کیا قصور، لیکن جب ایسا نہیں بلکہ بندے نے جو کچھ کرنا تھا قلم نے خدا کے حکم سے وہی لکھا۔ پھر اتنے پر بھی بندے کو نہیں پکڑا۔ بلکہ بندے نے جب نقل کر لیا۔ اس وقت پکڑا پس اب علم کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ رہا زیادہ وضاحت کے۔ لئے اس کو یوں سمجھئے کہ اگر بالفرض خدا کو علم نہ ہوتا تو بھی بندے نے نیکی یا بدی کرنی تھی۔ تو اللہ کو علم ہونے سے کون سا جبر آگیا۔

رہا قدرت کاملہ۔ سو یہ نہایت نازک ہے بڑے بڑے عقلاء اس میں حیران ہیں خدا تعالیٰ بندوں کو ہر طرح سے آزماتا ہے۔ بدنی آزمائشیں بھی آتی ہیں۔ عقلی بھی۔ تقدیر کا مسئلہ عقلی آزمائش ہے مگر اس کو ایسا بھی نہیں کیا کہ بالکل مبہم رکھا ہو بلکہ ایمان کے لیے جس قدر ضرورت تھی اتنا پردہ اٹھا دیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخالف موافق اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جبر جیسا کوئی نقص نہیں۔ ایک تو اس میں حکمت کا خلاف ہے کہ خود ہی ایک فعل کرے اور اس پر سزا دے۔ دوسرے اس میں بندے کو ناحق تکلیف دینا ہے جس کو ادنیٰ سے ادنیٰ عقل والا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ ایک کی جان دکھ میں ہو۔ دوسرے کا تماشا اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس کا اثر اس کا خالق ہونا ہے اگر بندہ بھی خالق ہو تو یہ شرک فی الربوبیت ہے۔ جو بڑا شرک ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بندہ مجبور بھی نہیں اور مختار مطلق بھی نہیں۔ بلکہ اس کی حالت بین بین ہے۔ جیس

کو کسب اور اکتساب سے تعبیر کیا جاتا ہے پس ایمان کے لئے اتنی معرفت کافی ہے۔ کیونکہ ایمان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت شے کا علم ہو تب ایمان لائے۔ دیکھئے روح کی حقیقت ہم نہیں جانتے لیکن اس کے آثار کی وجہ سے ہم مانتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی ذات و صفات پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن کنہ و حقیقت کا علم نہیں۔ ٹھیک اسی طرح کسب اکتساب کو سمجھ لینا چاہیئے اس سے آگے بحث میں خیر نہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ تقدیر میں بحث سے منع فرمایا ہے میرے ذہن میں اس کے متعلق بہت سے مضامین ہیں۔ کوئی موقع ہوا تو تفصیل ہو گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

اخبار تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱۱

سوال:۔ عذاب قبر ایک خیالی اور موہومی چیز معلوم ہوتی ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ کیونکہ جس میت کو ہم قبر میں رکھتے ہیں۔ تو وہ جوں کی توں قبر میں ملتی ہے اور اس کے جسم پر عذاب و ثواب کا کوئی اثر نہیں پاتے۔ اس پر کوئی عقلی دلیل قائم کریں۔

جواب:۔ قبر کا معاملہ چونکہ برزخی ہے اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہے اس سے ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔ اگر مشاہدہ ہو تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ ہمیں کسی شے کا مشاہدہ نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اس کی حقیقت ہی نہ ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان سے گزرے۔ تو آپ کی خچر بدکنے لگی۔ فرمایا کہ یہود تعذب فی قبورها یعنی یہود اپنی قبروں میں عذاب دیئے جا رہے ہیں۔ نیز ایک حدیث میں ہے۔ کہ میں دعا کروں تو عذاب قبر تمہیں دکھایا جاوے۔ لیکن پھر تم اپنے مردوں کو دفن نہیں کرو گے اور وحشیوں کی طرح جنگلوں میں نکل جاؤ گے۔

رہی یہ بات کہ یہ کس طرح ہوتا ہے کہ ایک شے ہو اور ہمیں اس کا مشاہدہ نہ ہو یا ایک شے جوں کی توں نظر آئے اور درحقیقت کچھ اور ہو اس کو یوں سمجھے۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ" کہ رسیاں سوٹیاں ان کے

جادو سے موسیٰ علیہ السلام کو ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ دوڑتی ہیں حالانکہ درحقیقت وہ رسیاں سوٹیاں سانپ نہیں بنی تھیں۔ مگر موسیٰ علیہ السلام اور باقی لوگوں کو دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہوتی تھیں ٹھیک اسی طرح مردہ اگرچہ ہمیں جوں کاتوں معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ جزا اور سزا میں ہے۔

اس کے علاوہ وحی کی حالت اسی کی نظیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ہیں حضرت عائشہؓ کو سلام کہتے ہیں۔ مگر حضرت عائشہ کو پتہ نہیں لگتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو سلام پہنچاتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں ترىٰ مالا نرىٰ اوكما قال یعنی آپ وہ شے دیکھتے ہیں کہ ہم نہیں دیکھتے۔ اسی طرح جنگ بدر میں فرشتے اترے۔ ابلیس نے دیکھے اور کہا۔ اِنِّي اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ یعنی میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اسی طرح جس کو آسیب ہوتا ہے۔ اس کو جن نظر آتے ہیں۔ اور ڈراتے ہیں۔ مگر اس کے پاس والوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ تو غیر خلقی باتیں ہیں۔ صنعتی علوم میں دیکھئے۔ ٹیلیفون میں دو شخص باتیں کرتے ہیں۔ پاس والا خالی ہے اس قسم کے بیسیوں نظائر ہیں۔ آپ کی شان سے تو یہ سوال بعید تھا۔ خدا جانے آپ کو کیوں ضرورت ہوئی۔ زَادَكَ اللّٰهُ عِلْمًا۔

اخبار تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱

سوال:۔ کیا آدم علیہ السلام بوجہ خطا کرنے کے آسمان سے اتارے گئے تھے یا زمین پر کسی باغ میں تھے؟ (فقط)

جواب:۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے "اولین و آخرین جب آدم علیہ السلام کے پاس آکر شفاعت کی درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوائیے آدم علیہ السلام عذر کریں گے کہ میرے ہی گناہ نے تو تمہیں جنت سے نکالا ہے اب میں دخول جنت کے لئے کس طرح سفارش کر سکتا ہے"

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے۔ جس میں اہل ایمان جانے والے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (یعنی جنت سے اترنے کا حکم دے کر فرمایا کہ تمہارا ٹھکانا زمین میں ہے)

یہ آیت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے۔ اگر پہلے ہی سے زمین میں ہوتے تو یوں کہتے وَلَكُمْ فی موضع آخر مستقر یعنی تمہارا ٹھکانا دوسری جگہ ہے...اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے۔

معتزلہ ایک گمراہ فرقہ گذرا ہے، اس کا خیال ہے کہ آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے وہ زمین پر کوئی باغ تھا۔

اور اب نیچریوں اور مرزائیوں وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی)

میلاد النبیؐ اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ کا فتویٰ

مروجہ میلاد النبیؐ کے متعلق علمائے دین کا فیصلہ کیا ہے

اس کے لئے قارئین کرام ایک بہت بڑے بزرگ کا فتوی ذیل میں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں۔

اگر فرضاً علیہ السلام دریں آوان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجالس و اجتماع منعقد شدی آیا بایں امر راضی می شدند و اجتماع را پسندیدند یا نہ یقین فقیر آنست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکاری نمودند"

(مکتوبات مجدد الف ثانی ص ۲۷۳)

(یعنی اگر بالفرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں زندہ موجود ہوتے اور (مروجہ) مجلس میلاد کو ملاحظہ فرماتے تو کیا ان سے خوش ہوتے! مجھ فقیر کو تو یہ کامل یقین ہے کہ آپ ان مجالس کو اگر دیکھتے تو ان کو ناجائز کہتے اور ان پر انکار فرماتے۔

پس کہاں ہیں وہ لوگ جو بزرگان دین کے ساتھ محبت اور عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں، کیا وہ مجدد الف ثانیؒ کے اس فرمان کو پڑھیں گے۔

تنظیم اہلحدیث جلد نمبر۱۸ شمارہ نمبر۲

سوال:۔ خدا کی عبادت افضل ہے یا مخلوق کی خدمت؛ ایک شخص کہتا ہے خدا تعالیٰ ہماری عبادت کا بھوکا نہیں ہے، مخلوق ہماری خدمت کی بھوکی اور محتاج ہے خدا کی عبادت روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات سب ایک کونے میں رکھ دیں اور مخلوق کی خدمت شروع کر دیں، تو یہ بہتر ہے۔

جواب:۔ خدا تعالیٰ بے شک ہماری عبادت کا بھوکا نہیں لیکن ہم تو خدا کی عبادت کے بھوکے ہیں۔ جیسے کھائے پیئے بغیر ہماری جسمانی حیات قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح ہماری روحانی بقاء عبادت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

کیونکہ روحانی بقا وصال الٰہی سے ہے اور وصال الٰہی، عبادتِ الٰہی سے ہے۔ پس اسی حیثیت سے ہمیں عبادت الٰہی کی زیادہ ضرورت ہے۔ مگر حقیقت امر یہ ہے کہ مخلوق کی خدمت عبادت الٰہی سے الگ شئے نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اگر خدمت مخلوق کو عبادت الٰہی سے خارج کر دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ انسان، ہمدردی کے لئے پیدا نہ ہوا۔ حالانکہ اگر انسان کی پیدائش، ہمدردی کے لئے نہ ہوتی تو پھر خدا تعالیٰ انسان کو اس کا حکم کیوں دیتا؛ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدمت مخلوق بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے۔

ہاں اگر سوال میں عبادت سے مراد بدنی عبادت ہو تو اس صورت میں بے شک خدمت مخلوق، عبادت الٰہی سے الگ شمار ہو سکتی ہے مگر جب انسان کی پیدائش دونوں کے لیے ہے تو دونوں ضروری ہوئیں اور ایک کو غیر ضروری کہنا غلطی ہوئی

مندرجہ ذیل شہادت قرآنی سے بھی دونوں کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ (پ ۵) ترجمہ۔ خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، ماں باپ اور قرابتی کے ساتھ احسان کرو۔ نیز یتیموں، مسکینوں کے ساتھ سلوک کرو، نیز ہمسایہ، قرابتی ہمسایہ بیگانہ اپنے پہلو کا ساتھی مسافر مملوک۔ ان سب کے ساتھ احسان کرو۔ تکبّر کرنے والے، فخر کرنے والے کو خدا بالکل دوست نہیں رکھتا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کی عبادت بھی ضروری ہے اور مخلوق کے ساتھ احسان وسلوک کرنا بھی ضروری ہے۔ دونوں پر عمل کرنا چاہیئے صرف ایک کو افضل سمجھ کر دوسرے میں سستی کرنا جائز نہیں۔

سوال میں زکوٰۃ کو خدمت مخلوق سے الگ کر دیا ہے حالانکہ زکوٰۃ عین خدمت مخلوق ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ مخلوق ہی کی ہمدردی کے لئے فرض ہوئی ہے۔

(تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۹)

سوال۔ مرنے کے بعد انسان کی روح کہاں رہتی ہے۔ کہتے ہیں بد کی سجین میں اور نیک علیئین میں رہتی ہے پھر قبر میں مُردے کو عذاب کیونکر ہوتا ہے

جواب۔ علیئین اور سجین میں تو نام درج ہوتے ہیں روح قبر ہی میں رہتی ہے اور وہیں اسے دُکھ یا سکھ ملتا ہے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۴۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

سوال۔ ایک امام پیروں فقیروں سے مرادیں مانگتا اور ان کو حاجت روا سمجھتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ (عبدالرحمٰن لاہور)

جواب۔ اسے سمجھانے کی کوشش کیجئے تا شرک اور توحید میں تمیز سکھا لیے، اگر

نہ سمجھے تو پھر نماز اس کے پیچھے جائز نہیں۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر۲ شمارہ نمبر۱۵

سوال:۔ کیا کسی پاندے سے کتاب کھلوا کر کوئی بات دریافت کرنا جائز ہے۔
(صوفی محمد شریف)

جواب:۔ قطعاً ناجائز ہے حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا رمل جفر پر مسلمان کو قطعاً ایمان نہیں رکھنا چاہیئے،

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر۲ شمارہ نمبر۱۵

مُردہ زندہ ہونا:۔ مخدومنا! ہمارے ہاں ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ جس طرح انبیاء اپنے معجزہ سے مُردوں کو زندہ کر لیتے تھے اسی طرح اولیاء اللہ بھی اپنی کرامت سے مردہ زندہ کر سکتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے۔ (شیخ رحمت اللہ گنگن پوری)

جواب:۔ یہ غلط ہے، معجزہ اور کرامت میں بہت فرق ہے قرآن کریم نے صرف چند ایک انبیاء کے متعلق ہی یہ بتایا ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے مردے زندہ کئے مگر کسی ولی اللہ کے متعلق کسی آیت یا حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس نے مُردہ زندہ کیا ہو۔ انبیاء کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ ان کی نبوت منوانے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے معجزات کا صدور کرا دیتے، مگر ولی کی ولایت منوانا ضروری نہیں، کوئی اسے مانے، اس سے کفر لازم نہیں آتا مگر نبی کی نبوت کا انکار کرنے سے تو کفر لازم آجاتا ہے اس لئے ان سے ایسے معجزات کا صدور ضروری ہو جاتا ہے

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر۹ شمارہ نمبر۴۰

سوال:۔ کیا جادو کا اثر ہو جاتا ہے۔

جواب:۔ جادو کا اثر ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (سورۃ البقرہ) جادوگر اللہ تعالیٰ کے اذن کے بدون کسی کو ضرر نہیں دے سکتے۔

اور دوسری جگہ فرمایا۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ گرھوں میں پھونکنے والیوں کی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ جادو کا اثر ہوتا ہے۔

الاعتصام لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱

سوال ۔ ایک مولوی صاحب نے جو مسلکاً اہل حدیث جماعت سے تعلق رکھتا ہے وریہ مسئلہ بیان کیا کہ ایکدفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔ کہ رستے پر شیطان نے سوال کیا۔ آپ کی سواری کی کتنی ٹانگیں ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے۔ اور شیطان کو چار ٹانگیں گن کر بتائیں۔

یہ مسئلہ حاضرین مجلس سے ایک آدمی نے جو مسلکاً مندرجہ بالا عقیدہ کا معتقد تھا ٹوک کر کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں ہے۔ جس پر مجلس والوں نے ٹوکنے والے کے خلاف بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ دیدیا۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ کس حدیث میں درج ہے۔ وہ صحیح روایت ہے یا ضعیف۔ اس مسئلہ کے انکار کرنے والے پر کیا تعزیر از روئے شریعت وارد ہوتی ہے یا صرف توبہ کرنے سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔

(سائل) غلام ربانی بمقام وڈاک خانہ سمندر کٹھ تحصیل ایبٹ آباد ہزارہ)

جواب ۔ آپ سواری پر تھے۔ اور اتر کر ٹانگیں گن کر جواب دیا، کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ اس لئے اس کے انکار پر کوئی تعزیر واجب نہیں ہوتی۔

الاعتصام لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱

سوال ۔ حضرت علی بچپن میں مسلمان ہوئے تھے یا پیدائشی مسلمان تھے۔

جواب ۔ حضرت علی بلوغت سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ پیدائشی مسلمان ہونا ان کا ثابت نہیں۔

الاعتصام لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں سینہ چاک ہوا تھا؟

جواب:۔ صحیح مسلم میں آپ کے سینے کا بچپن میں چاک ہونا ثابت ہے۔

الاعتصام لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۱

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرض کی کہ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند عطا کرے۔ آپ نے دعا کی۔ مگر بذریعہ وحی بتایا گیا کہ اس کی قسمت میں لڑکا نہیں۔ اس کے بعد اس شخص نے امام حسین سے دعا کرائی۔ تو اس کو لڑکا ملا۔

جواب:۔ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کو صحیح ماننے سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (معاذ اللہ) جھوٹ بولا تھا۔ یا اللہ کو علم نہیں تھا۔ اور قرآن مجید میں ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

الاعتصام لاہور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۱

سوال:۔ کیا پاکستان کی موجودہ حکومت مسلمان ہے جب کہ ۱۹۷۰ء میں ۱۱۳ علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔

جواب:۔ علماء نے کمیونزم اور سوشلزم کو کفر کہا ہے۔ جب بھی اسلام کے مقابلے میں کمیونسٹ یا سوشلسٹ نظام نافذ کیا جائے گا پھر یہ دار المسلمین نہیں رہے گا۔ اگر کسی کو اصرار ہو کہ کمیونزم کفر نہیں ہے تو پھر اینگلز اور مارکس کو بھی مسلمان کہنا پڑے گا۔ کبھی بھی کوئی عقل مند اینگلز اور مارکس کو مسلمان نہیں کہے گا۔ سوائے مخبوط الحواس کے۔ بہر حال کمیونزم اور سوشلزم کفر ہے۔ نیز عراق کی تحقیقی عدالت نے بھی چار سال پیشتر کمیونزم اور سوشلزم کو کفر ہونے کا فیصلہ دیا تھا۔ لہذا اس نظریے کو اپنانے والا مسلمان نہیں۔

اخبار ہفت روزہ اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۲۴

سوال (۶) کیا مشہور انبیاء کرام کی اس وقت قبریں ہیں اور ان کو پہچانا جا سکتا ہے (یعنی قبروں کو) حدیثوں سے کوئی اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔ اگر ہیں تو کہاں کہاں چند

ایک کا بیان، مثلاً حضرت آدم کی قبر کہاں ہے؟

جواب: علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی الکبری میں لکھا ہے سوائے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے جو مدینہ منورہ میں ہے راجح مذہب کے مطابق کسی نبی کی قبر کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔

اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۴۴

سوال: کیا قد کے بارہ میں کوئی حدیث ہے جس سے ثابت ہو کہ فلاں نبی کا قد اتنا لمبا تھا اور کیا اس کا بھی ثبوت ہے کہ آدمی نو گز تک لمبے ہوئے ہیں؟

جواب: صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے خلق اللہ آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعا یعنی اللہ تعالے نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اس کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ اس حدیث کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں۔ فلم یزل الخلق ینقص حتی الآن۔ یعنی اس کے بعد مخلوق کے قد میں کمی واقع ہوتی رہی حتی کہ معاملہ ہم تک پہنچا۔ اس حدیث کو بنیاد بنا کر علامہ شوکانیؒ نے فتح القدیر پر سورہ مائدہ کی تفسیر میں اور ملا علی قاری حنفیؒ نے الموضوعات الکبیر میں عوج بن عنق کے من گھڑت واقعہ کا سختی سے انکار کیا ہے جس کے طول و قامت میں انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "الاوج فی خبر العوج" یہ رسالہ سیوطیؒ کی کتاب الحاوی للفتاوی کے ضمن میں مطبوع ہے۔ مذکور حدیث کو بنیاد بنا کر آپ بھی ہر قصہ کو اس کسوٹی پر پرکھ سکتے ہیں۔

اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۴۴

سوال: عیسائی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ (عبدالکریم مومنغ ابن)

جواب: کیونکہ آجکل کتابی عیسائی نہیں ہیں اس لیے نہ کھانا افضل ہے خصوصاً جس کھانے میں ان کا ہاتھ پڑے اس سے سخت پرہیز کرنی چاہیئے۔

سوال۔ تعویذ لکھنا گلے ڈالنا یا پلانا حضورؐ سے ثابت ہے یا بعد کی اختراع ہے

جواب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں البتہ ایک صحابی نے کاغذ پر معوذات لکھ کر ننھے بچہ کے گلے لٹکایا تھا جس سے اس مجبور و معذور کے لیے صرف تعویذ لٹکانے کا جواز مل سکتا ہے جو خود معوذات نہ پڑھ سکتا ہو تعویذ پلانا تو کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۳

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ بوقت دعا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بزرگان دین کا واسطہ دینا مثلاً زید بوقت دعا یہ کلمات کہے۔ اے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یا سید عبدالقادر جیلانیؒ کے واسطے سے میرا فلاں کام کر دے یا میری یہ دعا قبول فرما۔ کسی صحیح مرفوع حدیث میں ہے یا نہیں۔

(سائل محمد شفیع خان پور علاقہ بہاول پور)

دیوبندی جواب۔ یہ سنت طریق نہیں ہے، نہ ضروری ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ اور گناہ بھی نہیں۔ اگر سوال اللہ تعالےٰ سے کرتا ہے اور اس واسطے کے ذکر کرنے کو قبولیت دعا کے لیے ضروری نہیں سمجھتا تو جائز ہے اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ بغیر اس واسطے کا ذکر کرنا ممنوع ہے (محمد عبداللہ درخواستی ناظم مدرسہ عربیہ خانپور)

حضرت محترم حافظ صاحب السلام علیکم مولانا عبداللہ درخواستی کا فتویٰ ارسال ہے۔ انہوں نے عجیب و غریب فتویٰ دیا ہے غالباً وہ کسی کے طفیل کے ساتھ دعا مانگنے کو بدعت حسنہ سمجھتے ہیں، آپ اس پر کچھ تفصیلی روشنی ڈالیں اور اس طفیل کے مسئلہ میں یہ بھی تحریر فرمائیں کہ دعا مانگنے کا سنت طریقہ کیا ہے کہ شریف میں مولوی عبدالحق صاحب سے سنا تھا وہ فرماتے تھے: دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے الحمد شریف، پھر دعا، پھر آمین اور پھر درود شریف

کیا یہ ٹھیک ہے (محمد شفیع خانپوری)

جواب:۔ (از حضرت العلام حافظ صاحب روپڑی) اس طرح دعا کرنا بدعت ہے کیونکہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث میں ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشکوٰۃ) (جو کوئی ہمارے دین میں نیا کام جاری کرے جو دین میں نہیں، وہ مردود ہے۔)

(اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ دُعا بحرمۃ انبیاءؑ میں ہے جو عنقریب طبع ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ) اور دین میں بدعت حسنہ کا وجود ہی نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (یعنی ہر بدعت گمراہی ہے)

ہاں دین میں کوئی چیز ثابت ہو، جیسے عثمانیؓ (جمعہ کی پہلی) اذان پر اجماع ہو گیا اور اجماع شرعی دلیل ہے۔ پس شرع میں اس کا وجود ثابت ہو گیا۔ چنانچہ اس کا ذکر فتح الباری میں ہے۔

اب لغوی معنی سے اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے۔ نہ شرعی معنی سے کیونکہ شرع میں اس کا وجود ہے۔ اسی طرح پہلے کوئی کام ہوتا ہو اور کسی وجہ سے ترک ہو گیا ہو تو اس کو کوئی جاری کرے تو اس کو بھی لغوی معنی سے بدعت کہہ سکتے ہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے تراویح کو بدعت کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن نماز تراویح پڑھائی، پھر فرض ہونے کے خوف سے ترک کر دی۔ جیسے مسلم شریف میں ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہونے کی وجہ سے فرض کا خوف نہ رہا اس لئے حضرت عمرؓ نے جاری کر دیں یہی معنی ہے۔ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فِی الْاِسْلَامِ (الحدیث) کا۔ یعنی اچھا طریق جو اسلام میں ثابت ہو اور کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو۔ کوئی اس کو جاری کر دے تو اس کے لئے اپنا اور جو اس پر عمل کرے ان سب کا ثواب ہے لیکن دین میں ایسا نیا کام جاری کرنا جو قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو وہ مردود ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک تجدید دین ہے اور ایک احداث فی الدین تجدید تو ایک شرعی بات کا اجرا ہے۔ یا لوگوں کو دین کے لئے بیدار کرنا اور احداث فی الدین یہ ہے کہ جو امر قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اس کو دین میں داخل کرنا۔

پہلا کام بہت اچھا ہے اسی کی خاطر اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر ایسے لوگوں کو بھیجتا ہے جو دین کی تجدید کریں اور دوسرا کام گمراہی ہے۔ اس لئے اس کو مردود فرمایا گیا ہے سائل کا سوال دوسرے سے ہے، مجیب (مولوی عبداللہ درخواستی) نے اوّل کے ساتھ جواب دے دیا اسی کو کہتے ہیں سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ خدا تعالےٰ ہدایت نصیب فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

نوٹ، طریقہ دُعا کا جو مولوی عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ ٹھیک ہے چنانچہ دعائے قنوت وتر میں درُود شریف آخیر میں اور آمین بھی آخیر میں آئی ہے۔ چنانچہ ابوزہیر نمیری کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دُعا بہت عاجزی سے مانگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے دُعا کی قبولیت کو واجب کر لیا اگر ختم کرے۔

ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ کس شے کے ساتھ ختم کرے آپؐ نے فرمایا آمین کے ساتھ (مشکوٰہ باب فی الصلوٰۃ فصل ثانی) (عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ اہلحدیث لاہور)

تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۶ اٹھارہ نمبر ۷

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں

(اول) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا حاضر ناظر جان کر ورد کرنا جائز ہے یا نہ اور اس ورد کا پڑھنے والا کیسا ہے!

(دوم) بغداد کی طرف بومنہ کر کے اور بعضے گلے میں کپڑا بھی ڈال کر دست بستہ ہو کر گیارہ قدم چلتے ہیں، اور پیر پرستی استمداد و استعانت کرتے ہیں، یہ لوگ کیسے ہیں!

(سوم) گیارہویں واسطے از دیاد مال اور استعانت اور استغاثہ کے مصائب میں کرتے ہیں جائز ہے یا نہ، اور اگر یہ اعتقاد محض ایصال ثواب کے لئے کیا جاوے تو تعیین یوم کیسا ہے۔

(چہارم) جو شخص ان افعال مذکورہ کا مجوز و مفتی اور مروج اور مثبت اور مصر ہو وہ کیسا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہ، اور اہل سنت والجماعت اور مذاہب اربعہ سے کسی مذہب میں داخل ہے یا نہ!

(پنجم) جو لوگ افعال مذکورہ کے مرتکب اور معتقد ہوں۔ ان کے ساتھ مخالطت اور مجانست اور مواکلت اور مشاربت اور مناکحت درست ہے یا نہ! ان کے ساتھ السلام علیکم کرنا جائز ہے یا نہ!

(ششم) جو شخص ان افعال مذکورہ سے مانع ہو، اس پر فتوائے تکفیر اور اتہام وہابیت و انکار ولایت اولیاء اللہ کا لگانا کیسا ہے؟ اور اس مانع کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہ۔ بینوا بالآیات القرآنیۃ والاحادیث النبویۃ والروایات الفقہیۃ توجروا۔

الجواب : إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ قیود سوالات سائل سے صاف ظاہر ہے کہ جس کا یہ عقیدہ ہے، وہ مشرک ہے کیونکہ غیر اللہ کو حاضر ناظر جاننا اور اس کے نام کا مثل اسماء الٰہی ورد وظیفہ کرنا اور اس سے حاجات طلب کرنا۔ اور گیارہ قدم بسوئے بغداد بہ نیت توجہ جانب قبر غوث الاعظم مثل داب نماز وسنت بستہ ہو کر چلنا اور

پھر رجعت قہقری اسی آداب سے کرنا کہ جس کو اصطلاح مشرکین مبتدعین میں ، نماز غوثیہ اور ضرب الاقدام ، کہتے ہیں ، اور استمداد اور استعانت غیر اللہ سے کرنا ، اور ایسے افعال شرکیہ بدعیہ کا مرتکب ہونا طریقہ مشرکین کا ہے کیونکہ عقیدہ ثبوت علم غیب کا سوائے ذات باری عزّ اسمہٗ علّام الغیوب کے کسی نبی یا ولی یا غوث یا قطب یا پیر یا مرشد کے ساتھ رکھنا عین شرک ہے ، بدلیل آیات بینات قرآن مجید و احادیث رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور روایات فقہیہ کے ۔

اَمَّا الْاٰیٰت ۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ[1] مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔

واما الاحادیث ۔ ففی حدیث[2] الجاریات قالت احداهن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی هذه وقولی الذی کنت تقولین ۔ وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت

---

[1] آیات قرآنیہ تو یہ ہیں آپ کہہ دیں ، کہ آسمان اور زمین میں کوئی بھی اللہ تعالےٰ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا ، اور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں ، کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے ۔ اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون شخص ہے ، جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارے جو اس کی التجاؤں کو قیامت تک بھی قبول نہیں کر سکتے ، بلکہ وہ تو ان کے پکارنے ہی سے بے خبر ہیں ۔ تو اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو نہ پکار ، جو نہ تجھے نفع دے سکیں ، اور نہ نقصان پہنچا سکیں اگر تو نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہو جائیگا ۔

[2] اب رہیں احادیث ، تو لڑکیوں والی حدیث میں یہ بھی ہے ، کہ ایک لڑکی نے ان میں سے کہا ، ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل ہونے والی باتیں جانتے ہیں ، تو آپ نے فرمایا ، اس بات کو چھوڑ دے ، اور جو پہلے کہتی تھی وہی کہتی جا ، اور حضرت عائشہ سے روایت ہے ۔ آپ فرماتی ہیں ، کہ جو آدمی تجھے یہ خبر دے ، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے ، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم الآیۃ تو اس نے بہت بڑا جھوٹ بولا ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، خدا کی قسم میں نہیں جانتا ، خدا کی قسم میں نہیں جانتا ، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ، کہ میرے متعلق کیا کیا جائے گا ، اور تمہارے متعلق کیا فیصلہ ہوگا ، اس کو بخاری نے روایت کیا مشکوۃ میں بھی اسی طرح ہے ۔

من اخبرك ان محمد اصلے اللہ علیہ وسلم یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الاٰیۃ فقد اعظم الفریۃ رواہ مسلم۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم واللّٰہِ لَآ اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَآ اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ۔

اور بخاری ومسلم میں حدیث الافک مصرح ہے کہ جب منافقین نے بہتان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر باندھا ایک مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اہتمام تحقیق برات صدیقہ رضی اللہ عنہا میں رہا۔ اور قلب مبارک سے شک ذنب کا ان سے قبل از نزول آیات برات کے بارگاہ قدس سے رفع نہ ہوا جب آیات برات نازل ہوئیں تب یقین ہوا اگر علم غیب آپ کو ہوتا۔ تو اس قدر رنج وغم اور اہتمام شان حادثہ کیوں ہوتا۔ قصہ حدیث کا اس بات کے واسطے نذیر عریان ہے، اور حدیثیں بھی بہت ہیں۔

واما الروایات الفقہیۃ۔ قال الملا علی قاری فی شرح فقہ الاکبر ثم اعلم اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْمُغَیَّبَاتِ لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وقال فی البزازیۃ وغیرھا من الکتب الفتاوی من قال

اب رہیں فقہی روایات تو ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں کہا ہے! پھر جان لینا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی باتیں نہیں جانتے، کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کریمہ کے خلاف ہے کہ آپ کہہ دیں کہ کوئی بھی آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا غیب نہیں جانتا، اور بزازیہ وغیرہ کتب فتاویٰ میں کہا ہے۔ کہ جو آدمی یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں۔ اس پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا۔ اور شیخ فخر بن بن سلیمان حنفی نے اپنے رسالہ میں کہا ہے کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھے، کہ مردہ اللہ تعالیٰ کے سوا لوگوں کے امور میں تصرف کر سکتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ بحر الرائق میں بھی اسی طرح ہے۔ تو اب معلوم ہوا۔ کہ اللہ سبحانہ کا علم ازلی ابدی ہے، اور ما کان وما یکون (ہو چکا ہے اور جو ہوگا) سب اشیاء کو محیط ہے۔ خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی، تھوڑی ہوں یا بہت اور اس کے علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے، کیونکہ بعض اشیاء سے بے خبری اور بعض اشیاء سے عاجز ہونا نقص ہے اور ان نصوص قطعیہ کا بھی تقاضا ہے کہ اس کا علم عام ہے اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

رواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر وقال الشيخ فخر الدين بن سليمان الحنفي في رسالته ومن ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله واعتقد بذلك كفر كذا في البحر الرائق فعلم ان علم الله سبحانه وتعالى ازلى وابدى ومحيط بما كان وما يكون من جميع الاشياء بقضها وقضيضها وقلها وجلها ونقيرها وقطميرها وصغيرها وكبيرها ولا يخرج من علمه وقدرته شئ لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص وافتضاء هذه النصوص القطعية ناطقة العموم وشمول قدرته فهو بكل شئ عليم وهو على كل شئ قدير۔

پس یہ علم اور قدرت خاصہ باری عالم الغیب قادر مطلق کا ہے اس میں شریک کرنا نبی کو یا ولی کو عین شرک ہے، اور جو امور غائبہ پر انبیاء علیہم السلام یا اولیائے کرام کو انکشاف ہوا ہے بسو محض بوحی وا علام بالہام الٰہی ہوا قال اللہ تعالیٰ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ اور یہ علم جو باعلام حق سبحانہ وتعالیٰ مقربان خاص الخاص کو ہوتا ہے، ذات سید کائنات علیہ الصلوۃ کو بہ نسبت اور انبیائے عظام اولیائے کرام کے اگرچہ بوجہ اکمل ہے لیکن علم علام الغیوب سے مماثل نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ الآية۔ وقال الامام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ فی تفسیرہ الکبیر تحت آیۃ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ الآیۃ انه لما بين انه المختص بعلم الغيب الآية سبقت لاختصاصه تعالى بعلم الغيب و

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ اس کے علم میں سے کوئی چیز بھی معلوم نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کہہ دیں کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں الآیۃ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں آیت قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کے ماتحت فرمایا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہی علم غیب کے ساتھ مختص ہے اور آیت اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی خصوصیت کے متعلق پہلے گذر چکی ہے، اور بندوں کو اس کی اشیاء میں سے کسی چیز کا علم نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول وما یشعرون ایان یبعثون یہ تمام آسمان اور زمین والوں کی صفت ہے اور اس میں ان کے علم غیب کی نفی بیان کی گئی ہے انتہی ۱۲

ان العباد لاعلم لهم بشیٔ منه واما قوله وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ صفة لاهل السموٰت والارض نفی ان یکون لهم علما لغیب انتهی مختصرًا۔

دوم۔ یہ گیارہ قدم چلنا اصطلاح اہل شرک و بدعت میں اس کا نام "صلوۃ غوثیہ ہے" اور ضرب الاقدام بھی کہتے ہیں، یہ بھی شرک ہے، کیونکہ نماز خاص عبادت معبود حقیقی کی ہے، وحدہٗ لاشریک لہٗ، غیر کی عبادت بدنی ہو یا مالی شرک ہے اور فاعل مشرک،

سوم، گیارہویں جو معمول بہ اور مہتم بالشان اہل بدعت کی بہ نیت نذر غیر اللہ اور تقرب غیر اللہ کے ہے، یہ بھی شرک ہے، کیونکہ عبادت مالی بھی غیر معبود برحق کے لئے حرام اور شرک ہے، اور اگر نیت ایصال ثواب ہو تو خالصًا لوجہ اللہ دے کر بے تعیین یوم ایصال میت کریں، اور نام گیارہویں کا زائل کر دینا واجب ہے، کیونکہ یہ نام رکھا ہوا اہل شرک و بدعت کا ہے، اگر کوئی خالص نیت سے گیارہویں نام رکھ کر ایصال کرے، تو بھی اہل توحید و سنت کے نزدیک محل تہمت ہے، اور مواضع تہمت سے بچنا ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

چہارم۔ جو شخص مجوز اور مفتی اور مروج ان امور کا ہے۔ العیاذ باللہ منہ وہ راس المشرکین ہے، یعنے اپنے تابعین مشرکین کا رئیس ہے، اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور جب کہ دائرہ توحید و سنت سے وہ خارج ہوا۔ تو کسی مذہب میں مذہب اربعہ سے کب داخل رہا۔

پنجم۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ بد اور ایسے افعال شرکیہ بدعیہ ہوں ان سے معاملہ ترک کرنا چاہیئے جب تک تائب نہ ہوں، قد جاء فی الحدیث[1] من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔

ششم، جو شخص ان افعال شنیعہ سے مانع ہو، وہ موحد سنی محب اولیاء ہے قابل

[1] حدیث میں آیا ہے، جو شخص اللہ کے لئے محبت رکھے۔ اور اللہ کے لئے دشمنی رکھے۔ اور اللہ کے لئے دے اور اللہ کے لئے بخل کرے، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا ۱۲

امامت ہے، اور اس کی امامت اولیٰ اور انسب ہے، اور اس کی تکفیر خود کفر کی تکفیر ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ۔

فقیر محمد حسین

کیف یکون عبد مساویا للہ جل جلالہ وعز اسمہ لان اللہ کبیر المتعال ذا العظمۃ والجلال موجد ومعطی للعباد وھم الاخذون منہ والمحتاجون الیہ فی الدنیا والاخرۃ۔ کتبہ محمد ابراھیم الدھلوی۔

یقال لہ ابراھیم

قادر علی عفی عنہ

اولاً معلوم کرنا چاہیے۔ کہ قرآن فرقان وکلام رحمٰن جو نازل اشرف المخلوقین پر ہوا تو محض اسی عقیدہ کی درستی کے لئے نازل ہوا ہے، مشرکین کے عقاید بد تھے یعنی اللہ تعالیٰ ورسول کے نزدیک ورنہ فی زعمہم الباطل اپنے آپ کو تابعین ابراہیم کہلاتے تھے، اور حج بیت اللہ اور طواف وصوم وغیرہ عبادات کرتے تھے، ولیکن عقاید ان کے بد تھے، کہ انبیاء واولیاء کی تصویریں اور مورتیں بنا کر ان کی تعظیم ونذر نیاز کرتے تھے کما اخبر اللہ سبحانہ عنہم فی عدۃ مواضع ولیست بمخفیۃ علی من لہ ادنی مس من القراٰن والحدیث جس طرح کہ آج کل کے مسلمان تمام عبادات صوم وصلوۃ وحج وغیرہ بجالاتے ہیں اور انبیاء واولیا کے حق میں ایسے عقاید رکھتے ہیں، جیسا کہ سائل نے بیان کیا، اور مجیب نے استعملہ اللہ لما یحب ویرضی جواب دیا، تو حقیقت میں یہ لوگ مشرک باللہ ہیں وان صلوا وصاموا وزعموا انھم مسلمون[1] جس طرح سے اللہ سبحانہ نے مشرکین مکہ کی عبادت قبول نہیں فرمائی، اور عقیدہ کی درستی کا ارشاد فرمایا، ویسے ہی جب تک آج کل کے مسلمان عقیدے ٹھیک موافق فرمان خدا ورسول کے نہ کریں گے کوئی عبادت قبول نہ ہوگی، واللہ اعلم حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفنجابی

خادم شریعت رسول لا داب ابو محمد عبد الوہاب

المنتبہ: کہ وہ دائرے سے اسلام میں ہی داخل نہیں، چار مذہب کا کیا ذکر

[1] اگرچہ وہ نمازیں بھی پڑھیں، اور روزے بھی رکھیں، اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہیں ۱۲

ہے۔ کریم الدین عظیم آبادی۔

ایسا عقیدہ صریح کفر اور شرک ہے۔ عبدالکریم بنگالی۔ الجواب صحیح۔ عبدالحمید عفی عنہ عظیم آبادی،

واقعی جواب دونوں مجیبوں کا صحیح ہے۔ رد شرک اور ندائے غیر اللہ میں اور جھکنے کی طرف غیر اللہ کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جھک کر سلام علیک کرنے کو یا جواب دینے کو حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔ صحیح، محمد زین ساکن شہر بدایون حنفی المذہب۔

جواب بہت صحیح ہے۔ ولی محمد فیض آبادی

جو شخص ایسا عقیدہ رکھے۔ یا رواج دیوے، بلا ریب وہ مشرک ہے۔ مصطفیٰ خان سوتری

غلام حسین غلام حسین، ضلع مونگیر

ہذا الجواب صحیح۔ محمد وبیر الرحمٰن بنگالی ابو عبدالرحمٰن محمد وبیر الرحمٰن ابو محمد تائب علی

اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا، فتوے دینے والا چاروں مذہب میں کافر اور مشرک ہے لاریب ولا شک فیہ۔ ابو اسمٰعیل یوسف حسین خان پوری، پنجابی،

جواب صحیح ہے محمد عبدالحکیم عفی عنہ۔

چاروں امام علیہم الرحمۃ کے نزدیک بے شک ایسا عقیدہ شرک اور کفر ہے۔ محمد عبدالغفور امرتسری

سید محمد عبدالسلام غفرلہ سید محمد ابوالحسن محمد عبدالحمید جلیسری

ایسا اعتقاد رکھنا سراسر شرک اور کفر ہے۔ اس کے معتقد کو ہرگز اسلام میں کچھ حصہ ونصیب نہیں ہے رحیم اللہ پنجابی

اس عقیدہ والا آدمی جیسا کہ سائل نے لکھا ہے بے شک کافر اور مشرک ہے، چاروں مذاہب سے خارج ہونا تو برکنار ہے نور محمد

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، وہ شخص بلاشبہ مشرک ہے، کما ثبت، ارحمت اللہ دیناپوری المجیب مصیب، المقرعلی احمد بن مولوی محمد سامرودی عفی عنہ الصمد۔

جس شخص کا یہ اعتقاد ہے، بلاشک سب اماموں اور صحابہ کے نزدیک کافر ہے امکین

فضل الٰہی۔ الجواب صحیح والرائے نجیح محمد حمایت اللہ عفی عنہ جلیسری

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۱۲

سوال:۔ سوائے خدا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یا کسی اور نبی یا ولی وغیرہ کے لئے علم غیب اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونا ثابت ہے یا نہیں اور در صورت نہ ہونے کے جو شخص سوا خدا کے کسی نبی یا ولی وغیرہ کے لئے علم غیب اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونا ثابت کرے، از روئے قرآن و حدیث کے اس پر کیا حکم ہوگا۔

الجواب:۔ علم غیب اور حضوری ہر جا کی مخصوص ہے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوائے اس کے اور کسی میں خواہ نبی ہوں یا ولی یہ وصف حاصل نہیں، اور جو اعتقاد ان چیزوں کا ساتھ غیر خدا تعالیٰ کے رکھے، وہ مشرک ہے، حق تعالیٰ سورہ انعام میں فرماتا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ یعنی اس کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ان کو مگر وہی اور سورہ نمل میں فرمایا قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ یعنی کہو نہیں جانتے، جتنے لوگ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو، مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اٹھائے جاویں گے،

علامہ محمد بن محمد کردری فتاویٰ بزازیہ میں فرماتے ہیں مَنْ قَالَ[1] اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ علامہ سعد الدین شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں. فبالجملۃ[2] العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ سبحانہ لاسبیل الیہ للعباد انتہی مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں اعلم[3] ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ احیانا و

---

[1] جو کہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں سب کچھ جانتے ہیں، وہ کافر ہے ۱۲

[2] قصہ مختصر علم غیب خدا تعالےٰ کا خاصہ ہے، بندوں کی وہاں تک رسائی نہیں ہے ۱۲

[3] نبی غیب چیزوں میں سے صرف اتنا ہی جانتے تھے جتنا اللہ تعالےٰ ان کو معلوم کرا دیتے تھے، علماء احناف نے اس آدمی کو صاف طور پر کافر کہا ہے، جو یہ اعتقاد رکھے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، کیونکہ یہ عقیدہ آیت قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ الآیۃ کے برخلاف ہے ۱۲

ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قُل لَّا یَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ انتہی

اور اسی طرح علامہ بیری نے حاشیہ شرح اشباہ والنظائر میں تصریح کی ہے ۔ حررہ ابوالطیب محمد شمس الحق عفی عنہ

ابوالطیب ۱۲۹۵ محمد شمس الحق	سید محمد نذیر حسین

سوال :۔ کسی نبی یا ولی اور کسی کو خدا تعالیٰ کے سوا اپنی مشکل کشائی اور حاجت براری کے لئے پکارنا ، اور اس سے مددیں چاہنا اور مرادیں مانگنا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے ؟

الجواب :۔ سوائے خدا کے اور کسی کو خواہ نبی ہو یا ولی مشکل کے وقت پکارنا ، اور ان سے مددیں چاہنا ، اور ان سے امید نفع اور ضرر کی رکھنا شرک ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ یعنی اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ نہیں پیدا کرتے اور خود آپ پیدا کئے گئے ہیں ، مردے ہیں زندہ نہیں ہیں ۔ ان کو خبر نہیں ، کہ کب قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۔ یعنی اے لوگو ! ایک مثل کہی جاتی ہے ، اس کو سنو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہوں ، اور اگر کچھ چھین لے ان سے مکھی تو چھڑا نہ سکیں اس سے دونوں کمزور ہیں مانگنے والا اور جس سے مانگا ، لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں سمجھی جیسی اس کی قدر ہے ، بیشک اللہ زور آور ہے زبردست ہے ۔

اور روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ

لہ میں ایک دن رسول اللہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا ، آپ نے فرمایا ، بیٹا اللہ کی اطاعت کو ملحوظ رکھنا ، خدا تجھے ملحوظ رکھے گا ، اللہ کو اگر ملحوظ رکھے گا ، تو اسے ہمیشہ اپنے پاس پائے گا جب تو سوال کرے تو اللہ سے مانگ ، اور جب مدد لینا چاہے ، تو اللہ سے لے ۱۲

علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک و اذا سألت فسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ رواہ الترمذی اور استعانت ایک قسم کی عبادت ہے پس سوائے خدا کے کسی سے نہ چاہیئے، تفسیر معالم التنزیل میں ہے الاستعانۃ نوع تعبد انتہی اور مجمع البحار میں ہے فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ انتہی۔ حررہ ابوالطیب محمد شمس الحق عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین	ابوالطیب محمد شمس الحق ۱۲۹۵

سوال:۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں کرنا اس نیت سے کہ پیر صاحب معظم اور مقرب الٰہی ہیں ان کی تعظیم اور ان کے ساتھ تقرب حاصل کرنے کے واسطے ہم یہ مال خرچ کرتے ہیں کہ وہ ہم سے راضی رہیں کیسا ہے۔ اور بلا اس نیت کے صرف ایصال ثواب کے لئے کرنا بقید ماہ و تاریخ کے کیسا ہے!

الجواب:۔ گیارہویں کرنا شیخ عبدالقادر کی نیت مذکورہ بالا سے شرک ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ سب اوصاف خاص اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں غیر کو اس میں دخل نہیں، اور اگر بلا اس نیت کے کیے بقید ماہ و تاریخ تو بدعت ہے۔ حررہ ابوالطیب محمد شمس الحق عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین	ابوالطیب محمد شمس الحق ۱۲۹۵

لہ مدد مانگنا عبادت کی ایک قسم ہے ۱۲ لہ عبادت، حاجات کا طلب کرنا اور مدد مانگنا یہ صرف اللہ کا حق ہے ۱۲

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا دوسرے بزرگوں کے نام کا وظیفہ کرنا مثلاً یا بھیکھ یا مجدد وغیرہ موجب ثواب ہے یا موجب کفر یا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ اور ایسے وظائف کو ناجائز کہنے والے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں اور ایسے وظائف کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے یا حق پر ہے، کتب تفاسیر احادیث صحیح اور فقہ معتبرہ سے فتویٰ تحریر فرمائیں

جواب:۔ غائب کو پکارنے کی طرح پر شرک لازم آتا ہے اولا یہ صفت علم شرک ہے، دوم یہ صفت تصرف میں شرک ہے، اور یہ دونوں چیزیں عبادت سے تعلق رکھتی ہیں، سوم شرک فی العادت ہے

چالی اور دوسری وجہ کی تشریح اس طرح ہے، کہ دور و نزدیک، ظاہر و پوشیدہ چیزوں کا علمی احاطہ کرنا، اور

سوال۔ چہ می فرمایند گروہ حق پژوہ علماء ورثۃ الانبیاء در معنی این عبارت یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ دیا ور ساختن این عبارت و اسمائے دیگر صلحا مثل یا بھیکھ دیا مجاد وغیرہ موجب ثواب است یا موجب کفر و ضلالت یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ و در پس مجوزاین امور نماز باید خواند یا نہ یا مانع این امور از فرق ضالہ و مبتدعہ است، از کتب تفاسیر و احادیث و فقہ معتبرہ اختیار رقام فرمایند۔

جواب۔ در صورت مرقومہ باید دانست کہ از خواندن یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ دیا بھیکھ کہ ندا بغایت است قباحت بچند وجوہ لازم می آید اول اشراک فی العلم دوم اشراک فی التصرف کہ این دو وجہ بعبادت متعلق است سوم اشراک فی العادت امابیان وجہ اول و دوم پس احاطہ علمی چہ از دور چہ از نزدیک سرا و جہرا ہر آن از ہر داعی و ذکر بالسنۃ مختلفہ دانستن خاصہ خدا تعالیٰ است کہ باین صفت موصوف و مختص است و ہم چنین صفت تصرف فی الامور باعتبار جلب نفع و دفع ضرر و نقصان و بلا خاصہ ذات باری است چہ اصول شرک سہ است، یا بذات او سبحانہ و تعالیٰ می باشد، یا در عبادت

تمام پکارنے والوں کی دعاؤں کو سننا خواہ وہ کسی زبان میں ہوں، اور بیک وقت لاکھوں کروڑوں آوازوں کو سننا اور سمجھنا یہ صرف خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے کوئی بھی مخلوقات میں سے اس صفت میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے اور اسی طرح تمام امور میں تصرف کرنا، کسی کو نفع و نقصان پہنچانا یہ بھی خدا کا خاصہ ہے، اور شرک کے اصول تین ہیں، یا ذات خداوندی میں شرک ہوگا یا عبادت میں یا صفات میں، اور ان تمام پہلوؤں میں کوئی بھی مخلوق اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہے اور غیب کا جاننا بھی اسی کی صفت اور خاصہ ہے، اس کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، قرآن مجید میں ہے اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، الآیۃ اور فرمایا۔ آپ کہہ دیں اللہ کے سوا زمین اور آسمان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا، ہاں اگر وہ کسی کو اطلاع دے دے تو ہو جاتی ہے ورنہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل و اشرف ہیں، اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ کہہ دیں میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ مگر جو اللہ چاہیے اور فرمایا، اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا، اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو ایماندار وں کے لئے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔

یا در صفات مانند علم وسمع وبصر وغیرہ وکسے از مخلوق باباری تعالیٰ مشارک نیست، ودرین چیز ہائے مذکورہ وعالم الغیب مطلق اوست جل شانہ کما قال اللہ تعالیٰ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کما فی سورۃ الانعام قال فی المدارک واراد انہ ہو المتوصل الی المغیبات وحدہ لا یتوصل الیہا غیرہ انتہی ما فیہ وھکذا فی التفسیر النیساپوری وقال اللہ تعالیٰ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ الآیۃ

. . . . لیکن ہرگاہ کسے از مقبولان درگاہ خود را حیاناً بر مغیبات مطلع گرداند

اطلاع می شود والا نہ او تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را باوجودے کہ در فضل وکمالات اشرف المخلوقات وسید الاولین والآخرین گردانید باین ہمیں تعلیم فرمود قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ پس ازین آیت کریمہ صاف واضح گردید کہ قدرت بندہ قاصر وعلم وے قلیل وصفت بندہ ہمیں است اگرچہ ہر کہ بندہ باشد صفتش ہمین خواہد بود پس ندانستن علم غیب را نقصان وعیب نیست بلکہ بندہ کامل وبکمل امر نبیہ باظہار العبودیۃ حتی ینسب الیہ نقص ولا یعاب من قبل عدم العلم بالغیب فقال قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا الی آخر الآیۃ وفیہ ان قدرتہ قاصرۃ وعلمہ قلیل وکل من کان عبدا کان کذلک والقدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ۔

وقال الکلبی ان اہل مکۃ قالوا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) الا یخبرک ربک

کلبی نے کہا ہے، کہ مکہ والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے تیرا رب سستے نرخ کی اطلاع کیوں نہیں دیتا، کہ تجھے فائدہ ہوجایا کرے یا قحط سالی کی خبر کیوں نہیں دے دیتا، کہ تو کسی سرزمین شاداب میں چلا جائے تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری، ولو کنت اعلم الغیب الآیۃ، اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے امور ہیں جو دین کی کامیابی میں معاون ہوں، کہ آپ ایسے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے جن پر اسلام کی تعلیم اثر کرتی اور ایسے اشخاص پر توجہ نہ کرتے جن کی قسمت میں مسلمان ہونا نہیں تھا۔

بالسنة اوالرخیص قبل ان یغلی فتشتری فتربح وبالارض التی تریدان تجدب فترتحل عنها الی ما اخصبت فانزل الله تعالی هذه الاٰیة المراد بالخیر فی قوله تعالی وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ هو جلب منافع الدنیا وخیراتها من الخصب والارباح والاکساب وقیل المراد به ما یتوصل بامر الدین یعنی لوکنت اعلم الغیب لکنت اعلم ان الدعوة الی الدین الحق تو ثر فی هذا ولا تو ثر فی ذلک فکنت اشغل بدعوة هذا دون ذلک الی اخرما فی النیشا بوری وعن ابن عباس رضی الله عنهما هکذا فی معالم التنزیل مثل قول الکلبی ویلزم من کون غیره غیر متصرف فی ملکه بوجه من الوجوه الاٰمرة کونه عالما بالکل وکون غیره غیر عالم بالکل الا باعلامه الی اٰخرما فی التفسیر النیشا بوری وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم وَاللهِ لَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ رواه البخاری والحکم بطریق الاعم هو الوجه الاتم والمراد من الامور الدنیویة بالنسبة الیه صلی الله علیه وسلم وهی الجوع والعطش والشبع والری والمرض والصحة والفقر والغنی وکذا حال الامة الحاصل انه صلی الله علیه وسلم یرید نفی علم الغیب عن نفسه وانه لیس بمطلع علی المقدر له ولغیره والمکنون من امره وامر غیره لانه متردد فی امره غیر متیقن بنجاته لما صح من الاحادیث الی اٰخرما فی المرقات شرح المشکوة لملا علی

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور یہ نہیں جانتا کہ میرے متعلق تقدیر خداوندی نے کیا فیصلہ کر رکھا ہے، اور اس سے بھوک، پیاس، صحت، بیماری وغیرہ دنیوی امور بھی مراد ہیں، کیونکہ آخرت کے متعلق تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے متعلق کامیابی کی اطلاع دے چکے ہیں، حنفیہ نے ایسے آدمی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، کیونکہ یہ عقیدہ اس آیت قرآنی کے مخالف ہے، "قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ" الآیۃ، شیخ ابن الہمام کے مسایرہ اور ملا علی قاری کی منح الازہر شرح فقہ اکبر میں بھی اسی طرح ہے، اور خانیہ اور خلاصہ میں ہے، اگر کوئی آدمی اللہ اور رسول کی شہادت سے نکاح کرے، تو وہ نکاح درست نہیں ہوگا، اور نکاح کرنے والا کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

القاری وهكذا فی الطیبی ثم اعلم ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالى احيانا ذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ كذا فی المسامرة للشيخ ابن الهمام كذا فی شرح فقه اكبر لملا علی القاری وفی الخانية والخلاصة لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد النكاح ويكفر باعتقاد ان النبی صلے الله عليه وسلم يعلم الغيب انتهی ما فی البحر الرائق فی كتاب النكاح۔

ومولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ در تفسیر سورہ مزمل می فرماید کہ متقرب الیہ دو چیز باید اول احاطہ علمی باذکار قلبیہ ولسانیہ ذکراین با وصف تخالف امکنہ وازمنہ ومدرکہ والسنہ تا ذکر قلبی ولسانی ہر ذکر را معلوم کند دوم قوت نزدیک دور مدرکہ او درآمدن وآن را پر کردن حکم صفت او پیدا کردن، کہ درعرف شرع آن را نزول وتدلی ونزول وقرب خوانند واین دو صفت خاصہ ذات پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست آرے بعضے کفرہ درحق بعضے از معبودان خود وبعضے پیرپرستان از زمرہ مسلمین درحق پیران خود امر اول را ثابت می کنند ودر وقت احتیاج بہمین اعتقاد بآنہا استعانت می نمایند، انتہی ما فی التفسیر العزیزی،

پس ازین معلوم شد کہ دریا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ دریا بھیکہ بجہت حاجت خواستن

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سورۂ مزمل کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ جس کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو اس میں دو چیزوں کا ہونا نہایت ضروری ہے ایک تو یہ کہ وہ دور و نزدیک سے ذاکر کے اعمال قلبیہ ولسانیہ سے واقف ہو، جو مختلف زبانوں میں اس کی پکار کا مطلب سمجھتا ہو اور دوسری یہ کہ وہ ہر وقت اس کے قریب ہو تاکہ بروقت اس کی مدد کر سکے اور یہ دونوں صفتیں خدا تعالیٰ کا خاصہ ہیں، کسی بھی مخلوق کو حاصل نہیں ہیں۔ ہاں بعض جاہل لوگ اپنے پیروں کے متعلق پہلی صفت ثابت کرتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں،

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا، کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ اور یا بھیکہ وغیرہ وظائف کرنا ناجائز ہے اور اس میں شرک کرنا لازم آتا ہے کیونکہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کے سوا مخلوق میں ثابت کیا گیا ہے جو ایسا عقیدہ

دور دفع مرض دبلا جستن ازین بزرگان رحمہم اللہ تعالیٰ از مسافت بعیدہ، قطع نظر از نزد قبر کہ بیا نشنی نخواہد آمد جائز نیست کہ درین غرض شرک لازم مے آید کہ علم غیب بمخلوق ثابت کردن است ما ازین اشراک فی العلم می شود، بہر حال این چنین ہرگز نباید کرد، کہ ازین شرک پیدا می شود، چنانچہ از کتب احادیث وکتب عقاید ہویدا گردید، پس ہر کہ این چنین اعتقاد در بزرگان دارد کہ ندائے من اللہ می شنوند در ہر آن ازین جہت وظیفہ این کلمہ می دارد مشرک است، پس او تماز نباید خواند کہ عقیدہ شرکیہ دارد، اگرچہ بظاہر خود را مسلم می گوید، زیرا کہ صفت علم غیب از اماکن قریبہ وبعیدہ سراً وجہراً آنکہ خاصہ او عالم الغیب والشہادت است با عتقاد فاسد خود در جناب انبیاء واولیاء ثابت می کند، کہ ازین اشراک فی العلم لازم می آید، بنا بر رد دعوے باطلہ اہل باطل او تعالیٰ در سورہ یوسف می فرماید وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ الآیۃ

ودر تفسیر بیضاوی در سورہ احقاف تحت این آیت کریمہ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ نوشتہ لانہم اما جمادات واما عباد مسخرون مشتغلون باحوالہم انتہی ما فی البیضاوی پس ازین آیت ہم ندا کردن بغائب از دور اصلا جائز نیست وہم از نزدیک چہ ایشان باحوال خود مشتغل اند از ندا واز دعائے داعی محض غافل اند کما تضح من البیضاوی ولہذا قال العلامۃ التفتازانی فی شرح المقاصد ولا نزاع فی ان المیت لا یسمع انتہی ما فی شرح المقاصد ودر فتح القدیر وکافی وکفایہ وعنایہ وزیلعی وغیر کتب فقہ ازین کہ میت نمی شنود مشحون اند پس نزدیک رفتن ندا کردن بدر خواست دعا از ایشان مفید وجائز نہ شد وازین جہت بسیارے از فقہاء طلب دعا از میت انکار کردہ اند، چنانچہ در کشف الغطاء شیخ الاسلام نوشتہ لان المراد من الکلام الاسماع

رکھے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے، کیونکہ وہ مشرک ہے، خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون الآیۃ

تفسیر بیضاوی میں ہے، کہ جن کو خدا تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ یا تو پتھر وغیرہ ہیں، وہ تو کچھ سن ہی نہیں سکتے اور یا پھر خدا کے نیک بندے ہیں، اور وہ اپنے حال میں مشغول ہیں، ان کو دوسروں کی خبر ہی نہیں۔

والمیت لیس باھل للاسماع الا تری الی قولہ تعالیٰ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی والی قولہ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ انتہی کلام امحمود العینی فی حاشیۃ الھدایۃ۔

بجملہ ہر کہ باین اعتقاد از مسافت بعیدہ اولیاء اللہ را ندا کند کہ از احوال ما مطلع می شوند وارواح ایشان بر ندائے من علم میدارند، وکشائش رزق وفراخی آن ودفع بلاد نقصان ورفع تنگی مے کنند ویا گور ویا مکان نشست وبرخاست ایشان صورت ایشان برزخ سازد او بے شک از زمرہ مشرکین است، چنانکہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ در تفسیر فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا می نویسند چہارم فرقہ پیر پرستان گویند چون مرد بزرگ کہ بہ سبب کمال ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول بشفاعت عنداللہ شدہ بود از ین جہان می گذرد وروح او قوتے عظیم ووسعتے بیں فخیم بہم مے رسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا در مکان نشست وبرخاست او یا بر گور او سجود وتذلل تمام نماید روح بہ سبب وسعت واطلاق برآن مطلع شود ودر دنیا وآخرت در حق او شفاعت نماید تمام شد عبارت تفسیر عزیزی۔

ولھذا قال فی البزازیۃ وغیرھا من کتب الفتاوی من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر کذا قال الشیخ فخر الدین ابو سعید عثمانی الجیانی بن سلیمان الحنفی فی رسالتہ ومن ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بذلک کفر کذا

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں فرمایا ہے اکہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے، کہ میت نہیں سن سکتی اور اس مضمون سے فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، چنانچہ ہدایہ کے محشی علامہ محمود حلبی نے بالآخر لکھا، کسی کو بھی خدا تعالیٰ کے سوا پکارنا، اور اس سے حاجت طلب کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ پکارنے کا مطلب ہوتا ہے، سنانا اور میت سننے کی اہل ہی نہیں ہے، کیا تم قرآن مجید کی آیت پر غور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور جو قبروں میں چلے گئے تو ان کو سنانے والا نہیں ہے"

قصہ مختصر ایسا عقیدہ ہرگز نہ رکھنا چاہیئے، کہ بزرگوں کی روحیں ہمارے حالات سے واقف ہیں، اور پھر ان کو پکارے اس سے شرک لازم آتا ہے، چنانچہ بزازیہ وذخیرہ کتب فقہ میں صاف صاف فتویٰ دیا گیا ہے کہ جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں، اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں، وہ کافر ہے"

فی البحر الرائق واستعانت بفراخی رزق ودفع بلاء طلب ولد وغیرہ ازین کلمہ از آن بزرگان ہم گزروانیست، چہ استعانت از غیر خدائے تعالے درین امور جائز نیست قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ الی آخر الحدیث کما رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این را بکلمہ شرط و جزاء ارشاد فرمودند، پس استعانت کہ از مخلوقات کردہ می شود، لامحالہ مقارن باستعانت باللہ نخواہد بود، چہ جزاء لازم شرط است وشرط ملزوم او وقاعدہ کلیہ از معقول ومنقول مقرر شدہ، کہ وجود ملزوم بدون لازم محال است کذا فی المسلم والچلپی وغیرہما پس نخواہ نخواہ استعانت درین امور مذکورہ بمقارنت استعانت خدائے تعالے می باید واز غیر وے تعالے ہرگز جائز نیست وَاِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم مشعر این معنی است، وتقریر بسط درین باب این است ودر تحقیق استعانت رسالہ جداگانہ نوشتہ شدہ درین جا اشارہ از آن کردہ شد،

واگر کسے گوید کہ او تعالے مفتاح علم ہمہ اشیاء است کلیہ وجزئیہ در ہر آن از مسافت بعیدہ اولیاء اللہ را دادہ وحوالہ ایشان کردہ بنا برین می دانند وشنوند پس این را تفسیر نیشاپوری تحت ہمیں آیت کریمہ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ الآیۃ نوشتہ ولایمکن ان یکون

شیخ فخر الدین ابو سعید عثمان بن الجیانی حنفی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں، جو کہے میت اللہ تعالیٰ کے سوا امور میں تصرف کر سکتی ہے، اور یہی عقیدہ رکھے وہ کافر ہے، بحر الرائق میں بھی ایسا ہی ہے، اور رزق کی فراخی، مصیبتوں کے دفعیہ اور اولاد وغیرہ کی طلب کی مدد خدا کے سوائے کسی اور سے مانگنا جائز ہی نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب بھی تو مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرط و جزا کے طور پر فرمایا ہے کہ خدا سے مانگ، تو یہ منقول و معقول کا مسلمہ قاعدہ ہے، کہ لازم کے سوا ملزوم کا پایا جانا محال ہے، اور آیت ایاک نعبد وایاک نستعین بھی تو یہی مضمون ادا کر رہی ہے۔

اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھے، کہ واقعی غیب کی چابیاں تو خدا تعالےٰ کے پاس ہیں، لیکن اس نے اپنے نیک بندوں کے سپرد کر رکھی ہیں جس کی وجہ سے وہ سنتے اور جانتے ہیں، تو اس کے جواب میں تفسیر نیشاپوری کی عبارت کافی ہے وہ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، یہ غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس ہو ہی نہیں سکتیں، کیونکہ عقلی طور پر جانکار

هذه المفاتح عن شئ من الممكنات لان المحاط لايحيط بمحيط فلايحيط دون الواجب بالواجب فلايكون مفتاح العلم بجميع المعلومات الاعنده انتهى ما فى التفسير النيشا يورى ۔

واما بیان اشراک فی العادت یعنی چنانکہ معاملہ از اللہ تعالیٰ بعادت خود می کند، چنانکہ یا اللہ یا کریم می گوید، ہم چنین یا علی یا حسین می گوید بعادت خود قطع نظر از ندا کردن، پس اگر این کلمہ شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ را قطع نظر از شنیدن ودانستن ایشان بطور عادت جبلی می گوید ازین ہم پرہیز کند کہ موہم شرک است واگر بارادہ سفارش وشفاعت کردن اللہ تعالے از ایشان می خواہد یعنے او تعالے را شفیع وسفارش کنندہ دانستہ این چنین می گوید تاہم جائز نیست کہ شان او تعالے عظیم و بس فخیم است ہو شائی مطلق وفَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ويفعل ما يشاء است ، وکسے از بندگان مقبولین خود را مختار علی الاطلاق نہ کردہ واختیار نداده کہ ترا مختار خزانہ رحمت خود گردانیدم کہ ہرچہ خواہی کن وہرکہ بخواہی بدہ کہ بعد ازین حاجت شفاعت خدائے تعالے را گردد، از آن بندہ مختار کل او کہ تو اگر سفارش کنی از فلان بندہ کہ حاجت روائی من کردہ وہد تا سرانجام کار من راست آید سبحانہ ما اعظم شانہ آن جل جلالہ را آن چنان نہ باید فہمید کہ پادشاہ دنیا از وزیر ذی الاقتدار والاختیار خود در بعضے امور برائے کسے او نوکر خود سفارش وشفاعت می کند، چونکہ آن وزیر عالی قدر مختار کل را بہر حال اختیار نظم ونسق وسیاست وحفاظت مالی دادہ است کہ اگر خود آن پادشاہ در رکاب ازین امور مذکورہ بے اذن وزیر دخل دہد در ملک او خلل واقع شود، بنابرین مصلحت از سوئے مزاجی وتندخوئی او شفاعت

اپنے محیط کا احاطہ نہیں کر سکتا، ایسے ہی واجب کا احاطہ غیر واجب نہیں کر سکتا، تو لازمی طور پر یہ چابیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس رہیں گی اور شرک فی العادت یہ ہے، کہ جیسے یا اللہ یا رحیم یا کریم کہتا ہے ویسے ہی یا علی یا حسین وغیرہ کہنے کی عادت بنالے خواہ ان کو پکارنا مقصود نہ ہو، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے، کہ اس سے شرک کی بو آتی ہے، اور اگر اس نظریہ سے ان کو پکارے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مختار بنا دیا ہے، اور اپنی رحمت کے خزانے ان کے سپرد کر رکھے ہیں، اور اب اللہ تعالیٰ بھی ان کی مرضی کے بغیر از خود کچھ نہیں کر سکتے، جیسے کہ دنیاوی بادشاہ اپنی حکومت کے بعض شعبے اپنے وزراء میں تقسیم کر دیتے ہیں، اور پھر ان کے معاملات میں بادشاہ بھی از خود کچھ دخل نہیں دیتے، تاکہ نظام ملکی میں بدنظمی نہ پیدا ہو، ہاں اگر ضروری ہو تو بادشاہ اپنے کار مختار

اد نی نوکر نخو دمی خواہد از آن وزیر ظہیر سلطنت نمود پس طورا ین در جناب الٰہی اعتقاد نمایدداشت کہ او قہار و مالک الملک و شاہی و مختار علی الاطلاق است کہ درین اعتقاد تنقیص و رشان عظمت نشان او لازم می آید تعالی اللہ عنہ علوا کبیرا۔

چنانکہ ابوداؤد از جبیر بن مطعم روایت کردہ قال اتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعرابی وقال جہدت الانفس وجاع العیال وھلکت الاموال وھلکت الانعام فاستسق اللہ پس طلب باران کن از خدائے تعالےٰ فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللهِ بدستیکہ ما طلب شفاعت می کنیم بتو بخدا یعنے ترا شفیع می گیریم وَنَسْتَشْفِعُ بِاللهِ عَلَيْكَ وطلب شفاعت می کنیم برتو یعنی خدا را شفیع می آریم نزد تو تا طلب باران کنی از وے فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ سبحان اللہ فمازال يُسَبِّحُ حتی عرف فی وجوہ اصحابہ پس ہمیشہ تسبیح می کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا آنکہ شناختہ شد اثر غضب در رو ہائے اصحاب وے یعنی صحابہ بغضب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متاثر شدند تا در رو ہائے ایشان نیز اثر آن ظاہر شد قال ویحک بستر فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وائے بر تو و عجب از تو اِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلَى اَحَدٍ بدرستیکہ شان این است کہ طلب شفاعت کردہ نمی شود بخدا بر احدے یعنی او تعالی شفیع گردانیدہ نہ می شود بر کسیکہ شفاعت از ان کس خواہد زیرا کہ مرتبہ شفیع کمتر میباشد از آن کسیکہ از و شفاعت می خواہد اَتَدْرِي مَا اللهُ یعنی تو میدانی کہ چیست خدا و صفت عظمت او چیست اِنَّ عَرْشَهُ عَلَى

وزیر سے سفارش کر دے گا کہ یہ کام اس طرح کر دو۔ اگر ویسا ہی عقیدہ خدا کے متعلق رکھ کر خدا تعالیٰ کو ان کے پاس سفارشی بنائے تو یہ خدا تعالیٰ کی شان میں انتہا درجہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔

چنانچہ ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ تکلیف حد سے بڑھ گئی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ بارش نازل فرمائے۔ اور پھر یہ بھی کہدیا کہ جب خدا سے کام ہو تو ہم آپ کو سفارشی بناتے ہیں، اور جب آپ سے کام ہو تو خدا تعالیٰ کو آپ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں، تو بدوی کے اس کلام سے حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا آپ تسبیحات پڑھتے رہے اور پھر فرمایا، تجھ پر نہایت افسوس ہے کہ تو اتنا نہ سمجھ سکا، کہ خدا تعالےٰ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں بناتے، کیونکہ اس صورت میں اصلی اختیار تو کسی دوسرے کا ہوا، اور خداوند تعالےٰ سفارش کرنے کے لئے اس کے پاس گئے تجھے

سمٰوٰت هكذا وقال باصابعه مثل القبة عليه وانه ليئط به اطيط الرحل بالراكب یعنی بدرستیکہ عرش با برداشت عظمت و وسعت او ہر آئینہ آوازی کند مانند آواز پالان شتر بسوار یعنی عاجز می آید عرش از برداشت او تعالیٰ واین تقریر و تمثیل عظمت الٰہی است بقدر فہم اعرابی پس برائے قبولیت دعا و طلب حاجت روائی از کسے بزرگ ولی و شہید خدائے تعالیٰ لا تشفع آوردن باین طور نشاید کہ از ان بزرگ بشفاعت خدائے تعالیٰ حاجت خواستن ہم چنانکہ جملہ فستشفع بالله عليك تا آخر بر آن مشعر است اکہ درین محض بے ادبی او بی شود ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم گشت از لطف رب

ونیز ولاح المورد ما قدروا الله حق قدره نیز برین برہان قاطع است بہر صورت ازین کلمہ گفتن قباحت در قباحت پیش می آید، کہ اجتناب از آن ضرور است و باین اشارہ در در مختار از شرح وہبانیہ آوردہ ومن قال شيئ لله عند بعض يكفر ويخشى عليه الكفر عند بعض انتہی پس مناسب این است کہ بدین طور بگوید یا الله شيئا للشيخ عبد القادر یعنی یا اللہ عطا کن دہ مرا برکت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ اگر چہ این طور جواز است اگر چہ در دعا خواستن از خدائے تعالیٰ بحرمت فلاں یا برکت فلاں مباح است و بحق فلان نشاید، کہ حق کسے بر خدائے تعالیٰ نیست، چنانچہ در ہدایہ و شرح وقایہ و دیگر کتب فقہ حنفیہ مذکور است۔ والله اعلم بالصواب فاعتبروا يا اولى الالباب فقط۔ کتبه العبد الضعيف طالب الحسنين

کچھ معلوم بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی شان کیا ہے اس کا عرش آسمانوں کو اپنے گھیرے میں لے رہا ہے، اور اس کی عظمت و ہیبت سے چرچر کر رہا ہے۔

اور خدا تعالیٰ نے فرمایا وما قدروا اللہ حق قدرہ پس ایسے کلمات سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے در مختار میں شرح وہبانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اگر کوئی اس طرح کہے شیئا للہ دکوئی چیز مجھے اللہ کے لئے دے تو وہ بعض کے نزدیک تو کافر ہے اور بعض کے نزدیک اس کے کفر کا خطرہ ہے، ہاں اس طرح کہہ لینا جائز ہے، کہ یا الٰہی مجھے بحرمت فلاں یا برکت فلاں یہ چیز عنایت کر دے، اور بحق فلاں نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ خدا تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے بعینہ یہ مضمون ہدایہ اور شرح وقایہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی موجود ہے، واللہ اعلم ۱۲

فی الدارین محمد نذیر حسین عفا عنہ رب المشرقین والمغربین بجاہ سید الثقلین امام القبلتین جد الحسن والحسین رضی اللہ عنہما وعنہم۔ قاضی منصور پشاوری

سید محمد نذیر حسین	ابو محمد عبد الخالق دہلوی	محمد قطب الدین دہلوی
برکت اللہ دہلوی	نور الحق دہلوی	سید علی دہلوی
غلام رسول قصوری		
محمد مخدوم بن بارک اللہ پنجابی	شاہ سید حسین قادری پنجابی	مفتی محمد احسن اللہ پشاوری
مفتی برکت اللہ پشاوری	نصیر احمد پشاوری	

فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۵۹، ۶۰

سوال: چہ می فرمایند، علمائے دین ومفتیان شرع متین دربارہ آنکہ شخصے لفظ یارسول اللہ یا علی یا بھیکھ یار بار یا یک یاری گوید واعتقادی کند، کہ بعلم طبعی جزئی اگر او شان را بر حال من خبر شود ممکن است، واگر نہ شود این ہم متصور وعلم ذاتی کلی مر حق سبحانہ را ست تعالیٰ شانہ، پس بحصول این گمان گفتن این لفظ جائز است یا نہ وبکدام اعتماد دیگر گفتن این لفظ روا ست یا نہ!

الجواب: باید دانست، کہ علم غیب خاصہ حق سبحانہ است کلیہ باشد یا جزئیہ وعلیہ یدل قولہ تعالیٰ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، و

سوال: علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، کہ اگر کوئی شخص اس خیال سے یارسول اللہ یا یا علی، یا، یا بھیکھ وغیرہ بار بار کہے، کہ ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنے علم طبعی جزئی کے لحاظ سے میرے حال کی خبر ہوتی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ خبر نہ ہوتی، اور علم ذاتی کلی خداوند تعالیٰ ہی کے لئے جانتا ہو تو اس گمان پر ایسے الفاظ کہنا جائز ہے یا نہیں اور کسی اور طریقہ سے بھی ایسے الفاظ کہنے جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: جاننا چاہئے کہ غیب کا علم خواہ جزئی ہو یا کلی خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے، اور اس پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں "آپ کہہ دیں آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا، بلکہ کسی کو بھی مر کر اٹھنے کا بھی علم نہیں ہے" "اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں ان کو صرف وہی جانتا ہے" "اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا" "اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا یا تمہارے ساتھ کیا ہوگا

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ وقصہ عدم علم یعقوب علیہ السلام از حال یوسف علیہ السلام، وقصہ عزیر علیہ السلام درعدم علم او شان از مکث خود واز حمار خود واحیائے خود گرد ولاخ خود، وقصہ اصحاب الکہف از عدم علم مدت خواب، وقصہ قذف عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا وعدم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطہارت او شان مگر بعد مدت دراز نیز دن وحی وقصہ عدم استطاعت بجواب سائلان حقیقت روح واصحاب الکہف وذی القرنین وانقطاع وحی تا مدت دراز وغیرہ از قرآن مجید وشان نزول آن ثابت است وآیات بینات در دیات احادیث و در روایات کتب عقاید متقدمین ومتاخرین ازان مملو ومشحون ہستند، و گاہے گاہے او سبحانہ تعالےٰ ہر کرا از مقربان درگاہ خود از انبیاء علیہم السلام بوحی والہام واز اولیاء بکشف والہام بر بعضے امور غیبیہ اطلاع وہد معلوم می شود۔ وبعد از اعلام اللہ تعالےٰ این غیب من حیث الغیب غیب نہ می ماند، زیرا کہ غیب تام چیزے است، کہ از ادراک حواس ظاہرہ وباطنہ غائب باشد نہ حاضر تا بمشاہدہ ووجدان دریافت شود واسباب وعلامات آن نیز در نظر وعقل وفکر آن در نیاید تا ببداہت واستدلال دریافتہ شود واین غیب مختلف می باشد دبیش کور مادرزاد عالم الوان غیب است، وعالم اصوات ونغمات والحان شہادت وپیش عنین لذت جماع غیب است وپیش فرشتہ الم گرسنگی وتشنگی غیب است ودوزخ

میں تو صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں،،

یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کے حال کی خبر نہ ہو سکی، عزیر علیہ السلام اپنے ٹھہرنے کی مدت، گدھے کی کیفیت اور اپنے زندہ ہونے کا حال نہ جان سکے، اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا علم نہ ہو سکا، حضرت عائشہ صدیقہ کی بریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی نازل ہونے سے پہلے معلوم نہ ہو سکی، اور روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کرنے والوں کو وحی نازل ہونے تک آپ جواب نہ دے سکے، یہ سب واقعات قرآن مجید میں ہیں اور احادیث اور متقدمین کی کتب اس مضمون سے بھری پڑی ہیں، ہاں اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کچھ بتا دیں، تو اس کو علم ہو جاتا ہے لیکن پھر وہ غیب بہ حیثیت غیب باقی نہیں رہ جاتا، کیونکہ غیب تو وہ ہے، جو حواس ظاہری اور باطنی سے غائب ہو

وبہشت شہادت، ولہذا این قسم غیب را غیب اضافی گویند، وآنچہ نسبت بہمہ مخلوق غائب است مطلق مثل وقت آمدن قیامت واحکام کونیہ وشرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز وہر شریعت ومثل حقائق ذات وصفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل واین قسم را غیب خاص او تعالیٰ می نامند فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا الی اخرما فی التفاسیر من العزیزی وغیرہ۔

واثبات حصول علم غیب جزئی مرایشان را ہمان مثل راست آمد قَدْ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَوَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ زیرا کہ این ہم در افراد علم غیب داخل است پس علم غیب کلیہ جزئیہ خاصہ حق سبحانہ تعالیٰ باشد، چنانچہ احیا وامانت خاصہ او تعالیٰ است بنا ئیکہ احیا وامانت کلیہ برائے او تعالیٰ باشد، وبعض جزئی را دیگرے ہم زندہ وہم مردہ می تواند کرد وہو باطل اجماعا وقطعا، واگر گوئی ما طبعی می گوئیم نہ ذاتی شاید وقتے کہ یا مدار ویا سالار ویا بھیکھ بگوئیم حق سبحانہ وتعالیٰ بکشف یا الہام او شان خبر کردہ باشد، ولا محذور فیہ گوئیم کہ غیب بودن این امر یقینی است، ودر گمان حصول علم بکشف یا الہام وغیرہا این

ورنہ آدمی وجدان اور استدلال سے کئی باتیں معلوم کر لیتا ہے

اور پھر غیب بھی مختلف ہیں، مادر زاد اندھے کے لئے رنگوں کی دنیا غیب ہے، اور داگ اور نغمے کی دنیا حاضر بہرے کے لئے آوازوں کی دنیا غیب ہے اور رنگوں کی حاضر، نامرد آدمی سے لذت جماع غیب ہے، اور فرشتہ کے لئے بھوک پیاس غیب ہے، اور جنت و دوزخ حاضر، علی ہذا القیاس، اس غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں اور جو تمام مخلوقات سے غیب ہے، مثلاً قیامت کے آنے کا وقت، اور خدا تعالیٰ کے احکام کونیہ، جو روزانہ نازل ہوتے رہتے ہیں، یا خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا تفصیلی علم یہ حقیقی غیب ہے اور یہ صرف خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے، اور بزرگان دین کے لئے غیب جزئی ثابت کرنا، تو ایسا ہی ہے، جیسے کوئی بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہو، یہ غیب بھی خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کو یوں سمجھو کہ مارنا اور زندہ کرنا خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے، جیسے تو کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ کلی طور پر مارنا اور زندہ کرنا تو خدا کا خاصہ ہے، لیکن جزئی طور پر دوسرے بھی زندہ کرتے اور مارتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم طبعی علم کے متعلق کہتے ہیں، نہ کہ ذاتی علم کے متعلق کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جب ہم ان کو پکاریں، تو اللہ تعالیٰ ان کو کشف یا الہام کی بنا پر مطلع کر دیتا ہو

امر ظنی وشکی می شود وشک نیست کہ شک بالیقین معارض نگردد معہذا حصول این علم از خرق عادات وکرامات است او بنائے کدام حکم شرعی بر ظن خرق عادات مبنی نمی شود ولا بظن خرق عادت رد الشمس من جانب الغروب احکام نماز وسنین وسال حج وزکوۃ وغیرہ ہمہ درہم وبرہم می شود، شاید از کدامے ولی این خرق عادت صادر شود وآفتاب را بگرداند دو چہار ساعت یا یک دو روز یا یک سال یا دو سال یا صد سال ہموں طور بر آسمان استادہ دارد، پس نماز ظہر وعصر ہموں وقت ادا خواہم کرد، وبظن کرامت زندہ شدن موتے واحکام میراث وعدت وسوگ وغیرہ ہمہ مختل می شوند وعلے ہذا القیاس جمیع خرق عادت لہذا بنائے احکام برامور عادت نہادہ اند نہ بر ظن خرق عادت، لیکن در جائے ظہور خرق عادت یقینی البتہ احکام یافتہ می شوند، چنانکہ در ایام دجال بطوالت ایام احکام نماز وغیرہ یافتہ می شوند وجائے نہ فرمودہ اند کہ اگر گمان باز زندہ شدن کسے را پیدا شود، مال او تقسیم کنند یا نہ کنند، ودر بیت المال داخل نہ کنند، وبگمان طی ارض قصر کنند وبکاشفہ صحیحہ دعوے دروغ باوجود شاہدین ابطال دعوے کنند، پس وقتے کہ بکاشفہ یقینیہ وصحیحہ ابطال مدعی باوجود شاہدین وتکفیر وقتل منافق واخذ حق خود بکاشفہ بلا دلیل ورجم زانی وزانیہ بلا شہود ثابت

اس کا جواب یہ ہے، کہ اس کا غیب ہونا تو یقینی ہے، اور حصول علم ظنی، اور ظن یقین کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور پھر ایسا علم ہو جانا بھی تو خرق عادت یا کرامت کے طور پر ہو گا، اور شریعت کے کون سے حکم کی بنیاد کرامت یا خرق عادت پر رکھی گئی ہے، ہو سکتا ہے، کہ کسی ولی کی کرامت سے سورج دوبارہ مغرب سے طلوع ہو جائے یا ایک ہی جگہ پر گھنٹہ، ایک دن یا ایک سال ٹھہرا رہے، کیا اس بنا پر اپنی نمازیں قضا کر لوگے، کہ پھر اس وقت پڑھ لیں گے، علی ہذا القیاس تمام خرق عادات کا یہی حال ہے۔ ہاں اگر یقینی طور پر کوئی چیز ہونے والی ہو تو شریعت اس کے متعلق اپنے حکم نافذ کرتی ہے جیسا کہ دجال کے وقت دنوں کا لمبا ہو جانا، تو اس کے متعلق نمازوں کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی ہے ہو سکتا ہے، کہ کسی ولی کی کرامت سے مردہ سال بعد یا سو سال بعد زندہ ہو جائے۔ تو کیا اس حال پر اس کا ورثہ تقسیم نہ کرو گے اس کی عورت دوسرا نکاح نہ کرے گی، زمین کے لپیٹے جانے کے خیال سے نماز قصر کرو گے، کسی کشف کی بنا پر مدعی کا صحیح دعوے

می شود، پس درصورت حسن ملاشفہ حکم بغیب دانی اوشان کہ خصوصیت بذات مقدس دارد
بہ گونہ اثبات می کنند پس کرے کہ ہمیں عقیدہ می دارند، باید کہ بگمان زندہ شدن مردہ مال
او را تقسیم نہ کنند چرا کہ این گمان در حق ہر مردہ جاری میشود، کہ بکرامت کدام ولی بعد
دو روز یا سہ روز یا بعد سالے یا صد سال باز زندہ شود، و احکام عدت وغیرہ ہمہ را ترک دہند
و بنگارند حصول علم لدنی در تحصیل علم ایمان و اسلام و احکام باز مانند چرا کہ این ہم بکرامت
کدام ولی در حق ہر کس ممکن باشد ابنائے اعتقاد درین عقیدہ فاسدہ یا لحاد وزندقہ می کشد
عیاذاً باللہ سبحانہ من ذلک آری اگر باعتبار محبت بے ارادہ اثبات علم غیب
باوشان کدام وقت یا رسول اللہ یا غوث الاعظم وغیرہا بر آید جائز خواہد بود فقط و بار بار
بطور تکرار درود و ذکر اسم اوشان کہ علم باشد یا بعزلہ علم مواظبت نمودن شرک است
و ہکذا فی التفسیر العزیزی،

و جا بجا در قرآن مجید یدعون من دون اللہ و یدعون من دونہ فرمودہ اند
و بر آن شرک و کفر و وعید خلود نار اثبات نمودہ نصوص صریحہ مستند، کہ تاویل در آن جہل مرکب
است بل تحریف و تبدیل کلام الٰہی است یک دو آیت بطور مشتے نمونہ از خروارے
ذکر کردہ می شود قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ
فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ وایضا قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّ

گواہان عادل کی موجودگی میں رد کر دو گے؟ کشف کی وجہ سے کسی منافق کو قتل کر دو گے؟ بغیر گواہوں کے
کشف کی بنا پر زانی مرد و عورت کو سنگسار کر لو گے؟ آخر کشف و کرامت کی بنا پر آپ کیا کریں گے؟ ایسے
عقیدے کا نتیجہ سوائے کفر والحاد اور زندقہ کے اور کیا ہو گا خدا کی پناہ!

ہاں اگر کبھی غلبہ محبت کی بنا پر یا رسول اللہ یا، یا غوث الاعظم زبان سے نکل جائے تو یہ جائز ہے لیکن
بار بار اس کا تکرار کرنا، اور اس کا وظیفہ کرنا جائز نہیں ہے، شرک ہے، قرآن مجید میں جا بجا یدعون من دون اللہ،
یدعون من دونہ فرمایا گیا ہے، اور اس پر کفر و شرک کا فتویٰ اور خلود نار کی وعید سنائی گئی ہے ایسی صریح آیات
کی تاویل کرنا جہل مرکب ہے بلکہ قرآن مجید میں تحریف کے قائم مقام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے سوا ان کو مت پکار

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ پس در لحاظ مجموع آتیین معلوم می شود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را برائے نفع و ضرر خواند ظلم است وایضا قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ واگر از لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ غشاوہ چشم انداختہ گوئی کہ این در حق بتان است اگویم من برائے ذوی العقول است وجمع بالنون والواو ہم برائے او، فکیف تصح قولک، واگر گوئی کہ برین تقدیر پسر دیار و برادر وغیرہ را کہ قریب باشد بنام او خواندن نیز روا نباشد گویم لفظ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ وکلمہ ھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ جواب شافی دہند،

واگر گوئی در ہیچ کدام از تفاسیر زیر این ہمہ آیات بینات نہ نوشتہ اند کہ یا آدم نہ گویند ویا شیث نہ خوانند ویا ادریس شرک است ویا نوح کفر است ویا ابراہیم ویا اسمٰعیل ویا موسیٰ ویا عیسیٰ ویا رسول اللہ ویا علی ویا نبی ویا حسین ویا مدار ویا سالار یا بعضہ ممنوع است، اگویم لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سیف قاطع است، برائے شما، واگر این را

جو تجھے کوئی نفع نقصان نہ دے سکیں، اگر تو نے ایسا کیا، تو ظالموں میں سے ہوگا اور فرمایا کہہ دیں میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں ان دونوں آیتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے نفع و نقصان کے لئے پکارنا ظلم ہے، اور فرمایا اس سے زیادہ کون گمراہ تر ہے جو اللہ کے سوائے ان لوگوں کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کو جواب نہیں سکیں وہ تو اس کے پکارنے سے محض بے خبر ہیں "

اگر کوئی من دون اللہ کے لفظ سے اپنی آنکھوں پر پردہ ڈال کر کہے، کہ یہ تو بتوں کے متعلق ہے تو اس کے جواب میں کہوں گا، کہ لفظ من ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور واؤ نون سے جمع بھی ذوی العقول کے لئے آتی ہے، تمہارا اعتراض کیسے صحیح ہو سکتا ہے، اگر کوئی کہے، کہ اس طرح تو اپنے بھائی بیٹے اور عزیزوں کو بھی نہیں پکار سکے گا، تو میں کہوں گا، کہ لفظ من لا یستجیب لہ اور کلمہ وہم عن دعائہم غافلون تمہارے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اگر کوئی اعتراض کرے، کہ کسی مفسر نے بھی اپنی تفسیر میں ایسا نہیں لکھا ہے۔ کہ یا آدم نہ کہنا یا شیث نہ

تحریف وتبدیل نمودہ پس پشت انداز ید وطالب تفصیل جزئیات شوید گویم ہزاران ہزار انبیاء واولیاء وصدیقین وشہداء وملائکہ وجن وغیرہ را مردمان خوانندہ اند ومی خوانند این تفصیل اسماء اوشان چند مجلدات تیار می شوند ویک عمر طویل صرف شود البتہ اگر مفسرین این چنین کار لغوی کردندے شمارا اعتبار آمدے یا نہ آمدے۔

در قرآن مجید وتفاسیر وفقہ جابجا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاٰمِنُوْا وغیرہ کلیہ آمدہ است بر تقدیر تقریر شما لازم می آید کہ زید بگوید کہ برمن نماز فرض نیست وعمرو گوید کہ برمن زکوۃ واجب نیست دیگر گوید کہ برمن ایمان لازم نیست چراکہ اَقِمِ الزَّکٰوۃَ یَا زَیْدُ وَاٰتِ الزَّکٰوۃَ یَا عَمْرُو وَاٰمِنْ بِاللّٰہِ یَا بَکْرُ وَلَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ یَا خَالِدُ نہ گفتہ اند وعلی ہذا القیاس کسے نہ گوید کہ در این تفاسیر نام دیبی وبھوانی وبھیرون وسیتا وجسرت ورام چندر وکرشن وکنھیا وشیخ سدو ومیران وغیرہ نیامدہ است پس مستثنے از لات وعزی باشد وپرستش این ہا جائز باشد وبرایں تقدیر اصول امام اعظم وامام شافعی ومالک وامام احمد بن حنبل وجمیع مجتہدین علیہ الرحمۃ بلکہ اجتہاد واستنباط اوشان وقیاس جمیع امت غلط میشود وعلم

پکارنا اور یا اور نہیں مت کہنا یہ شرک ہے یا ابراہیم یا موسیٰ یا عیسیٰ یا رسول اللہ یا علی یا نبی یا حسین یا سالار یا بھیکھ کہنا منع ہے، کفر ہے، تو میں کہوں گا۔ کہ لفظ من دون اللہ ایک قاطع تلوار ہے جو تمہارے اعتراضات کا جواب دے رہی ہے اور پھر بھی اگر کوئی کہے کہ نہیں جزئیات کی تفصیل ضروری تھی، تو میں کہوں گا، لوگ ہزاروں نبیوں، ولیوں صدیقوں، شہیدوں کو پکارتے ہیں، اگر ان کے ناموں کی تفصیل تفاسیر میں بیان کی جاتی تو اس کی جلدیں تیار ہو جاتیں، مفسرین کی ایسے لغو کام میں عمریں بسر ہو جاتیں، اور پھر بھی تم کو شاید اعتبار آتا یا نہ آتا

اور پھر قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ کی کتابوں میں جا بجا حکم آیا ہے نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، اللہ پر ایمان لاؤ تو تمہارے قول کے مطابق تو زید کہہ سکتا ہے، کہ مجھ پر نماز فرض نہیں ہے، کیونکہ میرا نام لے کر تو نہیں فرمایا گیا، کہ اے زید نماز قائم کر، عمرو کہتا کہ میں زکوۃ نہیں دوں گا، کیونکہ یہ تو نہیں کہا گیا، کہ اے عمرو زکوۃ دے علی ہذا القیاس کوئی یہ بھی کہہ دیتا، کہ قرآن میں تو صرف لات وعزیٰ کا ذکر آیا ہے، کالی دیوی، بھوانی، بھیروں ستیا، جسرت رامچندر کرشن، کہنا، شیخ سدو اور میراں وغیرہ کا نام نہیں آیا۔ لہذا ان کو سجدہ کرنا یا پکارنا جائز ہے

اصول وفروع کہ متفرع برآن است ہمہ لاطائل ولغوی باشد چراکہ نزدشما مورد نصوص خاص است، وہذا العلم خلاف ذلک، ونزدیک شما تا دقتیکہ تفصیل جزئیات آن نہ شود نصوص ظاہر المعنے قابل پذیرائی نیست،

واگر گوئی کہ در حصین حصین در صلوۃ الحاجت لفظ یا محمد آمدہ است جوابش چیست، گویم کہ این صورت در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است، کہ خود موجود اند، ودر آن محذور نیست، واگر بعدہم می خوانند پس در آن خیرے مودع است یا کہ ببرکت آن اثر ظاہر می شود نہ آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سامع اعتبار کردہ می خوانند چنانچہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ ودر بعض جا يَا مُوسَىٰ می خوانند، در آن تاثیرے نہادہ اند کہ ببرکت آن اثر ظاہر می شود، نہ آنکہ ایشان را سامع اعتبار کردہ می خوانند اِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ دلالت بر رد شما می کند واللہ اعلم بالصواب. کتبہ المجیب المصیب نصیر الدین المعروف بغلام المولی۔

سید محمد نذیر حسین

محمد قطب الدین | نواز شش علی | محمد برکت اللہ | محمد بشیر الدین قنوجی

سید محبوب علی جعفری | محمد بن بارک اللہ پنجابی | محمد حسین بٹالوی | احمد اللہ

سوال:۔ نحمدہ ونصلی، کیا فرماتے ہیں، علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں، کہ زید موافق طریقہ سلف خیر نسبت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے اعتقاد ولایت وقوع کرامت کا رکھتا ہے، مگر یہ کرامت منقولہ شیخ کے جب اس کے مرید کی روح فرشتہ قبض کر کے روانہ ہوا، شیخ نے فرشتہ سے راہ میں مل کر کہا، کہ میرے مرید کی روح دے

اور پھر امام ابو حنیفہ رح امام شافعی رح امام مالک رح امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہا اور محدثین کے تمام استنباط اور اجتہاد کا ڈھول دھیہ جاتے، ہر آدمی بڑی آسانی سے کہہ جاتا کہ یہ جزئیات اپنے مورد کے لئے خاص ہیں، میرے لئے تو کوئی حکم نہیں ہے۔

اگر کوئی آدمی سوال اٹھائے، کہ حصن حصین میں صلوۃ حاجت کے بیان میں یا محمد کے لفظ آئے ہیں پھر ان کا پڑھنا کیونکر جائز ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ اس کے پاس موجود تھے

دے، فرشتہ نے کہا، کہ یہ امر میں نے بحکم ربی کیا ہے، اگر تم کو دے دینے کا حکم ہوتا تو میں بلا شبہ دے دیتا، جب فرشتے نے انکار کیا، تو شیخ نے ارواح کی زنبیل فرشتہ سے چھین لی، جب فرشتہ اللہ پاک کے پاس ملول آیا، تو خدا نے فرمایا، کہ اے ملک الموت آج تیری محنت ضائع ہوئی، تو نے ایک روح اس کے مرید کی دے دی ہوتی، وہ تو اگر میری خدائی بھی بخش دے، تو مجھ کو کیا انکار ہو سکتا۔

دوسری یہ کرامت منقولہ، کہ جب منکر نکیر قبر میں شیخ کے مرید کے پاس آئے، تو پوچھا مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے) اس کے جواب میں مرید نے کہا، کہ میں خدا کو نہیں جانتا شیخ عبد القادر کو جانتا ہوں، اس وقت فرشتوں نے عذاب شروع کیا، تب مرید نے شیخ سے فریاد کی شیخ نے عذاب سے منع کیا، فرشتے نہ مانے، تو شیخ نے گرز عذاب چھین لیا، اور یہ کہا کہ جنت کو دوزخ کر دوں، اور دوزخ کو جنت غرض فرشتوں پر غلبہ کر کے اپنے مرید کو عذاب سے بچا لیا،

تیسری یہ نقل کرامت، کہ ایک عورت شیخ کے پاس آئی، کہ میرے واسطے اولاد کے لئے دعا کرو، شیخ نے کہا، کہ اے بدبخت! تیری قسمت میں خدا نے اولاد نہیں چاہی، مگر ہم دعا کرتے ہیں، چنانچہ شیخ نے دعا کی، کہ خدایا اس کو بیٹا دے، حکم رب العالمین ہوا، کہ اس کی قسمت میں اولاد نہیں جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ (قلم لکھ کر فارغ ہو گیا) پھر دعا کی کہ خدا اسے دو بیٹے دے حکم ہوا، کہ اس کے اولاد ممکن نہیں، غرض ساتویں بار جب سات بیٹوں پر دعا کی نوبت پہنچی تو خدا نے کہا، کہ اے شیخ بس کر ہم اس کو سات بیٹے دیں گے،

الغرض زید ان تینوں کرامتوں کا انکار کرتا ہے چونکہ ثبوت ان کا قرآن و حدیث و اجماع سے

اور اگر حکایت حال ماضیہ کے طریق پر آج بھی انہی الفاظ کو دہرا لیا جائے تو جائز ہے کیونکہ ان فرمودہ الفاظ میں برکت ہے، کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے ہم قرآن مجید کی تلاوت میں یا علیے یا موسیٰ وغیرہ الفاظ ندائیہ پڑھتے ہیں، لیکن ان سے مقصود نہ تو ان کو سنانا ہوتا ہے اور نہ یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ سن رہے ہیں۔

نہیں، اور جو لوگ ان تین کرامت مذکورہ پر اعتقاد کریں، یہ اعتقاد ان کا کسی قاعدہ شرعی کے مخالف ہوگا یا نہیں فقط، اور ایک مسئلہ یہ بھی اس استفتار میں شامل فرما دیجئے، کہ قیامت کے دن حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ساڑھے تین کولیاں بھر کر سب مخلوق میں سے جنت میں ڈالیں گے، اور ان کے ہاتھ مشرق سے مغرب تک دراز ہوں گے، آیا یہ قول صحیح ہے یا غلط، افترار عوام کالانعام ہے۔

الجواب:۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ صورت مسئولہ میں زید سنی العقیدہ موحد ہے، کہ امور شرکیہ کا منکر ہے، اور یہ انکار واجب ہے، کیونکہ یہ کرامات مندرجہ سوال بت پرستوں کے سے عقیدہ والوں کی ہیں وقد[1] جاء فی الحدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ ومن لم یستطع فبلسانہ ومن لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان پس زید اس انکار سے گنہ گار کیسا، بلکہ مستحق اجر عظیم اور ثواب نعیم کا ہوگا، اور جو لوگ ان کرامات شرکیہ مذکورہ کو حق جانتے ہیں، اور اس عقیدہ شرکیہ کفریہ پر ہیں، سراسر مخالف قرآن اور حدیث کے ہیں، اور مثل بت پرستوں کے عبدالقادر پرست ہیں، بندہ کو خدا اعتقاد کرتے ہیں، العیاذ باللہ بلکہ اس واحد و قہار و قیوم و جبار کو بندہ کے آگے مجبور جانتے ہیں ایسے عقیدہ والے قطعی کافر اور مشرک ہیں اگر کوئی ابتدائے تمیز سے اس عقیدہ پر ہے تو پرانا کافر ہے، جب تک اس کفریہ عقیدہ سے توبہ نہ کرے، اور تجدید اسلام کلمہ شہادۃ سے نہ کرے مسلمان نہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی[2] اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ اگر کسی مسلمان کے گناہوں سے ساری زمین لبریز ہو، اور شرک نہ ہو،

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی تم میں سے کوئی برائی دیکھے اسے اپنی طاقت سے ختم کر دے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اس کی تردید کرے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو، تو اسے اپنے دل سے برا سمجھے، اور اگر ایسا بھی نہ کرے تو اس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے ۱۲

[2] اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے، اللہ نے اس کے لئے جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے ۱۲

تو حق جل جلالہ اپنی رحمت سے اس کے بخشنے کا وعدہ فرماتا ہے، مگر مشرک کافر ہرگز نہ بخشا جائیگا
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا[1]۔ اور جو لوگ اول عقیدہ توحید کا رکھتے تھے۔ اور بعد میں اس شرکیہ عقیدہ
پر ہو گئے ہیں، تو ان کے پہلے نیک عمل سب برباد گئے، اگر اسی کفر پر مر جائیں تو بموجب فرمان
واجب الاذعان الٰہی کے وہ دوزخی ہیں، جیسا کہ فرماتا ہے وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[2]۔

اور جو سوال آخر میں درج ہے۔ کہ قیامت میں عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ تین کولیاں بھر کر جنت
میں ڈالیں گے، یہ صحیح ہے یا غلط، معاذ اللہ! کس قدر باطل اور دروغ اور کذب پر اہل بدعت
کا عقیدہ ہے، یہ سراسر غلط اور افترا ہے۔ نعوذ باللہ من شر الکاذبین المبتدعین
الباطلین الطاغین الفاسقین۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فاعتبروا یا اولی
الالباب

حررہ فقیر محمد حسین | فقیر محمد حسین دہلوی | یقال لہ ابراہیم

سید محمد عبد السلام غفرلہ | سید محمد ابو الحسن | امیدوار شفاعۃ زمحمد عبد القادر

الجواب صحیح | الجواب صحیح | الجواب صحیح

محمد عبید اللہ | سید معتصم باللہ حنفی | محمد عبد الحق | محمد عبد الحکیم عفی عنہ

کرامات مذکورہ بے اصل ہیں۔ ان کے اعتقاد سے احتراز چاہیئے — محمد حسن عفی عنہ

کرامت مذکورہ کا معتقد مخالف قرآن و حدیث کا ہے، ایسے اعتقاد سے پرہیز لازم ہے

جواب مجیب کا اور مواہیر و دستخط صحیح ہیں — محمد مسعود نقشبندی

---

[1] اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو شرک معاف نہیں کرے گا، اور اس کے علاوہ دوسرے گناہ جس کو چاہے بخش دے اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے، وہ بہت گہری گمراہی میں مبتلا ہے ۱۲۔

[2] جو آدمی بھی تم میں سے اپنا دین چھوڑ کر کفر کی حالت میں مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو جائیں گے، اور یہی لوگ جہنم والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱۲

حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ۔ جواب صحیح ہے ۔ تلطف حسین

فتاوی نذیریہ جلد اول ص

سید محمد نذیر حسین

سوال: جو کوئی حاکم حقیقی پروردگار کو کہ ہر بات سنتا ہے، اور ہر چیز سے خبر رکھتا ہے ساتھ حاکم مجازی دنیا کے باین معنی تشبیہ دیوے، کہ جیسے حاکم دنیاوی سے کسی چیز کو مانگنا، اور ان سے داد چاہنا، اور استعانت کرنا بغیر وسیلہ کے نہیں ہو سکتا ہے، ویسا ہی خداوند تعالے سے کہ دربار اس کا سب درباروں سے عالی ہے بغیر وسائل کے حاجت روائی نہیں ہو سکتی ہے، اور بغیر وسیلہ کے اللہ کسی کی بات نہیں سنتا ہے، پس واسطے اس شخص کے از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہونا چاہیئے؟

الجواب: یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں توسل اولیاء و اموات کی حاجت نہیں بلا وسیلہ وہ سنتا ہے، کیونکہ حق سبحانہ خود فرماتا ہے نَحْنُ[1] أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۔ وغیرها من الآیات الکریمة حدیث شریف میں وارد ہے، عن[2] ابن عباس قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاهک واذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ رواه احمد والترمذی کذا فی المشکوٰة ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ قوله اذا سألت فَاسْئَلِ اللہ ای فاسئله[3] وحده لان خزائن العطایا عنده ومفاتیح المواهب والمزایا بیده و کل نعمة او نقمة دنیویة واخرویة فانها تصل الی العبد او تندفع عنه برحمته

[1] ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، اور فرمایا تم بات آہستہ کرو یا ظاہر کرو وہ سینے کی باتیں بھی جانتا ہے ۱۲

[2] ابن عباس کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھا، آپ نے فرمایا، لڑکیا اللہ کا خیال رکھنا اللہ بھی تیرا خیال رکھے گا، اور جب مانگے تو اللہ سے مانگ، اور مدد کی ضرورت ہو، تو اللہ سے طلب کر ۱۲

[3] صرف ایک اللہ سے مانگ، کیونکہ تمام خزانے اسی کے پاس ہیں، تمام دنیاوی اور اخروی نعمتیں اسی کے قبضہ میں ہیں وہ بغیر کسی لالچ کے بندوں پر احسان کرتا ہے اور اس کی تکلیفیں دور کرتا ہے سو اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور اسی سے توقع

من غیر شائبۃ غرض وعلۃ لانہ الجواد المطلق والغنی الذی لا یفتقر فینبغی ان لا یرجی الا رحمتہ ولا یخشی الا نقمتہ ویلتجی عظائم المہام الیہ ویعتمد فی جمہور الامور علیہ ولا یسأل غیرہ لان غیرہ غیر قادر علی العطایا والمنع والنفع والضر وجلب النفع فانہم لا یملکون لانفسہم نفعا ولا ضرا ولا یملکون موتا ولا حیاۃ ولا نشورا۔ انتہی ما فی المرقات لملا علی القاری۔ قال رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ الایۃ۔ کیا رحمت کاملہ اس ارحم الراحمین کی ہے، کہ طلب دعا کے واسطے بصیغہ امر بتاکید ارشاد فرماتا ہے،

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ وفی روایۃ اخری الدعا مخ العبادۃ ثم قرء قال ربکم ادعونی استجب لکم رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ ؎

در عدم ما مستحقان کے بدیم — کہ برین جان وبدین دانش شدیم
ما نبودیم وتقاضا ما نہ بود — لطف تو ناگفتہ ما می شنود

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ کما رواہ البخاری وغیرہ من المحدثین۔ یعنی بخوانید مراد از من خواہید، کہ خزانہ عامرہ رحمت من مالا مال است وکرم من بخشندہ

رکھنی چاہیے، اور تمام کام اسی کے سپرد کرنے چاہئیں، اور اس کے علاوہ اور کسی سے کوئی توقع نہ رکھنی چاہیے، اکہ کسی کے پاس کوئی بھی اختیار نہیں ہے، نہ کوئی دے سکتا ہے، نہ لے سکتا ہے، بلکہ کوئی بھی اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ۱۲

۱؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا ہی عبادت ہے اور فرمایا، پکارنا عبادت کا مغز ہے پھر آپ نے آیت پڑھی، "مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا ۱۲

۲؎ اللہ تبارک وتعالی ہر رات پچھلے تیسرے حصہ میں آسمان دنیا کی طرف نزول اجلالی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو دوں، کون گناہوں کی معافی چاہتا ہے کہ میں اس کو بخشوں ۱۲

تامل، کدام گدائے دست نیاز پیش آوردہ کہ نقد مراد برکف امیدش نہ نہادم وکدام محتاج زبان سوال کشادہ، کہ رقعہ حاجتش بتوقیع اجابت موشح نساختم اے غافلان مردہ دلان بشنوید ؎

برآستان ارادت کہ سر نہاد شبے　　　کہ لطف دوست پدیش ہزار در نکشاد

اور حدیث شریف میں وارد ہے، کہ جو کوئی دعا و استعانت وسوال اللہ جل شانہ کی جناب میں نہیں کرتا، تو اللہ کریم ورحیم اس سے ناخوش ہوتا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یسأل اللہ یغضب علیہ رواہ الترمذی۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شئ اکرم علی اللہ من الدعاء رواہ الترمذی ؎

یحبہم ویحبونہ چہ اقرار است　　　بزیر پردہ نگر خویش را خریدار است

ارباب شریعت پر مخفی نہیں، کہ بندوں کی طاعت وسیلہ ہے ظاہر میں نجات کا یعنی امتثال اوامر واجتناب نواہی وسیلہ ہے ظاہر میں، اور باطن میں تفکر او پر رافت کاملہ اور رحمت شاملہ کے چاہیئے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ من فعل الطاعات وترک السیئات کذا فی المدارک وغیرہ من التفاسیر وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ الآیۃ ؎

این طلب مابے طلب تو دادہ　　　گنج احسان برہمہ بکشادہ

این طلب در ماہم ایجاد تست　　　رستن از بیداد یارب داد تست

این قدر ارشاد تو بخشیدہ　　　تا بدین بس عیب ما پوشیدہ

قطرہ دانش کہ بخشیدی زپیش　　　متصل گردان بدریا ہائے خویش

کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے نہ مانگے، اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے اور فرمایا دعاء سے بڑھکر خدا کے نزدیک کوئی چیز بھی معزز نہیں ہے ۱۲ لہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور برائیاں چھوڑ کر اور نیکی کرکے اس تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ بناؤ ۱۲ لہ مقرر کیا ہے تمہارے رب نے اپنے آپ پر مہربانی کرنی بے شک جو تم سے جہالت کی وجہ سے

بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

دردمندان گنہ را روز و شب | شربتے بہتر ز استغفار نیست
آرزومندان وصل یار را | چارہ غیر از نالہائے زار نیست

قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا۔ مباشید مانند آنانکہ گفتند شنیدیم مانند اہل کتاب یا منافقان وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وحالانکہ ایشان نمی شنوند شنیدنی کہ بدان نفع گیرند، پس گویا کہ نمی شنوند ۝

گوکہ می شنوم ہرچہ گفتی سعدی | چہ شد کہ می شنوی چون سخن نمی شنوی

قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اَلْاٰیۃ ہر کسے کہ در سطوت غلبہ نورانیت حق مضمحل و مقہور شد او را پروائے ماسوی اللہ نہ می ماند

ہر کہ او در بحر مستغرق شود | فارغ از کشتی و از زورق شود
غرقہ دریا بجز دریا ندید | غیر دریا ہست بر وے ناپدید
تو ز روزی وہ بروزی وا ممان | از سبب بگذر مسبب بین عیان
از سحاب می رسد ہر خیر و شر | نیست ز اسباب و سائط اے پسر
اصل بیند دیدہ چون اکمل بود | فرع بیند دیدہ چون احول بود

تفسیر بیضاوی ہیں تحت آیت کریمہ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا

برے کام کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے، تو بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲

۱؎ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم نے سنا، اور وہ حقیقت میں نہیں سنتے یعنی ایسا سننا جس سے کوئی حاصل نہ ہو ۱۲

۲؎ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مومن وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں، تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۱۲

۳؎ تفسیر بیضاوی میں اس آیت اور کون آدمی اس سے گمراہ تر ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے جو قیامت

يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ لِأَنَّهُمْ إِمَّا جَمَادٌ وَإِمَّا عِبَادٌ مُسَخَّرُونَ مُشْتَغِلُونَ بِأَحْوَالِهِمْ۔ انتہی کلام قاضی البیضاوی واضح ہو صاحبان دانش پر کہ کفار بھی معبودان باطلہ کو برابر خدا تعالےٰ کے کسی طرح کی قدرت میں نہیں جانتے تھے، بلکہ بمجرد تشبیہ نہ تحقیق ان سے حاجت روائی چاہتے تھے، سو اللہ تعالےٰ نے ان کو اس تشبیہ مجرد پر مشرک فرمایا، جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں تحت آیت فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ کے مذکور ہے تسمية ما يعبده المشركون دون الله اندادا وما زعموا انها تساويه فى ذاته وصفاته ولا انها تخالفه فى افعاله لانهم لما تركوا عبادته الى عبادتها سموها الهة شابهت حالهم حال من يعتقد انها ذوات واجبة بالذات قادرة على ان تدفع عنهم باس الله وتمنعهم مالم يرد الله بهم الى آخر ما فى البيضاوى۔

اور چلہ کرنا قبروں کے پاس اس نیت سے کہ بہ سبب مجاورت اہل قبور کے حاجت روائی ہماری ہو جاوے گی، اور اس لئے لوگ مقبرہ بزرگان میں بامید استعانت چلہ کرتے ہیں تو اس طرح کے چلہ اور عکوف اصنام میں کہ عادت کفار کی تھی، کچھ فرق نہیں، دونوں برابر ہیں کیونکہ چلہ عبارت اسی سے ہے کہ کسی بزرگ کی قبر پر اقامت اور مجاورت و بود و باش رات دن کا اختیار کرنا چند روزہ اور یہی معنی عکوف کے ہیں، تو یہ چلہ نوع شرک ہے کہ امید نفع و ضرر کا اپنی حاجت براری کے لئے اعتقاد کر کے چلہ بیٹھتے ہیں قبروں کے پاس اور اسی پر حضرت ابراہیم علیہ

تک اس کو جواب نہ دے سکے، اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں کے تحت لکھا ہے، کہ یا تو وہ جمادات ہیں، یا بندے ہیں جو اپنے حال میں مشغول ہیں ۱۲

لہ تفسیر بیضاوی میں تحت آیت فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون کے تحت لکھا ہے کہ مشرکوں کے معبودوں کو انداد (برابر) فرمانا، یہ سالانکہ مشرکین کا یہ عقیدہ نہیں تھا، نہ وہ صفات و احوال میں خدا کے برابر ہیں یا مثل ہونا۔ وہ خدا کی عبادت چھوڑ کر ان کی عبادت میں مشغول ہو گئے تھے، تو گویا ان کی حالات اس آدمی جیسی ہوئی جو یہ عقیدہ رکھے، کہ وہ ذات واجب بالذات ہیں، اور خدا کا عذاب روکنے اور خدا کی بندگی ہوئی نعمتوں کو عطا کر دینے کی قدرت رکھتے ہیں ۱۲

السلام نے الزام دیا اپنی قوم کو۔ عکوف بر چیزے مقیم بودن ورد آوردن صلہ بعلیٰ قولہ تعالیٰ یَعۡكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصۡنَامٍ لَّهُمۡ ویقال فلان عکف علی فرج حرام وگرد چیزے برگشتن عکف الجوھر فی النظم کذا فی الصراح۔ الاعتکاف والعکوف الاقامۃ علی الشیٔ وبالمکان ولزومہا کذا فی مجمع البحار للشیخ العلامۃ ابن طاہر الفتنی قال اللہ مَا هَٰذِهِ ٱلتَّمَاثِيلُ ٱلَّتِيٓ أَنتُمۡ لَهَا عَٰكِفُونَ ترجمہ شاہ ولی اللہ والد شاہ عبد العزیز قدس سرہما۔ چیست این صورتہا کہ شما برآن مجاورت دارید۔ انتہی مافی فتح الرحمن۔ ترجمہ شاہ عبد القادر برادر شاہ عبد العزیز قدس سرہما یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو۔ موضح القرآن

ان العلۃ التی نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاجلہا عن الصلوۃ عند القبور انما ھو لئلا یتخذ ذریعۃ الی نوع من الشرك بالعکوف علیہا وتعلق القلوب بہا رغبۃ ورھبۃ ومن المعلوم ان المضطر فی الدعاء الذی قد نزلت بہ نازلۃ فیدعو لاستجلاب خیر کالاستشفاء اولدفع شر کالاستنصار فی حالۃ فی افتتانہ بالقبور اذ رجا الاجابۃ عندھا اعظم من حال من یؤدی الفرض عندھا فی حالۃ العافیۃ فان اکثر المصلین فی حالۃ العافیۃ لا تکاد تفتتن قلوبہم بذلك الا قلیلا اما الداعون المضطرون ففتنتہم بذلك عظیمۃ جدا فاذا کانت المفسدۃ والفتنۃ التی لاجلہا نہی عن الصلوۃ مخففۃ

سلہ اعتکاف کا معنی ہے بیٹھنا، کسی جگہ کو لازم پکڑ لینا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم دھرنا مار کر بیٹھے ہو ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پاس نماز پڑھنے سے روکا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے، کہ قبر پر بیٹھنے سے شرک کا ایک اور ذریعہ پیدا نہ ہو جائے، اور ان کے دلوں میں ڈر اور امید کا تعلق نہ پیدا ہو، اور یہ تو واضح بات ہے کہ مصیبت زدہ آدمی بہ نسبت عافیت والے کے جلدی فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور دعا کرنے والے عموماً بے قرار اور مصیبت زدہ ہی ہوتے ہیں تو اس خطرہ سے قبر کے پاس دعا و نماز سے روک دیا گیا، کہ مبادا قبروں سے لوگ مرادیں نہ مانگنے لگیں، اب قابل غور یہ امر ہے، کہ جب اس فتنہ سے بچانے کے لئے اس نماز اور دعا سے بھی روک دیا گیا ہے جو خدا کے سامنے ہو تو صاحب قبر سے دعا مانگنے کی نہی تو اس سے بھی زیادہ مؤکد ہو گی۔

فی ھؤلاء کان نھیھم عن ذلک اوکد وھذا واضح لمن فقہ فی دین اللہ وتبین لہ ما جاءت بہ الحنیفیۃ فی الدین الخالص للہ وعلم السنۃ امام المتقین فی تجرید التوحید ونفی الشرک بکل طریق فلا یخلوا اما ان یکون الدعاء عند القبور افضل منہ فی غیر ذلک البقعۃ اولا یکون۔ فان کان الافضل لم یجز ان یخفی علم ھذا عن الصحابۃ والتابعین وتابعیھم فتکون القرون الثلثۃ الفاضلۃ جاھلۃ بھذا الفضل العظیم ویعلمہ من بعدھم ولم یجز ان یعلموا ما فیہ من الفضل ویزیدوا فیہ مع حرصھم علی کل خیر لا سیما الدعاء وھم یعلمون فضل الدعاء عند القبور ثم لا یقصدونہ ھذا محال طبعاً وشرعاً وان لم یکن الدعاء عندھا افضل کان قصد الدعاء عندھا ضلالۃ ومعصیۃ کما لو تحری الدعاء وقصدھا عند سائر البقاع التی لا فضیلۃ للدعاء عندھا وھذا الدلیل قد دل علیہ کتاب اللہ فی غیر موضع مثل قولہ تعالیٰ اَمْ لَھُمْ شُرَکَاءُ شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ فاذا لم یشرع اللہ استحباب الدعاء عند المقابر ولا وجوبہ فمن شرعہ فقد شرع من الدین ما لم یاذن اللہ وقال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وھذہ العبادۃ عند المقابر نوع من ان یشرک باللہ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطَانًا لان اللہ لم ینزل حجۃ یتضمن استحباب قصد الدعاء عند القبور وفضلہ علی غیرہ ومن جعل ذلک دین اللہ فقد قال

پھر یہ بھی سوچیں، کہ دعا کے لیے سب سے بہتر جگہ قبر ہے یا کوئی اور، اگر قبر سب سے افضل ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور تابعین اور دوسرے ائمہ ہدیٰ اس سے بے خبر تھے، کیونکہ کسی نے بھی قبر کے پاس جا کر کبھی دعا نہ کی، اور یہ ناممکن ہے، کہ ایک چیز بہتر ہو، اور اس کا پتہ ان لوگوں کو نہ ہو، اور اگر کوئی اور جگہ بہتر ہے مثلاً مسجد وغیرہ تو پھر دعا اور نماز اس جگہ ہونی چاہیئے، نہ کہ قبر کے پاس، یہ دین میں ایسی ایجاد ہے جس کی اللہ نے اجازت

علی اللہ مالم یعلم ثم اصحاب ابی حنیفۃ رحمہ الذین ادرکوہ مثل ابی یوسف ومحمد وزفر والحسن بن زیاد وطبقتہم لم یکونوا یتحرون الدعاء لاعند قبر ابی حنیفۃ رحمہ ولا غیرہ انتہی ما فی الصراط المستقیم شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم وھکذا فی صواعق الالٰھیۃ لعلامۃ القنوجی محمد بشیر الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

طالب الحسنین سید محمد نذیر حسین

زشرف سید الکونین شد شریف حسین

محمد حفیظ اللہ

الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد عبد الحلیم

محمد یوسف

جواب مجیب صحیح ہے، جو اس پر بھی نہ سمجھے، تو جہل ہے

خدا نے مہر ہے دل پر لگائی

محمد غلام اکبر خان سنی حنفی

ہست منصور علی از احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ، محمد حسین قادری دغفوری

محمد صدیق

سوال: قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مردے کے پاس تشریف لانا ثابت ہے یا نہیں؟ اور درصورتے کہ ثابت نہ ہو، تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، از روئے شریعت کے اس پر کیا حکم ہوگا؟

الجواب: وقت سوال منکر نکیر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا کسی حدیث یا آثار سے ثابت نہیں، اور اعتقاد رکھنے والا اس کا گمراہ ہے۔ حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق عفی عنہ

ابو الطیب محمد شمس الحق ۱۲۹۵

سید محمد نذیر حسین

سوال: ما قولھم رحمھم اللہ اندریں صورت کہ بعضے کسان بعد صلوٰۃ مغرب یازدہ قدم بطرف عراق میروند برائے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ دمی

نہیں فرمائی پھر امام ابو حنیفہ رحمہ کے تمام شاگردوں میں سے کسی ایک نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ کی قبر کے پاس جا کر دعا نہ کی ۱۲۔

سوال: بعض آدمی قریب ... کے بعد شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حضور کی نیت سے عراق کی

گویند کہ این عمل فرمودہ آن جناب است و معمول بہ است در طریقہ قادریہ چہ حکم است فاعل آن مرتکب صغیرہ است یا کبیرہ یا کفر یا مستحب یا مباح۔

الجواب: باید دانست، کہ فضائل و کمالات حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی ومناقب و مفاخر ایشان مثل آفتاب است و کمالات و کرامات ایشان بحد تواتر رسیدہ تا آنکہ گفتہ اند ما یلغ مبلغہ من احد من شیوخ الافاق در علم و عمل و زہد و تقوےٰ وحقائق و معارف اکمل کاملین و مقبول بارگاہ رب العالمین بودند و عظمت و جلالت مرتبہ ایشان بنا برآن است کہ در اتباع سنت و تمسک بکتاب اللہ و رسولہ و تثبت فیما شرع اللہ و رسولہ و اقتضائے سیرت و اعمال صحابہ عظام و توقی تام از محدثات امور و توکل و اعتماد در جمیع احوال بر خدائے جل شانہ و اخلاص کامل در طاعات استقامت تمام داشتند، پس امرے کہ خلاف این امور قولاً یا فعلاً از آنجناب مروی و منقول شود آن را مسلم نباید داشت، کہ از اکابر دین این چنین نباید مثل آنکہ از آنجناب روایت کردہ

طرف منہ کر کے گیارہ قدم چلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے اس طریقہ کی خود تعلیم فرمائی ہے، اور طریقہ قادریہ میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ ایسا کرنے والا گناہ صغیرہ کا مرتکب ہے یا کبیرہ کا، یا یہ فعل کفر ہے یا مستحب یا مباح؟

الجواب: حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات بے حد بے حساب ہیں ان کی کرامات حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، یہاں تک کہ مشائخ کا اس پر اجماع ہے، کہ جس مقام پر حضرت شیخ پہنچے ہیں، مشائخ میں سے کوئی بھی اس مقام تک نہیں پہنچا، یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ ان کو یہ کمال اس لئے عطا ہوا، کہ وہ انتہا درجہ کے متبع سنت تھے، بدعات سے بے حد نفور تھے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت صحابہ و تابعین سے تمسک کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے تھے، عبادات میں اخلاص اور استقامت رکھتے تھے، اگر کوئی ایسا فعل ان کی طرف منسوب کیا جائے جو سنت کے برخلاف ہو تو اس کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا مثلاً یہی کہ آنجناب نے فرمایا ہے، کہ جو شخص نماز کے بعد عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر میرا نام لے اور اپنی حاجت مانگے، تو اس کی حاجت پوری ہو جاوے گی، کیونکہ یہ فعل کتاب اللہ و سنت

اند کہ ہر کہ بعد نماز مغرب یازدہ قدم جانب عراق بہ تعظیم تمام حرکت کند و روئے توجہ بدان طرف آوردہ نام من بر زبان آرد حاجت خود خواہد حاجت او روا گردد چرا کہ این فعل خلاف ماثبت بالکتاب والسنۃ وطریقۃ الخلفاء الراشدین المہدیین است، کہ فرمود در حق آنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي وہم بر طبق سیرت وعمل دیگرے از اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبودہ کہ درحق آنہا وارد شدہ اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ بلکہ از ہیچ یک تابعین ودیگر مشائخ کرام وائمہ عظام مثل آن منقول ومروی نیست۔

داین کہ عوام این عمل را از اعمال مشائخ می گویند قابل التفات نیست، چہ کسے از مشائخ کرام کہ اہل علم وفقہاء وائمہ دین اند مثل آن تصریح نہ کردہ وقول وفعل بعضے غیر موثوق بہ معمول بہ نتواند شد، اتباع سواد اعظم می باید، واگر ہم چو عمل موجب ثواب وقربت الی اللہ بودے ہر آئینہ سلف کرام بلکہ خود حضرت عبدالقادر جیلانی تقدیم آن سمت مدینہ منورہ اختیار کردندے، زیرا کہ ہیچ یک مزار بر صفحہ زمین بزرگتر از مزار فائض الانوار حضرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نبودہ وصحابہ رضی اللہ عنہم در محبت وتعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نسبت بما مردم غالب تر بودند در تحصیل ثواب وابتغاء مرضات اللہ حریص تر بودند۔

الحاصل بعد صادۃ مفروضہ انحراف از قبلہ کردن وتعیین سمت مزار ہیچ یک از نبی یا ولی نمودن

رسول اللہ اور طریقہ خلفاء راشدین کے خلاف ہے، نہ تو خلفاء راشدین میں سے کسی نے ایسا کیا، اور نہ دوسرے صحابہ سے بلکہ کسی تابعی اور کسی دوسرے مشائخ سے بھی ایسا منقول نہیں ہے، اگر کوئی غیر معتبر آدمی ایسی بات کہہ دیے، تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے، بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا نہ کیا اگر ایسا فعل جائز ہوتا، تو بلاشبہ آپ مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے گیارہ قدم چلتے۔ کیونکہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے زیادہ کوئی متبرک مزار نہیں ہے، اور نہ ہی کسی اور نبی کے مزار کی طرف آپ نے منہ کیا، تو ایسا کام کرنا ہرگز جائز نہیں بعض علما نے تو اس کو کفر وشرک کہا ہے اور بعض علماء نے اس کو گناہ کبیرہ کہا ہے، چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد بن تابی حنفی کی کتاب واقع المبطلین میں اس کے متعلق ایک

وقدمے چند بہیئت نماز گزارندگان یا تعظیم کنندگان بآن طرف رفتن وتذلل وخشوع تمام نمودن ہرگز درست نیست، اگرچہ بعضے علماء این فعل را شرک وکفر گفتہ اند، چنانچہ روایات آن مرقوم می شوند، مگر چون حکم کفر بدون جزم این معنی کہ مرتکب این فعل مر آن شخص را کردئے التجا بوے آوردہ مؤثر تام وحاجت روائی مستقل انگاشتہ نمی تواند شد، لامحالہ این فعل حرام واثم وگناہ عظیم است۔

فی دافع المبطلین من تصنیف الفاضل الکامل علامۃ الوری افضل المتاخرین ابراھیم بن محمود البلخی الحنفی رحمہ اللہ ما قول ائمۃ الدین رضی اللہ عنھم اجمعین اندر آنچہ جماعت عادت خود ساختہ اند وبرآن اصرار مے نمایند وممتنع نمی شوند وحجت می گیرند کہ در شہر ہائے معظم چنین می کنند، ما نیز ہم چنین می کنیم مثل یا فلان فلان مشائخ ومثل ضرب اقدام نحو عراق بعد صلوٰۃ آیا مجرد این قول حجت می شود یا نے واین فعل از حرمت بدر آید یا نہ وایشان معذور باشند یا نہ

جواب: نے، "کتبہ محمد بن محمود الکشانی رحمۃ اللہ" نے، "کتبہ ابو المفاخر بن محمود البلخی رحمۃ اللہ" نے "کتبہ محمد بن طاہر بخاری،" نے، "کتبہ یوسف بن محمد سمرقندی" نے "کتبہ مظفر بن منصور البلخی" نے، "کتبہ محمد بن فخر الدین الحلوائی،" نے "کتبہ عبد العزیز بن نجم الدین شیرازی" نے "کتبہ ابراہیم بن اسمٰعیل النیشاپوری،" نے "کتبہ محمد بن ابی بکر الہندی" نے "کتبہ علی بن محمد بن قاضی حمید الدین ناگوری۔

ھکذا فی محک الطالبین فی فصل زیارۃ القبور للشیخ محمد سعید القادری المعروف بعبد السلام حسام الدین ابن حبیب العلوی الاموری الجلالی العربی ثم الکردری رحمۃ اللہ علیہ قال القاضی شہاب الملۃ والدین قد قرر نا من قبل ان ضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ نحو العراق کم قائل وفاعلہ واقعان فی

فتویٰ نقل کیا ہے جس پر کئی علماء کے دستخط ہیں اور ان سب علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے۔

اور اسی طرح محمد سعید قادری معروف بعبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے محک الطالبین میں لکھا ہے کہ عراق

جنیفۃ عظیمۃ هکذا انقل من تحقیق احکام الفتاوی فی مدارج السالکین شرح منزل السائلین وما افتری علی المشائخ العظام من نحو ضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ نحو العراق فهو کفر اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبهم فاعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بلیغا تبا لهم ما ابعدهم عن حقیقۃ الایمان واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم نمقہ العبد المسکین محمد صدر الدین اعطی اللہ کتابہ بیمینہ فی یوم الدین۔

محمد صدر الدین | سید محمد نذیر حسین

قاضی محمد فضل الرحمن نعمان | محمد بشیر الدین قنوجی | محمد برکت اللہ ۱۲۶۸

سید محبوب علی جعفری | فقیر غلام علی خادم شرع جلی | محمد بارک اللہ

سوال: ضرب الاقدام نحو العراق یعنی یازدہ قدم زدن بسوئے عراق وندا کردن نام پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بر سر قدم کہ بعمل بعض صوفیاء این زمان است وعند السوال بعضے روایت بہجۃ الاسرار وغیرہ می آرند ملتمس از محققین ومحدثین آنکہ جواز وعدم جواز این فعل مذکور بوجہ تحقیق بیان فرمانید جزاهم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

الجواب: درصورت مرقومہ برارباب فطانت واصحاب دیانت مخفی نیست کہ آنچہ

کی طرف نماز کے بعد چند قدم چلنا کفر ہے اس کا قائل وفاعل بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہے، منزل السائلین کی شرح مدارج السالکین میں بھی اسی طرح فتوی دیا گیا ہے، اور اس کو کفر کہا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے، یہ لوگ ایمان کی حقیقت سے کتنے دور جا پڑے ہیں، واللہ اعلم ۱۲

سوال: عراق کی طرف گیارہ قدم چلنا، اور ہر قدم پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پکارنا، جیسا کہ اس زمانہ کے بعض صوفیوں میں مروج ہے، اور سوال کرنے پر وہ بہجۃ الاسرار کی ایک عبارت اس کے جواز میں پیش کرتے ہیں سو علمائے محققین سے گذارش ہے، کہ اس کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں بوجہ تحقیق جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: بہجۃ الاسرار کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی جاتی ہے وہ عبارت اصلی نہیں ہے۔ بلکہ بعض

در بہجۃ الاسرار جواز ضرب الاقدام منقول است از الحاقات بعض فسقہ ملبتدعین باشد برائے اغوائے عوام چہ بسیارے از مفترین مغوین در کتاب ثقات از طرف خود خرافات درج کردہ، چنانکہ در بعضے تصانیف شیخ اکبر و بعضے تصانیف شیخ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ این چنین الحاقات منکرہ یافتہ شد لکنا تیقنا ان بعض الیہود افتراھا علی الشیخ قدس سرہ انتہی ما فی الدرر وتنبیہ الغبی فلیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام۔

ولہذا حررعبدالقادر کابلی در رسالہ قادریہ مصنفہ خود کہ قریب ہفت ہشت جز است در حرمت ضرب الاقدام از مہر و دستخط سی چہل علماء ثقات بخارا و سمرقند و خوارزم و ہرات وغیرہ نقل کردہ، بلکہ فاعل آن را کہ بوجہ عبادت بعمل می آرد و حاجت روائی و مشکل کشائی خود در آن پندارد کافر نوشتہ، و این رسالہ مذکورہ قبل جنگ آزادی درین جا موجود بود در ایام جنگ آزادی تباہ رفت وہم چنین در نافع المرشدین و مدارج السالکین و شرح منازل السالکین و مشارق شرح رقیمہ وغیرہ مذکور است. مسئلۃ ضرب الاقدام الی العراق کفر کما ھو داب بعض المفترین علی المشائخ الکرام قدس ارواحہم ۱۲ مدارج السالکین من ضرب الاقدام بعد الصلوۃ علی زعم ان ھذا زیارۃ فھو کافر وعلیہ الفتوی

بدعتی اور فاسق لوگوں نے اس کتاب میں ملا دی ہے جیسا کہ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے معتبر لوگوں کی کتابوں میں اپنی طرف سے عبارتیں شامل کی گئی ہیں، چنانچہ شیخ اکبر اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کی بعض کتابوں میں ایسی عبارتیں پائی جاتی ہیں، اور درر اور تنبیہ الغبی میں لکھا ہے، اکثر وہ عبارتیں بعض یہودیوں نے ان کتابوں میں شامل کی تھیں۔

علامہ عبدالقادر کابلی نے اپنے رسالہ قادریہ میں جو کہ قریباً سوا سو صفحات کا رسالہ ہے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اور پھر اس پر بخارا، سمرقند، خوارزم اور ہرات کے چالیس چوٹی کے علماء سے دستخط کرائے ہیں مہریں لگوائی ہیں اس رسالہ میں اس فعل کو کفر کہا گیا ہے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے ہمارے پاس بھی اس کا ایک قلمی نسخہ [illegible] لیکن جنگ آزادی میں وہ لوٹ مار میں ضائع ہو گیا،

اس کے علاوہ نافع المرشدین، مدارج السالکین، منازل السالکین، مشارق شرح رقیمہ

نقل من مشارق ۱۲ ضرب الاقدام نحو العراق من انواع الکفر لانہ عبادۃ و العبادۃ لغیر اللہ نافع المرشدین۔ ومن اعتقد بتحلیل ضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ للشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ فھو کافر و علیہ الاعتماد کذا قال ملا رشید فی شرح منازل السالکین ۱۲

قطع نظر ازین کل قول وفعل بلا دلیل مردود علی صاحبہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد کذا فی صحیح البخاری وغیرہ من کتب الحدیث ودلیل مانعین مکفرین این است، کہ این عمل کنندگان بمقابلہ ہر قدم یک اسم مقرر کردہ اند کہ بآن اسم ندائے کنند و حاجت خود از پیران پیر سے طلبند دباین الفاظ ندائی نمایند یا قاضی الحاجات یا دافع البلیات یا کاشف الکربات وعلی ھذا القیاس، ظاہر است، کہ این صفات خاصہ خدائے تعالیٰ است بلا ریب ازین اعتقاد شرک جلی لازم مے آید، و در ورطہ پیر پرستی می افتند واز نہی لَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا محض غافل اند، وغیر خدا را درین صفات ہمسر خدامی کنند کما قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ لانھم اما جماد واما عباد مشتغلون باحوالھم کذا فی البیضاوی قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى وقال اللہ تعالیٰ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

وغیرہ میں اس فعل کو صریحا کفر لکھا ہے۔

اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ اگر کوئی ایسا کام دین میں پیدا کرے، جس پر ہمارا حکم نہیں ہے، تو وہ کام مردود ہے۔ اور جن لوگوں نے ایسا کام کرنے والوں کو کافر کہا ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسا کام کرنے والوں نے ہر قدم کے لئے کچھ الفاظ بنا رکھے ہیں، جن سے شیخ عبدالقادر کو پکارتے ہیں، وہ صریحا شرک ہیں مثلا یا قاضی الحاجات یا دافع البلیات یا کاشف الکربات وعلی ہذا القیاس، اور یہ تمام خداوندی صفات ہیں، جن کو شیخ عبدالقادر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔ الآیۃ پس مومن باللہ والیوم الآخر را واجب کہ بمضامین آیات کریمہ مذکورہ بالا عمل نماید و از شرک جلی و خفی و اتقی اعمال بدعیہ بسیار حذر و اجتناب نماید، تا ذائقہ ایمان و توحید خالص دریابد وما علینا الا البلاغ و از اقوال و افعال بدعیہ فرسنگہا بگریزد، و جہلاء مبتدعین برا کابر افتراء و بہتان می بندند بسوئے ایشاں التفات نہ کنند، در باب توحید تمسک بکتاب و سنت باشد تا از دنیا سلامت بیرون رود واللہ اعلم بالصواب، حررہ سید محمد نذیر حسین محمد نذیر حسین محمد قطب الدین

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

(۱) قرآن شریف کلام الٰہی صفت قدیم قائم بالذات غیر مخلوق ہے یا نہیں اور جو شخص اس کو مخلوق کہے وہ کافر ہے یا نہیں؟

(۲) اور کلام الٰہی جو صفت قدیم اور قائم بالذات ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے آیا یہ کلام مجازی ہے یا حقیقی؟

(۳) اور رسالہ استواء میں جو نواب صدیق حسن صاحب نے بنایا ہے، وہ حق ہے یا نہیں؟

الجواب: واضح ہو، کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (ترجمہ) جو شخص مخالفت کرے رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہو جاوے واسطے اس کے ہدایت، اور تابعداری کرے سوائے راستہ مومنوں کے پھیر دیتے ہیں ہم اس کو جدھر پھرا، اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں، اور وہ برا ٹھکانا ہے اور

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیروں کو پکارنے سے منع فرمایا ہے، پس مومن کو چاہیئے کہ آیات قرآنیہ کے مطابق عمل کرے، اور شرک جلی و خفی سے پوری طرح پرہیز کرے، اور بدعت کے افعال و اقوال سے دور بھاگے و گمراہوں کے الزامات اور دروغ گوئیوں پر مطلق توجہ نہ کرے ۔۔۔ علم ۱۲

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ یعنی جو شخص ہمارے دینی امر میں کوئی نئی بات نکالے، جو پہلے اس میں نہیں تھی، سو وہ مردود ہے۔ لہٰذا اب ہم قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے اس بات کو ثابت کرتے ہیں، کہ جو شخص کہے کہ قرآن اللہ کا کلام حقیقی نہیں، بلکہ اللہ کا کلام نفسی ہے، یا کہے کہ قرآن مخلوق ہے یا کہے، کہ اللہ کا کلام کلمات اور حروف اور آواز سے پاک ہے، تو ایسے شخص کو علماء نے کافر بھی لکھا ہے۔

قرآن شریف ۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ترجمہ۔ یہ رسول فضیلت دی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بعض ان میں ایسے ہیں کہ کلام کیا ان سے اللہ نے، اور فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ترجمہ۔ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) خود اپنی خواہش سے بنا کر نہیں بولتا، نہیں یہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے اس کی طرف اور فرمایا اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ۔ یعنی وہ کافر کہتا ہے، کہ نہیں یہ قرآن مگر کہا وت اور کلام آدمی کا سو ضرور داخل کروں گا میں اس کو جہنم میں، اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا[1] اور فرمایا فَتَلَقّٰى[2] اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اور فرمایا قُلْ[3] لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا اور فرماتا ہے بِرِسٰلٰتِيْ[4] وَبِكَلَامِيْ اور فرمایا وَنَادَيْنٰهُ[5] مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا اور ایک کلام ہے، اور ایک صفت کلام[6] یعنی کلام کرنے کی قدرت، سو جیسے اللہ کی ذات پاک قدیم ہے، اس کی قدرت بھی قدیم ہے اور

---

[1] اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بول کر کلام کی ۱۲ [2] سو آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے پھر اس نے آدم کی توبہ قبول کرلی ۱۲ [3] آپ کہہ دیں کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائیں، تو میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے پہلے سمندر ختم ہو جائیں، اگرچہ ان کی مدد کے لئے اتنے سمندر اور بھی آجائیں ۱۲ [4] میں نے تجھ کو اپنی پیغمبری اور اپنی کلام سے سرفراز کیا ۱۲ [5] ہم نے اس کو طور کی دائیں جانب سے آواز دی، اور اسے مشورہ کے لئے اپنے قریب کر لیا ۱۲ [6] ان کے

کلام حادث ہے۔ اللہ فرماتا ہے مَا يَاْتِيْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ یعنی نیا اور جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق حادث ہے، اور ہر حادث مخلوق نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کتاب الرد علی الجہمیہ میں (جو کہ مطبع فاروقی میں تفسیر جامع البیان کے آخر میں چھپی ہے) فرماتے ہیں قوله ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث انما هو محدث الى النبى صلى الله عليه وسلم لان النبى صلى الله عليه وسلم كان لا يعلم فعلمه الله تعالىٰ فلما علمه الله تعالىٰ كان ذلك محدثا الى النبى صلى الله عليه وسلم۔

حدیث شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول الم حرف الف حرف لام حرف وميم حرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ترمذی اور دارمی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھے اس کو ایک نیکی ہے، اور نیکی کا ثواب دس گنا تک دیا جاتا ہے میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے۔ الف ایک حرف ہے، اور لام دوسرا حرف ہے، اور میم تیسرا حرف ہے پس ثابت ہوا کہ نیکیاں تو آواز ثابت ہوئی اور اس حدیث سے حرف ثابت ہوئے، اور حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص کسی جگہ اترے اور کہے أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ تو وہاں سے کوچ کرنے تک امن میں رہے گا اس حدیث سے کلمات ثابت ہوئے۔

قیاس: جب اللہ تعالیٰ قدیم ہوا۔ تو اس کی صفات بھی قدیم ہوں گی، اور بالاتفاق کلام اللہ، اللہ کی صفت ہے، اس کے ساتھ قائم ہے، تو کلام قدیم ٹھہرا، اور جب اللہ کے ساتھ قائم ہے، اور اللہ غیر مخلوق ہے تو اس کا کلام بھی غیر مخلوق ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول کہ نہیں آتا ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نیا ذکر بات صرف یہ ہے کہ وہ نیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہے، کیونکہ آپ اس کو اس سے پہلے نہیں جانتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کو معلوم کرایا، تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم کرایا، تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نیا ہوگا۔ پاس ان کے رب کی طرف سے جب بھی کوئی نیا ذکر آتا ہے ۱۲

میں ہر اس چیز کی برائی سے جو اللہ نے پیدا کی ہے، خدا کے پورے کلمات سے پناہ لیتا ہوں ۱۲

غیر کا کلام نہیں، اور قائم بھی اللہ کے ساتھ ہے غیر کے ساتھ نہیں، کئی وجہ سے :۔

احدھا انہ یلزم الجھمیۃ علی قولھم ان یکون کل کلام خلقہ اللہ کلاما لہ اذ لا معنی لکون القرآن کلام اللہ الا کونہ خلقہ وکل من فعل کلاما ولو فی غیرہ کان متکلما بہ عندھم ولیس للکلام عندھم مدلول یقوم بذات الرب تعالی لو کان مدلول قائما یدل لکونہ خلق صوتا فی محل والدلیل یجب طردہ فیجب ان یکون کل صوت یخلقہ لہ کذالک وھم یجوزون ان یکون الصوت المخلوق علی جمیع الصفات فلا یبقے فرق بین الصوت الذی ھو کلام اللہ علی قولھم والصوت الذی لیس ھو بکلام۔

الثانی ان الصفۃ اذا قامت بمحل کالعلم والقدرۃ والکلام والحرکۃ حکمہ الی ذلک المحل ولا یعود حکمہ الی غیرہ۔

الثالث ان مشتق المصدر منہ اسم الفاعل والصفۃ المشبھۃ بہ ونحو ذلک ولا یشتق ذلک لغیرہ وھذا کلہ بین ظاھر وھو ما یبین قول السلف والائمۃ

جہمیہ کہتے ہیں کہ ہر وہ کلام جس کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، وہ حقیقت میں اسی کا کلام ہے اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، اور جو بھی کلام کا فاعل ہے، اگرچہ غیر میں ہی کیوں نہ ہو، وہ ان کے نزدیک اس کا متکلم ہے، اور ان کے نزدیک کلام کا کوئی مدلول ایسا نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہو اور اگر کوئی مدلول ہے بھی تو وہ صرف یہی دلالت کرے گا کہ اس نے آواز کو کسی جگہ میں پیدا کیا، اور دلیل کا بیان کرنا ضروری ہے تو جہمیہ پر الزام قائم ہو گا، کہ اگر ہر مخلوق آواز اسی کی ہے اور آواز اپنی ہر صفت کے لحاظ سے مخلوق ہے، تو پھر اس آواز میں جو اللہ کا کلام ہے، اور اس آواز میں جو اس کا کلام نہیں ہے کیا فرق ہو گا؟

دوسرا الزام ان پر یہ ہے کہ جب کوئی صفت کسی محل کے ساتھ قائم ہو جیسے علم یا قدرت اور کلام وغیرہ تو اس کا حکم اسی محل کی طرف منسوب ہو گا، نہ کہ غیر کی طرف

تیسرا یہ کہ مصدر سے جب اسم فاعل یا صفت شبہ مشتق ہو، تو وہ اسی فاعل کے لئے ہوتا ہے نہ غیر کے لئے اور یہ سب باتیں بالکل واضح ہیں اور یہ سلف اور ائمہ کے اقوال کی تائید کرتی ہیں

ان من قال ان اللہ خلق کلاما فی غیرہ لزمہ ان یکون حکما لتکلم عائدا الی ذلک المحل لا الی اللہ۔

الرابع ان اللہ وکذ تکلیم موسی بالمصدر فقال تکلیما قال غیر واحد من العلماء التوکید بالمصدر ینفی المجاز لئلا یظن انہ ارسل الیہ رسولا او کتب الیہ کتابا بل کلمہ منہ الیہ۔

الخامس ان اللہ فضل موسی بتکلیمہ ایاہ علی غیرہ ممن لم یکلمہ وقال ما کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا الآیۃ فکلم موسی من وراء الحجاب وقال يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ وقال اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ الی قولہ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا والوحی ما نزلہ اللہ علی قلوب الانبیاء بلا واسطۃ فلو کان تکلیمہ لموسی انما ھو صوت خلقہ فی الھواء لکان وحی الانبیاء افضل منہ لان اولئک عرفوا المعنی المقصود بلا واسطۃ وموسی انما عرفہ بواسطۃ

جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کلام کو غیر میں پیدا کریں، تو وہ کلام اسی کی طرف منسوب ہوگی نہ کہ خدا تعالیٰ کی طرف،

چوتھا یہ کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے کو مصدر سے مؤکد کیا ہے، اور علماء کا مذہب ہے کہ جب مصدر سے تاکید ہو تو مجاز کی نفی ہوتی ہے، تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرے، کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف کوئی فرشتہ بھیجا ہو یا آپ کو کوئی کتاب لکھ کر دے دی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بول کر کلام کیا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فضیلت بخشی ہے اور فرمایا ہے اگر کسی آدمی کی یہ شان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے، مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے اور یا پھر کوئی فرشتہ بھیج دے الآیۃ، اور موسیٰ علیہ السلام سے یہ گفتگو پردے کے پیچھے ہوئی اور [illegible] اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام سے فضیلت عطا فرمائی اور [illegible] ہم نے [illegible] طرف سے وحی کی ہے، جیسے کہ نوح کی طرف وحی کی تھی اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف [illegible] اللہ نے موسیٰ سے بول کر کلام کیا، وحی تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبیوں کے دلوں پر بلا واسطہ القا کرتے ہیں اگر موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کا مطلب یہ ہو، کہ اللہ تعالےٰ نے اس آواز کو ہوا میں پیدا کیا ہو تو

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہ سب مجتہدین متقدمین میں سے کسی شخص نے نہیں کہا کہ اللہ کی کلام کلام نفسی ہے، لہذا اللہ کے کلام کو کلام نفسی کہنا تکییف ہے اور تکییف بالاتفاق باطل ہے۔

اجماع سلف۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ لم یزل متکلما بکلامه والکلام صفة فی الازل وخالقا بتخلیقه والتخلیق صفة فی الازل وفاعلا بفعله والفعل صفة فی الازل والفاعل هو الله تعالیٰ والفعل صفة فی الازل والمفعول مخلوق وفعل الله تعالیٰ غیر مخلوق وصفاته فی الازل غیر محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقة او محدثة او وقف فیها او شك فیها فهو کافر بالله تعالیٰ والقرآن فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسن مقروء وعلی النبی صلی الله علیه وسلم منزل ولفظنا بالقرآن مخلوق وکتابتنا وقراءتنا له مخلوق والقرآن غیر مخلوق۔

پھر کہا وکلام الله تعالیٰ غیر مخلوق وکلام موسی وغیره من المخلوقین مخلوق

دوسرے نبیوں سے آپ کی وحی بہتر ہوگی، کیونکہ انہوں نے معنی مقصود کو بلا واسطہ معلوم کیا ہے، اور موسیٰ علیہ السلام نے ہوا کے واسطہ سے

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے کلام کے ساتھ متکلم رہا ہے اور کلام اس کی ازلی صفت ہے، اور وہ اپنی تخلیق کے ساتھ خالق ہے اور تخلیق اس کی ازلی صفت ہے، اور اپنے فعل کے ساتھ فاعل ہے اور فعل اس کی ازلی صفت ہے اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور فعل اس کی ازلی صفت ہے، اور مفعول مخلوق ہے، اور اللہ کا فعل غیر مخلوق ہے اور اس کی تمام صفتیں ازلی ہیں، حادث اور مخلوق نہیں ہیں، جو شخص صفات کو مخلوق یا حادث کہے یا اس کے متعلق ، سے شک ہو وہ اللہ کا منکر ہے اور قرآن کتاب کی صورت میں لکھا گیا ہے، دلوں میں محفوظ ہے، زبانوں سے پڑھا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے قرآن پڑھتے وقت ہمارے اپنے الفاظ مخلوق ہیں اور ہماری کتابت اور تلاوت مخلوق ہے، اور قرآن غیر مخلوق ہے

اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے، اور موسیٰ علیہ السلام اور دوسری مخلوقات کی کلام مخلوق ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے

والقرآن کلام الله تعالىٰ فهو قد يرلا كلامهم وسمع موسى كلام الله تعالىٰ كما قال الله تعالىٰ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا وَقَدْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالىٰ مُتَكَلِّمًا وَلَمْ يَكُنْ كَلَّمَ مُوْسٰى وأما مالك بن انس رحمه الله تعالىٰ فنقل عنه من غير وجه الرد على من يقول القرآن مخلوق واستتابته وهذا المشهور عنه متفق عليه بين اصحابه أما احمد بن حنبل فكلامه فى مثل هذا مشهور متواتر وهو الذى اشتهر بمحنته هؤلاء الجهمية وكذلك قال الشافعى لحفص الفرد وكان من اصحاب ضرار بن عمرو ممن يقول القرآن مخلوق فلما ناظر الشافعى وقال له القرآن مخلوق قال له الشافعى كفرت بالله العظيم ذكره ابن ابى حاتم فى الرد على الجهمية وروى عن على بن ابى طالب من وجهين انهم قالوا له يوم صفين حكمت رجلين فقال ماحكمت مخلوقا ما حكمت الا القرآن وعن عكرمة قال كان ابن عباس رضی اللہ عنہ فى جنازة فلما وضع الميت فى لحده قام رجل وقال اللهم رب القرآن اغفر له فوثب اليه ابن عباس رضی اللہ عنہ قال

اور قرآن میں ہے جو کہ لوگوں کا کلام، اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے بول کر کلام کیا، اور اللہ تعالیٰ ہی متکلم تھے، اور موسیٰ علیہ السلام متکلم نہیں تھے۔

اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کئی طرق سے ان لوگوں کی تردید منقول ہے، جو قرآن کو مخلوق کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہے تو بہ کرانی چاہیئے، امام مالک کا مشہور مذہب ہے، اسی پر آپ کے پیروؤں کا اتفاق ہے

اور امام احمد بن حنبل سو ان کا کلام قرآن مجید کے متعلق مشہور اور متواتر ہے، آپ کی تکالیف جو آپ نے قرآن کے بارے میں جہمیہ سے اٹھائیں مشہور ہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے حفص بن عمر کو جو کہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائلین میں سے تھا کہا تھا جب کہ اس نے امام شافعی سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا، کہ قرآن مخلوق ہے، تو نے اللہ تعالیٰ سے ساتھ کفر کیا اس کو ابی حاتم نے، الرد علی الجہمیہ میں روایت کیا ہے، اور علی ابن ابی طالب سے دو سندوں سے مروی ہے کہ خوارج نے جب ان کو صفین کے دن دو آدمیوں کے حکم تسلیم کرنے پر الزام دیا، تو آپ نے فرمایا میں نے کسی مخلوق کو حکم تسلیم نہیں کیا میں نے قرآن کو حکم تسلیم کیا ہے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک جنازہ میں تھے جب میت لحد میں

من القرآن منه وعن عبد الله بن مسعودؓ من حلف بالقرآن فعليه بكل آية يمين وهذا ثابت عن ابن مسعود وعن سفيان بن عيينة قال سمعت عمرو بن دينار يقول ادركت مشائخنا والناس منذ سبعين سنة يقولون القرآن كلام الله منه بدأ واليه يعود وفي لفظ يقولون القرآن كلام الله غير مخلوق وقال حرب الكرماني حدثنا اسحق بن ابراهيم يعني ابن راهويه عن سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار قال ادركت الناس منذ سبعين سنة من اصحاب النبي صلے الله عليه وسلم فمن دونهم يقولون الله الخالق وما سواه مخلوق الا القرآن فانه كلام الله منه خرج واليه يعود وعن جعفر بن محمد الصادقؒ هو مشهور عنه انهم سألوه عن القرآن خالق هو ام مخلوق فقال ليس بخالق ولا مخلوق ولكنه كلام الله وهكذا روي عن الحسن البصري وايوب السختياني وسليمان التيمي وخلق من التابعين وعن مالك بن انس والليث بن سعد و سفيان الثوري وابن ابي ليلي وابي حنيفة والشافعي واحمد بن حنبل واسحق

رکھی گئی تو ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا اسے قرآن کے رب اس کو بخش دے تو عبداللہ بن عباس اس پر جھپٹے اور فرمایا ارے ٹھہر، قرآن اسی میں سے ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں جو قرآن کی قسم اٹھائے اس پر ہر آیت کے بدلے ایک قسم ہے اور سفیان بن عیینہ نے کہا میں نے عمرو بن دینار سے سنا آپ کہتے تھے میں ستر سال سے اپنے مشائخ اور دوسرے لوگوں سے سنتا آرہا ہوں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسی سے شروع ہوا اسی کی طرف لوٹے گا۔ اور ایک روایت کے یہ لفظ ہیں قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ حرب کرمانی نے سنداً عمرو بن دینار سے روایت کیا کہ میں ستر سال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور بعد کے لوگوں سے سنتا آرہا ہوں، کہ اللہ خالق ہے اور قرآن کے سوا باقی ہر شئی مخلوق ہے وہ اللہ کا کلام ہے اسی سے نکلا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔ امام جعفر صادق سے مشہور ہے کہ لوگوں نے ان سے قرآن کے متعلق سوال کیا، کہ وہ خالق ہے یا مخلوق؟ تو آپ نے فرمایا نہ وہ خالق ہے نہ مخلوق، بلکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور حسن بصری، ایوب سختیانی سلیمان تیمی اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے اور احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر ائمہ اور ان کے تبعین کے اقوال قرآن کے متعلق مشہور ہیں، بلکہ ائمہ سلف سے تو ان لوگوں پر کفر

بن راھویہ وامثال ھؤلاء من الائمۃ وکلام ھؤلاء الائمۃ واتباعھم فی ذلک کثیر مشہور بل اشتہر عن ائمۃ السلف تکفیر من قال القرآن مخلوق وانہ یستتاب فان تاب والا قتل کما ذکروا ذلک عن مالک بن انس وغیرہ ونقل ذلک ابو جعفر الطحاوی الحنفی فی الاعتقاد عن ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی وابی یوسف یعقوب بن ابراھیم الانصاری وابی عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

سو یہ بات صحابہ اور تابعین اور جمیع ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو چکی ہے، کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت قدیمہ ہے اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو شخص اس کو مخلوق کہے، سو وہ کافر ہے، اور جس شخص کو زیادہ تحقیق منظور ہو وہ کتاب العلو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور خلق افعال العباد امام بخاری کا اور متن فقہ اکبر کا اور کتاب الرد علی الجہمیۃ للامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھے۔ واللہ اعلم بالصواب، اور اللہ کلام لفظی کے ساتھ کلام کرتا ہے، کلام نفسی کا سلف صالحین میں کہیں پتہ نہیں۔

(۲) اور جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا کلام اترا ہے حقیقی ہے، مجازی نہیں اس واسطے کہ حقیقت اصل ہے، اور مجاز فرع، جب تک کوئی قرینہ قویہ صارفہ نہ پایا جاوے حقیقت نہیں چھوڑی جا سکتی۔

(۳) اور نواب صاحب مرحوم کا جو رسالہ استواء کے بارے میں موسوم باحتواء ہے حق ہے، اور سب موافق سلف صالحین کے ہے۔ واللہ اعلم۔ حررہ ابو اسمٰعیل یوسف حسین عفی عنہ۔ ھذا ھو الصواب واللہ در من اجاب محمد اوسط عفی عنہ بہاری رحمہ اللہ المجیب فقد اجاب جوابا شافیا لا شک فی صحتہ وکونہ صوابا ابو تراب عبد التواب الملتانی غفر لہ۔

سید محمد نذیر حسین

کا فتویٰ اور ان سے توبہ کرانے کے اقوال بھی شہرت تک پہنچ چکے ہیں، اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے یہ فتویٰ امام مالک بن انس اور طحاوی کے قول کے مطابق امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام حسن بن شیبانی رحمہم اللہ سے منقول ہے ۱۲

سید محمد عبدالسلام غفرلہ | سید محمد ابوالحسن۔ فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۰۶،

سوال ما قولکم رحمکم اللہ اندریں مسئلہ کہ یا رسول اللہ گفتن بر غیر مزار شریف درست است یا نہ بینوا توجروا۔

جواب۔ یا رسول اللہ ندا ء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است و ندا برائے حاضر می باشد پس ایں قول دلیل برآں است، کہ ایں کس رسول صلی اللہ علیہ وسلم را حاضر بہر مکان و زمان اعتقاد می کند، و ایں معنی بدون علم محیط امکانے ندارد و العلم المحیط لیس الا للہ و تعالیٰ کما فی التفسیر الکبیر پس اثبات ہمچو علم بغیر خدا شرک باشد،

و در مفتاح القلوب لملا حسین الخباز مرقوم است و از کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات بگمان آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ و یا شیخ عبدالقادر و مانند آں انتہی و از یجا است کہ در عامہ کتب فقہ مسطور است لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب کذا فی البحر الرائق وغیرہ

و تفرقہ درمیان ندائے نبی و ندائے غیر نبی و درمیان یا در درود سلام و ندا بدون در درود سلام از فہم ما مردم عالی است، اچہ ندا برائے حاضر مے باشد، و نبی حاضر دریں جا ہمچو غیر نبی

سوال:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے علاوہ اور کسی جگہ پر، یا رسول اللہ، کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ یا رسول اللہ کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا ہے اور پکار اسی کو جاتا ہے جو حاضر ہو ایسے آدمی کا عقیدہ گویا یہ ہے کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں، اور یہ چیز علم محیط کے بغیر نہیں ہو سکتی، اور علم محیط اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور ایسا علم کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

ملا حسین خباز نے اپنی کتاب مفتاح القلوب میں لکھا ہے اموات غائبات کو اس حیثیت اور اعتقاد سے پکارنا کہ وہ حاضر ہیں، مثلاً یا رسول اللہ اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ سو یہ کفر ہے یہی وجہ ہے، کہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی اللہ اور رسول کی شہادت سے نکاح کرے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہو گا اور نکاح کرنے والا کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں (بحر الرائق وغیرہ)

اور نبی یا کسی دوسرے کو ندا کرنے یا درود اور غیرہ۔ درود میں ندا کرنے کا جو فرق کیا جاتا ہے، وہ ہماری سمجھ سے

نہ بادر ودو سلام ونہ بدون درود و سلام وآنچہ درباب درود و سلام ثابت است ہمین قدر است کہ ملائکہ صلوٰۃ وسلام را میرسانند، واین مستلزم حضور نیست پس ندا مطلقاً مشعر باعتقاد حضور مذکور باشد، واین اعتقاد شرک است درغیر خدا، پس تلفظ بہچو کلمات کہ مشعر باعتقاد باشد بحسب ظاہر شرک باشد ونحن نحکم بالظاہر کما فی المواقف وندا، صلوٰۃ الحاجۃ بحضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بود واکنوں بر تقدیر عموم آن صلوٰۃ بنا بر حکایت آن وقت خواہد بود، وہم چنین خطاب در تشہد بطریق حکایت بود شیخ عبدالحق دہلوی در رسالہ سی د، ہشتم تحصیل البرکات فی معنی بیان التحیات مے نویسد اگر گویند کہ خطاب مرحاضر راست، وآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم درین مقام حاضر نیست، پس توجیہ این خطاب چہ باشد، جوابش آن است کہ در شرح صحیح بخاری می گویند کہ صحابہ در زمان جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ می گفتند، وبعد از زمان حیاتش این چنین می گفتند السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہ بلفظ خطاب یا این کلمہ در اصل یعنے در شب معراج بصیغہ خطاب بود، دیگر تغیرش نداوند وبرہمان اصل گذاشتند انتہے، پس استدلال بہ ہمچو ندا وخطاب جز خطا نبود، واللہ اعلم بالصواب ومنہ الہدایۃ فی کل باب، کتبہ محمد بشیر الدین عفی عنہ، مرقومہ ۱۶ رمضان ۱۲۷۶ھ الندا للغیب لایجوز۔ محمد قطب الدین۔ سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۵۵

سوال: عمرو کہتا ہے، کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو مخصوص ہے، ماسوا اللہ کے کسی

تو بالاتر ہے کیونکہ ندا تو حاضر کے لئے ہوتی ہے، اور نبی بھی حاضر نہیں ہوتا نہ درود کے وقت اور نہ کسی دوسرے وقت درود کے متعلق صرف اتنا ثابت ہے کہ اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں پس حاضر ہونے کے عقیدہ کیا طرف اشارہ کرتی ہے اور یہ عقیدہ شرک ہے تو ایسے الفاظ شرکیہ سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے اگر کوئی صلوٰۃ الحاجۃ کی روایت سے استدلال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے۔ اور اب ان الفاظ کو حکایت حال ماضی کے طور پر پڑھ دیتے ہیں جیسے نماز کے التحیات میں پڑھتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے رسالہ تحصیل البرکات فی بیان معنی التحیات میں لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ التحیات میں خطاب کے انداز میں سلام کو پڑھا جاتا ہے حالانکہ رسول پاک وہاں موجود نہیں ہوتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکایت حال ماضی کے طور پڑھا جاتا ہے اس کے علاوہ بخاری شریف میں مروی ہے کہ صحابہ آپ کی زندگی میں خطاب سے پڑھتے تھے اور آپ کے بعد السلام علی النبی (نبی پر سلام ہو) کے الفاظ پڑھتے تھے پس ان الفاظ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲

کو علم غیب حاصل نہیں الا ما شاء اللہ باذنہ، خالد اور اس کے تبعین کہتے ہیں کہ علم غیب اللہ کے سوا اوروں کو بھی بالذات حاصل ہے، چنانچہ بزرگان دین اکثر غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں، بھلا یہ علم غیب نہیں، تو پھر کیا ہے، یہ لوگ خدا کی ذات وصفات وقدرت میں تصرف وشرکت رکھتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے، کہ عمرو وخالد کے اقوال مذکورہ سے کس کا قول حق وموافق شریعت کے ہے، اور کس کا قول ناحق وخلاف شریعت ہے؟

الجواب۔ عمرو کا قول حق ہے، اور خالد اور اس کے تابعین کا قول سراسر باطل اور مردود ہے بلاشبہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے ماسوا اللہ کے علم غیب کسی کو حاصل نہیں قال اللہ تعالیٰ[1] وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (پارہ ۷ رکوع ۱۳) وقال[2] قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ اس بارے میں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے ماسوا اللہ کے کسی کو حاصل نہیں بہت سی آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں، یہاں صرف دو آیتیں نقل کی گئی ہیں، واللہ اعلم بالصواب، حررہ سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ جلد اول ص

سوال۔ جو شخص اللہ کو واحد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق جانے، اور قیامت وغیرہ اعتقادی امور کو مانتا ہے، شرک نہیں کرتا، اور نماز کو بھی فرض جانتا ہے مگر نماز تمام عمر نہیں پڑھتا وہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟

الجواب۔ واضح ہو، کہ جو شخص اللہ کو واحد جانتا ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مرسل مانتا ہے، اور امور ایمانیہ واعتقادیہ کا اقرار کرتا ہے، وہ بے شک مسلم ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کو کافر کہے، مگر ہاں جس قدر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک صلوۃ کو کافر کہا، اس قدر ہم بھی

---

[1] اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا ۱۲ [2] آپ کہہ دیں اللہ کی مشیت کے سوا میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں ہوں، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ایمانداروں کو ڈرانے اور بشارت دینے والا ہوں ۱۲

تارک صلوۃ کو کافر کہہ سکتے ہیں۔ سوائے اس کے زیادہ حکم کہ وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہے یہ نہیں لگا سکتے۔ اور یہی مذہب امام احمد کا بھی ہے۔ واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین

سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹

سید محمد ابوالحسن ۱۳۰۰

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص

سوال۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید و مولوی خرم علی با آوردن کلمات توہین انبیاء و اولیاء کہ در تقویۃ الایمان اند کافر و کتاب او شان لائق خرق بچند وجہ۔ وجہ اول در باب مذمت شرک در ترجمہ آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ گفتہ۔ کہ جاننا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے آہ اور اسی طرح کے کلمات و کسے از مفسران در تفاسیر قدیمہ جدیدہ بایں طور معنے و فائدہ نیاوردہ۔ از ادلہ اربعہ شرعی جواب فرمائید۔

الجواب۔ در پردہ مباد کہ منشائے اعتراض معترض بر صاحب تقویۃ الایمان عدم تدبر است دران یا تعصب و عبادت پس در صورت اولیٰ اگر طرز سوق کلام مصنف آن را از اول تا آخر کتاب مذکور بتدبر تام و امعان نظر از راہ انصاف دیدے بلا تامل برورجا بالغیب کلوخ انداز حرف گیری نہ پسندیدے زیرا کہ او رب العالمین بنا بر عدم غور و تدبر قرآن مشرکان و اہل کتاب را بار بار الزام دادہ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ الاية كما لا يخفى على الماهر بالقرآن المجيد و در صورت ثانیہ لن يصلح العطار ما يفسد الدهر ؎

بے بصیرت چہ شناسد سخن صائب را تلخ و شیریں بمذاق دل رنجور یکے است

بر دل دانشمندان شرع شریف مخفی نیست کہ مقصود اصلی جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مغفور

سوال۔ مولوی خرم علی اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید جو اپنی کتابوں میں انبیاء و اولیاء کی شان میں توہین آمیز کلمات لائے ہیں چنانچہ مذمت شرک کے باب میں آیت ان الشرک لظلم عظیم کے تحت فائدہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ الخ اور اس طرح کے اور بھی چند ایک اقوال ہیں مفسرین میں سے کسی نے بھی اپنی تفسیر میں اس طرح کا فائدہ نہیں لکھا ہے، کیا ایسے کلمات کی وجہ سے مولانا کافر ہیں اور کیا ان کی کتاب پھاڑ دینے کے لائق ہے ادلہ اربعہ شرعیہ سے جواب دیں

جواب۔ یہ بات کھل کر سامنے آجانی چاہیئے کہ مولانا اسمٰعیل شہید کی عبارت پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو اس عبارت کے سیاق و سباق پر پوری طرح غور نہیں کیا گیا، یا پھر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے

اگر معترض آپ کی عبارت پر اچھی طرح غور کرتا تو اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے کی کبھی جرات نہ کرتا اللہ تعالیٰ نے کفار کو قرآن مجید میں کئی جگہ الزام دیا ہے کہ قرآن پاک کو سمجھنے کے لیئے غور و فکر سے کام نہیں لیتے اگر معترض اچھی طرح غور کرتا تو اس کو صحیح سمجھ آجاتی اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

شریعت کے واقف لوگ اچھی طرح جانتے ہیں، کہ مولانا کا اصل مقصود ان عوام کالانعام کے عقیدہ کی اصلاح

ومرحوم بیان احکام الٰہیہ وپند ونصیحت وتنبیہ وتخویف عوام کالانعام از فرقہ مسلمان بدکیش نا عاقبت اندیش است لان الامور بمقاصدہا کہ قاعدہ کلیہ فقہا راست کار بند شدہ اند چہ عوام بزعم باطل واعتقاد فاسد خود می دانند، کہ اولیاء اللہ از جناب باری مختار اند، ہر چہ خواہند می کنند وہر کرا خواہند اولاد ومال ومنصب وجاہ می دہند، وہر کرا خواہند ذلیل وخوار کنند وبنا بریں اعتقاد شرکیہ در نذر ونیاز ووظائف باسمائے الیشان یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ ویا علی یا علی، یا حسین یا حسین، یا خواجہ جی یا خواجہ جی، بتقرب تام وتذلل تمام اہتمام می کنند ودر ورطہ گور پرستی وپیر پرستی شب وروز مستغرق می مانند، واز احکام شرعیہ محض غافل وبے باک اند واز اولیاء اللہ چنداں می ترسند کہ از خالق بے نیاز ورازق کارساز عشر عشیر نمی ترسند، وشعار مسلمانان جہاں در شرک وبدعت ہم چو شعار کفار سابق زمان گردیدہ است پس اعتقاد ایں چنیں کسا تزار دکردہ اند

واز ینجا امام رازی در تفسیر کبیر در سورہ یونس تحت آیت کریمہ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلٰی اٰخر الاٰیۃ می نویسد

ورابعہا انہم وضعوا ہذہ الاصنام والاوثان علی صور الانبیاء ہم والاکابرہم وزعموا انہم متی اشتغلوا بعبادۃ ہذہ التماثیل فان اولئک الاکابر علی اعتقادہم اذا عظموا قبورہم فانہم یکونون شفعاء لہم عند اللہ تعالیٰ. انتہی ما فی الکبیر بقدر الضرورۃ۔

یہ جن کا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ جناب باری تعالیٰ کے مختار کل ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں، کسی کو ذلیل کریں، کسی کو عزت بخشیں کسی کو اولاد دیں یا نہ دیں کسی کا رزق تنگ کریں یا فراخ سب ان کے قبضہ قدرت میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ، یا علی، یا حسین، یا خواجہ جی وغیرہ وغیرہ، پھر ان کے سامنے پوری عاجزی کا اظہار کرتے ہیں ان کی قبروں پر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور ان سے اتنا ڈرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے اس کا سودواں حصہ بھی نہیں ڈرتے پہلے زمانہ کے کافروں کے بھی ایسے ہی عقیدے تھے چنانچہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے عقائد باطلہ کی تردید کر کے صحیح عقیدہ ان کے سامنے پیش کیا جائے

امام رازی تفسیر کبیر میں سورہ یونس کی تفسیر میں آیت ہولاء شفعاؤنا عند اللہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی شکل کے بت بنا رکھے تھے ان کا خیال تھا کہ جب ہم ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں تو ان کی روحیں خوش ہو کر اللہ کے پاس ہماری سفارش کرتی ہیں

ومولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ تحت آیت کریمہ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا میفرمایند چہارم پیر پرستان گویند کہ چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعت عند اللہ شدہ بود ازیں جہان می گذرد روح اوراقوتے عظیم ووسعتے فخیم ہم میرسد ہر کہ صورت اورا برزخ سازد یا مکان نشست وبرخاست او یا برگوراو بسجود وتذلل نام نماید روح بسبب وسعت واطلاق بر آن مطلع شود ودر دنیا وآخرت در حق او شفاعت نماید انتہی مافی تفسیر العزیزی مختصرًا

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ الآية لانهم اما جماد واما عباد مسخرون مشتغلون باحوالهم كذا فى البيضاوى ؎

دے کز نور الٰہی نیست روشن! مخوانش دل کہ آن سنگ است وآہن

دے کز گرد غفلت زنگ دارد!! ازاں دل سنگ وآہن ننگ دارد!

ودود واحد قہار ہمیں عظمت شان سرشار خود درباره مقربان مخلصان دربار خود بنا برزعم فاسد مشرکان بدشعار بتہدید تمام می فرماید لو اشرکوا ای لو اشرك هؤلاء الانبياء مع فضلهم وعلو شانهم لحبط عنهم ما كانوا يعملون لكانوا كغيرهم فى حبوط اعمالهم بسقوط ثوابهم انتہی مافی البیضاوی والکبیر بجملہ لکانوا کغیرھم عبارت بیضاوی راملحوظ باید داشت کہ بچہ نکتہ گفتہ ؎ .

مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ تفسیر عزیزی میں فلا تجعلوا للہ اندادا کے تحت فرماتے ہیں، کہ چوتھا طبقہ قبرپرستوں کا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جب کوئی بزرگ آدمی اپنے مجاہدہ اور ریاضت کی وجہ سے مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے تو مرنے کے بعد اس کی روح کو بہت طاقت اور وسعت نصیب ہوجاتی ہے، پھر اگر کوئی شخص ان کی قبر یا ان کی نشست وبرخاست کی جگہ یا ان کی تصویر کے سامنے سجدہ کرے، تو وہ (بزرگان دین) اس سے مطلع ہوکر خوش ہوتے ہیں اور ان کی سفارش کرتے ہیں

اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو بھی کسی کی خبر نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس آدمی سے گمراہ تر اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارے جو قیامت تک بھی ان کو جواب نہ دے سکیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہیں کیونکہ یا تو وہ پتھر ہیں جو سن ہی نہیں سکتے اور یا پھر خدا کے نیک بندے ہیں جو اپنے حال میں مشغول ہیں اور شرک ... [illegible] ... نے قرآن مجید میں اٹھارہ پیغمبروں کا ذکر کرکے فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے عمل بھی ضائع اور برباد ہوجاتے

نزدیک عزتش نہ نشیند غبار شرک — باد حدتش کسے دم شرکت چسان زند

ہر طرح کافگنند بوصفش خیال دوہم — دست کمال آتش غیرت دران زند

برایں معنی او تعالےٰ شانہ در ردِ اعتقاد فاسد معتقدان حضرت عیسٰی علیہ السلام کہ از مرتبہ نبوت بمرتبہ الوہیت رسانیدہ بودارشادمی فرماید لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا الآیۃ۔ عاقلاں میدانند، کہ حضرت عیسٰیؑ و مادر وے قابل شائبہ ہلاکت وعذاب نبودند صرف بابطال زعم معتقدان ایشان تنبیہ وزجر فرمودہ کہ معتقدان شان ازین عقیدہ باطلہ توبہ نمایند وبحکم خداوند قہار وجبار فرمانبردار شوند ؎

صرصر قہر تواز مکمن وحدت بوزد — خس وخاشاک وساوس ہمہ را باد برد

ہر چہ در عرصہ موجود پدید آمدہ بود — سیل غیرت ہمہ را تا عدم آباد برد

پس ازیں جہت صاحب تقویۃ الایمان علیہ الرحمۃ والرضوان بہر دابطال زعم مذموم عوام کہ درحق بزرگان دین از اولیاء اللہ میدانند، کہ ہر چہ خواہند بکنند نوشتہ کہ ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔“

بدانکہ درینجا بیان امتیاز فیمابین دو نسبت است یکے نسبت مخلوق با خالق دیگرے نسبت مخلوقے با مخلوق دیگر پس مقصود تمام وکشف مرام صاحب تقویۃ الایمان درین مقام حرف شق اول است یعنی نسبت مراتب ہمہ مخلوقات بہ نسبت مراتب خالق کائنات بمنزلہ ہباءً منثورا است وبمرتبہ ذرہ ہیچ گونہ معتد بہ نسبت زیرا کہ حادث مفتقر را با قدیم موجد مقتدر چہ مناسبت ومشابہت

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان بد شعار مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے بڑے سخت لفظ بھی فرمائے یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے، آپ فرمائیں اگر خداوند تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو برباد کر دیں تو خداوند تعالیٰ کو کون روک سکتا ہے“

عقل مند لوگ جانتے ہیں کہ مسیح اور ان کی والدہ تو برباد کر دینے کے لائق نہیں ہیں لیکن ان مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنے کے لئے ایسا فرمایا ہے۔

یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ یہاں دو نسبتیں الگ الگ ہیں ایک خالق سے مخلوق کی نسبت اور دوسری مخلوق کی مخلوق سے نسبت، اور مولانا یہاں پہلی نسبت کے متعلق گفتگو کر رہے ہے، کہ خالق کے ساتھ مخلوق کو کوئی ذرہ بھر کی بھی نسبت نہیں ہے کجا حادث محتاج اور کجا قدیم موجد اور مقتدر ان میں آخر کیا نسبت ہے بلکہ ایک ذرہ سے مقدار اور کی صحرائے ناپیدا کنار دہ باقی یہ فانی وہ ازلی ابدی اور اس کی ہستی ایک آنی تو اس صورت میں مخلوق کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ

العدم علی الوجود ویدخل فی ھذا الباب کونہ قاھرھم بالموت والفقر والاذلال ویدخل فیہ کل ما ذکرہ اللہ تعالیٰ قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ الی اخر الاٰیۃ انتہی ما فی تفسیر الکبیر۔

پر معترض غافل نہاد واجب است کہ تلاوت سورہ اخلاص بکند کہ رفعت شان او خلاق علیم وقہار حکیم در دلش جاگیر وچہ دریں سورہ دو چیز مذکور است یکے احدیت دوم صمدیت وباقی صفات متفرع بریں ہر دو اند چہ شرکت گاہے در عدد مے باشد و آن را بلفظ احد نفی فرمود، و گاہے در مرتبہ وجاہ ومنصب می باشد وآن بلفظ صمد نفی فرمود، وگاہے در نسب مے باشد وآن را بلم یلد ولم یولد نفی فرمود، وگاہے در کار وتاثیر مے باشد وآن را بلم یکن لہ کفوًا احد نفی فرمود ومعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمودہ اند، کہ صمد آن ست کہ محتاج کس نبود وہمہ محتاج او باشند ودر سلسلہ وجود از ذاتے کہ موصوف بصمدیت باشد چارہ نیست، زیرا کہ در عالم سراسر احتیاج مشاہدہ میشود، وچون ہر چیز محتاج شد لابد، قطعًا می باید کہ احتیاج بآن منتہی شود داو محتاج دیگرے نہ باشد، والا سلسلہ احتیاج منقطع نہ شود داین از افادات بعض عالم از اہل تفسیر است آیت کریمہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بران ذات صمدیت صفات منطبق ومرتب می شود، وہمہ مخلوق این صفات فرسنگہا دور وعاری محض ہستند وہمیں معنی است کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے یعنی محض ضعیف ولاچار است ہیچ از ہست ونیست کردن نمی تواند وخود ہر آن زہر حوادث چشان است ودر دائرہ افتقار بے کس و بے سر وسامان در دکشان است ؎

خداوندا مائی وما بندہ ایم | بہ نیروئے تو یک یک زندہ ایم
ہمہ زیر دستیم وفرمان پذیر | توئی یاوری دہ توئی دست گیر

معترض کو چاہیئے کہ سورۂ اخلاص کی تلاوت بڑے غور سے کرے اس میں خداوند تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں ایک احدیث اور دوسری صمدیت باقی تمام صفات انہی کی شاخیں ہیں، کیونکہ شرکت کبھی تعداد میں ہوتی ہے اس کی نفی صفت احد سے فرمائی گئی ہے اور کبھی شرکت صفات جاہ ومرتبہ ومنصب میں ہوتی ہے اس کی نفی لفظ صمد سے فرمائی گئی ہے اور صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب مخلوق اس کی محتاج ہو اور کوئی ایسی ہستی ضرور ہونی چاہیئے۔ جہاں احتیاج ختم ہو جائے ورنہ تسلسل اور دور لازم آئے گا

متاع صبر ونقد آرمیدن نیاز غارت وزدیدہ دیدن!

از صفات محبوبی اوست وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اشارہ از وست

دلم از خوف تو خون است ندانم چون است در دلم شوق جمالت زبیان بیرون است

آہ صد آہ تو ہر روز فزوں مے گردد دل شوریدہ من بین کہ چہ روز افزون است

آیندہ بگوش ہوش باید شنید، کہ او رب العالمین بذات مقدس خود واجب الوجود است وتمام مخلوقات علویہ وسفلیہ بایجاد او تعالیٰ موجود اند ودر وجود وبقا بوے محتاج ہر آن اند ے

گہ بلطفم مے نوازد گہ بناز مے کشد زندہ می سازد مرا آن شوخ وباز می کشد

قولہ تعالیٰ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ شان او جل شانہ است خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ شان او وتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ شان اوست وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ شان اوست پس بمقابلہ چنین شانہائے او رَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَاَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ہمہ مخلوقات لاچار وذلیل وذرہ بے مقدار وضعیف وخوار وبدست قدرت کاملہ او مجبور وگرفتار وبیچارہ چندان بہ نسبت بادشاہ لاچار نیست، زیراکہ ہر دو در وجود وبقا ولوازم بشری مساوی اند بخلاف نسبت مخلوق با خالق ہیچگونہ مشابہت ومناسبت نیست وہمین معنی صاحب تقویۃ الایمان است نزد ارباب عقل ونقل کما لا یخفی علی المنصف الذکی وَالْقَاهِرُ يفيد الحصر ومعناه انه لا موصوف بكمال القدرة وكمال العلم الا الحق سبحانه وعند هذا ليظهر انه لا كامل الا هو وكل من سواه فهو ناقص اذا عرفت هذا فنقول اما دلالة كونه قاهرا على القدرة فلانا بينا ان ما عدا الحق سبحانه ممكن بالوجود لذاته لا يترجح وجوده على عدمه ولا عدمه على وجوده الا بترجيحه وتكوينه وايجاده وابداعه فيكون في الحقيقة قهر الممكنات تارة في طرف ترجيح الوجود على العدم وتارة في طرف ترجيح

کبھی زوال نہیں، اور مخلوق اس کے مقابلہ میں ہمیشہ محتاج ہے اس کو کبھی قرار ذاتی نصیب ہی نہیں ہو سکتا، پھر مخلوق کو خالق سے وہ نسبت کب میسر ہو سکتی ہے، جو ایک چمار کو بادشاہ سے ہے اور تقویۃ الایمان والے کا مدعا بھی یہی کچھ بیان کرتا ہے

شوکت ظاہری عارضی ہر چند بالفعل برابر نیستند مگر در محل تغیر و زوال اند چہ شائع است کہ او مالک الملک گاہے بادشاہ صاحب شوکت را از سریر عزت بر حصیر ذلت می نشاند و گاہے گدا بے نوا را از بستر ذلت حصیر بر عزت سریر میرساند ؎

قادرا قدرت بے معجزنہ وادی بکس! قدرت بے عجز تو داری دلیس !!!

چنانکہ میفرماید قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ الآیۃ نعم

ماقیل ؎

سیہ رو اگرچہ اوج چرخ گردد!!! کجا گردد رہا از مخلب باز!

ہمہ خالق است و مخلوق مخلوق ؎

مرغ ہار ادام گستر د است امواج نسیم ماہیاں را نیش قلاب است موج چشمہ سا

این از شمہ قدرت و نمونہ صنعت او پروردگار است، کہ ہمہ مخلوق ازین صنعت و قدرت ذلیل و خوار ؎

جامہ در خون شہیداں کش و بخرام بناز بنوا ے شاخ گل این رنگ قبائی زیبد

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ از علو شان اوست ؎

ثنا با ہمہ ایزد پاک ۔ ثریا دہ تارک تاک را!

کہ خورشید یک صورت جام اوست شراب شفق در خم شام اوست

از صنائع بدائع بو قلمون اوست فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ طراز قدرت اوست ؎

غنچہ گل عطر دان سنبل مدے تو است آفتاب از دور گردان سر کوئی تو است

پیش این نقش نگار ہمہ از عہدہ آن لاچار و ذلیل و خوار اند و این امر از امور حقہ عقاید اہل اسلام

والا تبار است کہ منکر آن مشرک شقی بد اطوار ؎

اور یہ غریب استعارہ ہے، پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بادشاہ تخت شاہی سے معزول ہو کر ذلت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور کبھی کوئی غریب آدمی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے اس میں

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الآية إِنَّمَا أَمْرُهٗ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ، عالی شان اوست نعم ماقیل

حرفے است کاف کن زطوامیر صنع او ازقاف تا بقاف بدیں حرف گشتہ دلیل

باین دلیل قول صاحب تقویۃ الایمان کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے راست وبجاست، چہ ہر موحد ہوشمند اعتقاد میدارد کہ بمقابلہ عزت عظیم او عزیز ذو انتقام ہر مخلوق ذلیل یعنی بغایت ضعیف وعاجز بے سروسامان ذرہ مثال است، بلکہ کمتر ازان درمعرض فنا وزوال است

سہ ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی۔

وازیں زیادہ ترذلیل خواہد بود کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ شان اوست ومراد از ذلیل بغایت ضعیف وبے چارہ است درعبارت تقویۃ الایمان چہ نقیض ذلت عزت است واو تعالیٰ بعزت ذاتیہ قدیمی مختص است واز ذلت منزہ ومبرا اتمام است، چنانکہ خود میفرماید وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ ای لم یذل فیحتاج الی ناصر وکبرہ تکبیرا ای عظمہ عظمۃ تامۃ عن اتخاذ الولد والشریك والذل وکلما لا یلیق بہ روی الامام احمد فی مسندہ عن معاذ الجھنی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول آیۃ العز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ الخ انتہی ما فی الجلالین مختصرا، وَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا الآية وَإِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا الآية وَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ الآية

کیوان غلام بارگہ کبریائے تست گردوں غلام گردش دولت سرائے تست

پس شان ہر مخلوق از اعلیٰ وادنیٰ بہ نسبت شان عظمت نشان او خالق کائنات کہ متصف بصفات غیر متناہیہ ومستجمع جمیع کمالات ذاتیہ است، مثل ذرہ ہم نیست بخلاف شان چمار بہ نسبت شان بادشاہ دنیا امر اضافی است یعنی در وجود وبقا وافتقار بشری ہر دو برابر اند، ودر وجاہت وعزت

ہو خدا تعالیٰ سے وہ نسبت کبھی نہیں ہوسکتی، جو ایک چمار کو بادشاہ سے ہوسکتی ہے، کیونکہ خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے وہ اصلی اور ذاتی ہے اور چمار اور بادشاہ میں جو فرق ہے، وہ صرف اضافی ہے حقیقی نہیں، کیونکہ زندگی، موت صحت بیماری، پریشانی اور خوش حالی، غمی اور خوشی میں بادشاہ اور چمار ہر حال برابر ہیں۔ جیسے ایک چمار محل حوادث ہے، ویسے ہی بادشاہ بھی محل حوادث ہے، فرق ہے تو صرف حالی ہے کہ وہ ظاہری طور پر دنیا کا بادشاہ ہے

چو در لشکر دشمن آری رحیل زمرغان کشی فیل و اصحاب فیل

پس درمیان خالق غنی و بے نیاز و مخلوق متصف باز و نیاز مناسبت و مشارکت و مقاومت و مزاحمت و منازعت و مبارعت اصلاً نیست چہ او خالق مطلق و رازق برحق ازلاً و ابداً عزیز و قوی و مالک الملک و قاہر و غالب است وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الآیۃ و حدیث قدسی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری شان عزیز السلطان اوست ؎

مرا و را رسد کبریا و منی کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

بخلاف مخلوق چہ کبیر و چہ صغیر پیش او جبار قدیر ضعیف فانی و ذلیل و حقیر جبلی است ؎

ہر کہ ہست آفریدہ او بندہ است بندہ در بند آفرینندہ است

پس کجا بندۂ کہ دربند است لائق شرکت خداوند است

چنانچہ او رب العزت بمقتضائے شان عزت و جلالت خود می فرماید اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ، ذلیلا خاضعا کذا فی معالم التنزیل، اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ، ذلیلا خاضعا یوم القیمۃ منھم عزیر و عیسی کذا فی الجلالین پس در جلالین منھم عزیر و عیسی را صراحۃ ذکر کردہ و ذلیل شمردہ ، چہ بے ادبی کردہ و چندا ما قیل ؎

ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد حسد بجا سد طبعی فضیح تر باشد

اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا حال ای خاضعا ذلیلا منقادا انتہی ما فی المدارک عبدا مطیعا خاشعا کذا فی التفسیر الکبیر مختصرا الخشوع ضراعۃ وضرع الرجل ضراعۃ ضعف وذل کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب ؎

آن خداوند جہان دار کہ از ہیبت او باد بر غنچہ نیارد کہ کند پردہ دری

معترض غافل بنا در اکاش سیر سکندر نامہ نظامی علیہ الرحمۃ میسر بودے تا بر صاحب تقویۃ الایمان سخن بے ہودہ و طعنہ نمودے ؎

جب باقی تمام مخلوقات اس کی محتاج ہوئی ، تو پھر اس کے ساتھ برابری کیسے ہو سکتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے پاس غلامی کی حالت میں آنے والا ہے جلالین میں لکھا ہے کہ عبداً کا معنے ذلیل اور خاضع ہے پھر فرماتے ہیں تمام مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہے عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام بھی ،

ذکر کروند، نعوذ باللہ من سوء الفہم، و شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نیز بجلالت شان او خالق قہار و عزیز جبار سے فرمایند ؎

اگر بمحشر خطاب قہر کند ۔۔۔ انبیاء را چہ جائے معذرت است

پردہ از روئے لطف گر بردارد ۔۔۔ اشقیاء را امید مغفرت است

ہم چنین قول صاحب تقویۃ الایمان کہ چمار سے بھی ذلیل ہے باید فہمید ذلیل یعنی ضعیف و عاجز و لاچار و بے اختیار است، زیرا کہ او جل شانہ مالک الملک و عزیز ذو سلطان و قادر مختار مطلق است، و ہمہ مخلوق چہ اعلے چہ ادنی در جنبت عزت و قدرت کاملہ او ذرہ وار ذلیل و خوار بلا ریب در عقیدہ اہل اسلام است الملک ھو القدرۃ والمالک ھو القادر فقولہ مَالِكَ الْمُلْكِ معناہ القادر علی القدرۃ والمعنی ان قدرۃ الخلق علی کل ما یقدرون علیہ لیست الا باقدار اللہ تعالیٰ فھو الذی یقدر کل قادر علی مقدورہ و یملک کل مالک علی مملوکہ۔ انتہی ما فی الکبیر مختصرا۔

در مدارک تحت آیت کریمہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ می نویسد القہر بلوغ المراد بمنع غیرہ عن بلوغہ انتہی کلامہ و ہمین معنی مراد از ذلیل است یعنی ذلیل و ضعیف است از مقاومت و مصادمت در کارخانہ آلہی چہ او عاجز سراپا است کہ برجلب منافع و دفع مضار و موت و حیات و صحت و مرض و رفع حاجات خود ہیچ قدرت یک ذرہ ندارد و چنانکہ عقل و شرع بدان ناطق است و قول صاحب تقویۃ الایمان بر آن صادق چنانچہ او مالک الملک بابطال زعم مشرکان در سورہ فرقان می فرماید وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا الآیۃ ؎

حسن غیور او نہ پسندد شریک را ۔۔۔ آئینہ را بدست نگیرد نگار ما

اکنون معنی ذل و ذلت باید دانست کہ چیست، ذل بضم خواری ضد عز، ذلت کذلک فی

تفسیر مدارک میں آیت وھو القاہر فوق عبادہ کے تحت لکھا ہے کہ قہر کا معنی ہے اپنی مرضی پوری کر لینا اور دوسرے کو اپنی مرضی پورا کرنے سے روک دینا اور یہی ذلیل کا معنی ہے کہ کوئی بھی اس کے کارخانہ قدرت میں دم نہیں مار سکتا، کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سب کے سب سراپا عاجز ہیں۔

نسبۃ التاثیر لہ وتامل قولہ تعالیٰ فی حق السید عیسیٰ علیہ السلام اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ۔ انتہی ما فی الطحطاوی ۔ قال اللہ تعالیٰ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ یعنی ما عیسیٰ الاعبد کسا ئرالعبید ۔

پس درین جا غور باید، کہ برائے چہ این چنین نوشتہ، اگر بقصد استخفاف واہانت نوشتہ کافر خواہد بود، حاشاکہ این مقصود امام ہمام نیست، بلکہ بنظر تنزیہ ذات باری از لوث شرک در رد بد عقیدگان نوشتہ، وصاحب تفسیر نیشاپوری تحت آیت کریمہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ افادہ فرمودہ ثم ذلک لازم الملک والحکم فقال يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ تعمیم فضلہ وان کان من الابالسۃ والفراعنۃ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ بحکم الالہیۃ والقدرۃ وان کان من الملئکۃ المقربین والصدیقین انتہی کلامہ مختصراً ودر حق حضرت عیسیٰ ومریم علیہا السلام می فرماید مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ کسائر النساء اللاتی یلازمن الصدق او یصدقن الانبیاء کانا یا کلان الطعام ویفتقران الیہ افتقار الحیوانات ۔ انتہی ما فی البیضاوی مختصراً ودر جلالین مذکور است كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ کغیرہما من الحیوانات انتہی ما فی الجلالین ۔

پس صاحب تفسیر بیضاوی وجلالین حضرت عیسیٰ ومریم علیہا السلام را مانند دیگر حیوانات بنا بر افتقار وضعف وعدم اختیار تشبیہ دادند نہ بقصد حقارت وعدم تفاوت درجات ایشان

کرتے اور اس سے خوش ہوتے، اللہ تعالیٰ کے قول پر غور فرماؤ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں، وہ تو صرف ایک بندہ تھا، جس پر ہم نے احسان فرمایا یعنی عیسیٰ علیہ السلام بھی دوسرے بندوں کی طرح ایک بندے ہیں غور فرمانا چاہیئے کہ علامہ طحطاوی عیسیٰ کو دوسرے بندوں کی طرح ایک بندہ قرار دے رہے ہیں اگر بنظر حقارت ایسا کہا جائے تو آدمی کافر ہو جائے حقیقت میں یہاں مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنا مقصود ہے

صاحب تفسیر نیشاپوری آیت لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۔ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں تعمیم ہے، اگر وہ بخشنا چاہے تو ابلیس اور فرعون کو بھی بخش دے، اور اگر سزا دینا چاہے تو مقربین ملائکہ اور صدیقین کو سزا دے دے۔

اور بیضاوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے متعلق فرماتے ہیں، کانا یا کلان الطعام کہ وہ بھی کھانے کے ایسے ہی محتاج تھے جیسے دوسرے حیوانات محتاج ہوتے ہیں جلالین میں بھی بالکل یہی لفظ ہیں اب دیکھئے صاحب تفسیر بیضاوی وجلالین حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو حیوانوں سے تشبیہ دے رہے ہیں حاشا وکلان کا مقصود ان کی توہین کرنا نہیں ہے بلکہ ان کی محتاجی کو بیان کرنا مقصود ہے

دیگران را این تصرف کے رواست اختیار این تصرفہا تراست

واز جملہ علو شان بے نیازی او این است کہ لو ان اللہ عزوجل عذب اہل سمٰوٰتہ واہل ارضہ عذبہم وھو غیر ظالم لھم این حدیث بہ سبیل اختصار نقل کردہ شد و روایت کردہ این را احمد وابو داؤد وابن ماجہ از ابی بن کعب وابن مسعود، وحذیفہ وزید بن ثابت رض چنانکہ در مشکوٰۃ وغیرہ بوجہ بسط مرقوم است ؎

کسے ز چون و چرا دم نمی تواند زد کہ نقش بند حوادث ورائے چون و چراست

چرا مگو کہ چرا دست بستہ قدرت است ز چون ملاف کہ چون نیز پائمال قضاست

واز ین جا قول مولوی صاحب مرحوم مطابق واقع است ومسلم نیز وعقلاً شلا فاللسفہاء، وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ وَھُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اولاً معترض غافل نہاد تکفیر ملا علی قاری ہر دی کند، کہ انبیاء واولیاء و فجرہ و کفرہ را در یکسر ترتیب زیر تسخیر و تصرف خدا وند قدیر آوردہ و حفظ مراتب شان ننمودہ ثانیاً تکفیر صاحب تقویۃ الایمان کند نعوذ باللہ من سوء الظن ؎

منکران چون دیدہ شرم و حیا برہم نہند تہمت آلودگی بر دامن مریم نہند

حاشا و کلا کہ در کلام ہر دو بزرگان تحقیر و توہین اکابر اعلام اصلاً نیست، بلکہ قصد بیان احکام شرعیہ حسب مرام کلام عزیز علام و سنت آن خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام است، چنانکہ سید احمد طحطاوی محشی در مختار در باب نذر للہ ولغیر اللہ می نویسد اعلمان بیان الاحکام الشرعیۃ مما یجب علی العلماء ولیس فی ذلک تنقیص الولی کما یظنہ بعض من لا خلاق لہ لان ہذا مما یرضی بہ الولی ولو کان حیا وسئل عند ذلک اجاب بالحق واغضبہ

اب معترض کو چاہیے کہ وہ صاحب جلالین اور ملا علی قاری پر بھی فتویٰ لگائے، کہ یہ بھی فرزند اور عیسیٰ علیہما السلام کو ذلیل کہہ رہے ہیں اور ملا صاحب بھی کافروں، فاسقوں اور فاجروں کو نبیوں اور ولیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا کر رہے ہیں، اور بعد ازاں صاحب تقویۃ الایمان پر بھی فتویٰ لگائے۔

علامہ طحطاوی شارح در مختار باب نذر اللہ ولغیر اللہ میں لکھتے ہیں کہ علماء پر احکام شریعت کا بیان کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی کی تنقیص نہیں ہوتی، جیسا کہ بے سمجھ لوگ خیال کرتے ہیں، اگر بالفرض وہ ولی زندہ ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے

الصراح وامام راغب در مفردات القرآن می نویسد الذل ما کان عن قہر ویقال الذل القلۃ الذلۃ القلۃ انتہی کلامہ۔ فی الجملہ معنی ذُل وذلت ضعف وعجز وناتوانی وبے سروسامانی است از مقاومت با دیگرے وضد ونقیض آن عزاست بمعنی قوت وغلبہ۔ چنانکہ امام فخر الدین رازی زیر آیت کریمہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ در تفسیر کبیر می نویسد معنی الذل الضعف عن المقاومۃ ونقیضہ العز ھو القوۃ والغلبۃ انتہی ما فی التفسیر الکبیر۔

پُر ظاہر کہ ہر مخلوق بمقابلہ قوت وغلبہ خالق بدیع السموات والارض بلا ریب ذلیل است یعنی ضعیف ذرہ وار خوار ناپائیدار در بند حوادث گوناگون گرفتار ومنکر این دیوانہ مضحکۃ الصبیان خواہد بود وتلاوت سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ در حق منکران می باید وتوقیع رفیع ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ حسب حال ایشان می شاید۔ در تفسیر ابو السعود نوشتہ اذلۃ جمع ذلیل وانما جمع جمع قلۃ للایذان باتصافھم حینئذ بوصفی القلۃ والذلۃ اذ کانوا ثلثمائۃ وبضعۃ عشر وکان ضعف حالھم فی الغایۃ انتہی ما فیہ مختصرًا۔ ودر تفسیر بیضاوی مرقوم است وانما قال اذلۃ ولم یقل ذلائل لیدل علی قلتھم وذلتھم بضعف الحال وقلۃ المراکب والسلاح انتہی کلامہ۔

پس از قرآن مجید وتفاسیر صاف واضح شد، کہ او مالک الملک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم را بسبب ضعف وقلت مال ومثال کہ از مقاومت باکفار ضعیف وبے سرمایہ بودند ذلیل فرمودہ چہ جاکہ بمقابلہ عزت کاملہ وسلطنت قاہرہ وقوت باہرہ او مالک الملک کسے رسند دیچ گونہ ذلیل وضعیف ونحیف شمردہ نہ شوند، چہ ذلت وضعف وافتقار شان انسان است وفرمان عالی شان خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا بر آن برہان است ؎

اگر نہیب دہد چرخ واژگون گردد   وگر عتاب کند آفتاب خون گردد

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ شان عزیز السلطان اوست القہر ھو الغلبۃ والتذلیل معًا ویستعمل فی کل واحد منھما کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب پس معنی آیت کریمہ این است کہ آن غالب ومذلل وتذلیل کنندہ بندگان خود است ؎

ہر کرا قہر تو راند، کہ تواند خواندن — وآنکہ را لطف تو خواند کہ تواند راندن

وبطش و دار گیر بادشاہ صاحب شوکت بر چار ذلیل وضعیف بمقابلہ بطش و دار گیر خداوند قدیر ذوالجلال لایزال بذرہ نیز ز دست

ہر کہ منصف بود و بد انصاف — وصف تو نیست قدرت وصاف

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ہر آئینہ دست برد پروردگار تو بسیار سخت است، زیرا کہ از دست برد دیگران خلاص شدن بمقابلہ وگریہ وزاری وصبر وشفاعت ممکن است، واز عذاب او تعالیٰ بہیچ وجہ خلاصی امکان ندارد، و نیز دست برد دیگران را نہایت آن ست کہ منجر بموت وہلاک شود، وبعد از موت وہلاک نمی توانند کہ ایذائے رسانند، زیرا کہ قدرت برا عادہ معدوم ندارند پس عذاب ابدی نمی توانند کرد، بخلاف او تعالیٰ کہ بمردن وخاک شدن نیز از دست برد او خلاصی ممکن نیست، می تواند، کہ زندہ گرداند و باز عذاب کند تا ابد الآباد زیرا کہ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ الی آخر ما فی العزیزی وآیت کریمہ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ۔ نیز برعزت وقدرت کاملہ او عزیز حکیم ناطق کہ مخلوق بمقابلہ ومشابہہ آن ذرہ دا، ذلیل وخوار سرشار است ؎

ہیچ میدانی چہا سے سرو قیامت می کنی — می کشی و زندہ بیسازی قیامت می کنی

وَكُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ای امر یظھرہ فی العالم علی ما قدرہ فی الازل من احیاء واماتۃ واعزاز واذلال واعدام واعطاء وغیر ذلك صفات عزت سمات غیر متناہیہ مختصہ باو جل شانہ است والنسان اگرچہ کامل واکمل باشد کے بصفات خدائے تعالیٰ مختص ومشابہ شدن می تواند، چنانکہ برعقلا اظہر من الشمس است ؎

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ چہ شان ست چہ شان — یعنی اوصاف کمال تو ندارد پایان

پھر ایک اور طرح سے بھی اس پر غور کرنا چاہیئے، کہ بادشاہ اگر ایک ذلیل چارپکو گرفت کرے، اور اس کو سزا دے تو اس کی سزا بالکل محدود ہے کیونکہ موت کے بعد وہ اس کو کچھ سزا نہیں دے سکتا، لیکن خداوند تعالیٰ اگر کسی بندے کو سزا دینا چاہے، تو اس کی سزا غیر محدود ہوگی، کیونکہ موت کے بعد بھی وہ اس کو بار بار زندہ کرنے پر قادر ہے، اور سزا دے سکتا ہے، تو خداوند تعالیٰ کے صفات غیر متناہی ہیں، اور بندہ اس کے مقابلہ میں سراپا عجز و نیاز ہے

ز تعظیم تو پیش تو ہست ذنیست اگر باشد و گر نباشد یکے است

یعنی در جنب جلال ذات والاصفات تو موجودات و معدومات اگر باشند، و اگر نباشند برابر ہست، چراکہ تو قادر ہستی مطلقا بر ہست کردن معدومات و نیست نمودن موجودات پس نزد این شان جلال نشان تو ہمہ موجودات از بس ذلیل و ضعیف اند، و ہمیں مراد صاحب تقویۃ الایمان است کہ چمار سے بھی ذلیل ہے" آہ ؎

بارہا گفتہ ام بار دگر مے گویم : من گم گشتہ نہ این راہ زخود مے پویم

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گویم

ہمچنیں معنے تصرف و تسلط بادشاہ بر چمار ذلیل ذرہ است موہوم بہ نسبت تصرف تام و قدرت تمام او خالق منعم و عزیز علام بر کافہ انام از خواص و عوام کہ علی الدوام است ؎

آن جہان و الی کہ ہرگز طاعتش سر کشید روز گار ش خط خذلان تا ابد بر سر کشید

وازیں جاملا علی قاری ہروی کہ از اعاظم حنفیہ است انبیاء و اولیاء و فجرہ و کفرہ را زیر تسخیر و تصرف وانگشت از اصابع الرحمٰن شامل کردہ مثل واحد ہمہ را ذکر نمودہ، چنانکہ در مرقاۃ شرح مشکوٰۃ در باب قدر زیر حدیث عبداللہ بن عمرو می نویسد عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم ای ھذا الجنس وخص لخصوصیۃ قابلیۃ التقلیب وبہ اکد بقولہ کلہا یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرۃ والکفرۃ من ... بین اصبعین من اصابع الرحمٰن بقلب واحد ویصرف کیف یشاء ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک والظاہر ان کل واحد من العباد کما یفتقر الیہ تعالیٰ فی الایجاد لا یستغنی عنہ ساعۃ من الامداد کما رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ ؎

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث باب القدر کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے اور تمام بنی آدم کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ نبیوں اور ولیوں، کافروں، فاسقوں، فاجروں اور تمام بدبختوں کے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

جلوہ قدر ترا غایت وپایانے نیست ہر زمان جلوہ دیگر شود از پردہ عیان

فی الجملہ اوتعالی خداوند خلاق ومالک علی الاطلاق بشان عزت خالقیت وشان عزت الوہیت و شان عزت قیومیت وشان عزت قہاریت ما موصوف سرمدی است، وہر مخلوق بشان ذلت عبدیت وشان ذلت عبودیت وشان ذلت مقہوریت وشان ذلت افتقاریت مجبور وپابند محصور ابدی است، پس مخلوق بمقابلہ تجلیہا ئے رنگارنگ او خالق غنی وبے نیاز سراپا در ذلتہائے گوناگون سر افگندہ با عجز ونیاز است ے

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار کہ اگر خار واگر گل ہمہ پروردہ تست

پس شرح وبیان عبارت تقویۃ الایمان حسب عنوان کلام ایزد منان ورسول مقبول آخر زمان وطرز تبیان علمائے ذی شان نگارش یافتہ اکنون صاحبان انصاف پر دررا لازم است کہ بمقتضائے مکارم اخلاق غور فرمایند، وبر صاحب تقویۃ الایمان غیظ وغضب نہ نمایند ے

اندکے با تو بگفتم وبدل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

سید محمد نذیر حسین

سوال پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم را برادر کلان خود خواندہ، حالانکہ جمیع انبیا خواہش اتباع وامت بودن او دارند، واگر آن سرور صحابہ یا امت را برادر خود خواندہ، لازم نیست کہ دیگران ہم بگویند۔

الجواب۔ اعتراض معترض بر فائدہ تقویۃ الایمان کہ زیر حدیث اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ مذکور است، نیز مشعر بر جہالت وعدم عبور او بر قرآن مجید وحدیث

پس تقویۃ الایمان کی عبارت کی شرح خدا تعالی کی توفیق سے قرآن مجید اور حدیث شریف اور علماء ذی شان کے بیان کے مطابق ہو چکی ہے اب انصاف پرور حضرات سے توقع ہے، کہ مکارم اخلاق کے مطابق اس پر غور فرمائیں گے، اور صاحب تقویۃ الایمان پر خواہ مخواہ ناراض نہ ہوں گے

سوال۔ صاحب تقویۃ الایمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہا ہے حالانکہ تمام انبیاء آپ کی تابعداری کرنے اور امتی ہونے کی خواہش کرتے رہے اور اگر حضور نے اپنے آپ کو صحابہ یا امت کا بھائی کہا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی ان کو اپنا بھائی کہیں۔

الجواب۔ معترض کا یہ اعتراض بھی صاحب تقویۃ الایمان کے فائدہ پر جو انہوں نے حدیث اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم کے تحت لکھا ہے سراسر جہالت اور قرآن مجید وحدیث شریف پر عدم عبور کی بنا پر ہے اور یہ اعتراض دو طرح پر مردود ہے

ست مدفوع بدو وجہ است،

وجہ اول این کہ مسلمانان باہم چہ اعلیٰ وچہ ادنیٰ باصل واحد کہ ایمان واسلام است منتسب می شوند یعنی ایمان واسلام بمنزلہ اب است، وہمہ مسلمانان برادران دینی ہستند، وانتساب دینی واسلامی اشرف وافضل است از انتساب نسبتی، چنانکہ کفار با خود باشتراکت کفریہ اخوان اند، خدائے تعالےٰ در قرآن مجید می فرماید اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ جز این نیست کہ مومنان برادرانند مریک دیگر را در دین چہ ہمہ منتسب اند باصل واحد کہ ایمان است اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ مِنْ حَیْثُ اِنَّهُمْ مُنْتَسِبُوْنَ اِلٰی اَصْلٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْاِیْمَانُ الْمُوْجِبُ لِلْحَیٰوۃِ الْاَبَدِیَّۃِ کذا فی التفسیر البیضاوی۔ المسئلۃ الاولیٰ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ قال بعض اہل اللغۃ الاخوۃ جمع الاخ من النسب وَالْاِخْوَانُ جمع الاخ عن الصداقۃ فاللہ تعالےٰ قال اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ تاکیداً للامر واشارۃ الیٰ ان ما بینہم ما بین الاخوۃ من النسب والاسلام کالاب قال قائلہم ؎

ابی الاسلام لا اب لی سواہ اذا افتخروا بقیس او تمیم

انتہی ما فی التفسیر الکبیر وغیرہ من التفاسیر۔ نعم ما قیل ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

دیگر ظاہر است، کہ صیغہ مومنون ومسلمون از جملہ الفاظ عام است العام ہو اللفظ المستغرق بجمیع مایصلح لہ بحسب وضع واحد کذا فی کتب اصول الفقہ پس آیت کریمہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ من حیث الایمان مستوعب وشامل گردید رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وہمہ امت مومنہ را د یا ست عند العلماء

وجہ اول یہ ہے کہ مسلمان آپس میں خواہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ ایک اصل ایمان کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر بھائی بھائی ہیں یعنی ایمان اور اسلام بمنزلہ باپ کے ہے، اور تمام مسلمان دینی بھائی ہیں اور دینی اور اسلامی نسبت سب سے اشرف و اعلیٰ ہے اور کافر بھی اپنی ملت کفریہ کی وجہ سے آپس میں بھائی ہیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں یہ امر بھی ملحوظ رہے، کہ اخ (بھائی) کی جمع دو طرح سے آتی ہے ایک اخوۃ اور دوسری اخوان اہل لغت کہتے ہیں کہ اخوۃ حقیقی بھائیوں کی جمع کے لئے آتا ہے اور اخوان دوستی کی وجہ سے بھائی کی جمع پر بولا جاتا ہے، اور یہاں جمع اخوۃ ہے یعنی مسلمان سب آپس میں حقیقی بھائی ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلفظ مومنون اور مسلمون عام اہل جنس سے مسلمانوں اور مومنوں کا کوئی فرد بھی باہر نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے

الفحول من اہل الاصول کان اخلاء المعنی من اللفظ العام الموضوع غیر معقول کما لا یخفی علی الماھر بالاصول۔

اگر معترض درین جا قیاس را دخل دہد و گوید، کہ من کثیف ابال و سی الحال کجا و آنحضرت ذات شریف جامع فیض و کمال کجا ازیں جہت ذات بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عموم نص إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ و از خطاب فاخوانکم فی الدین وغیرہ خارج است پس درین صورت اطلاق اخوۃ و برادر کلان برآنحضرت جائز و روانہ بود، پس در صورت عدم جواز اطلاق اخوۃ برآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراسر گناہ و بے ادبی است، گویم کہ نص عام را بالقیاس خاص کردن کار ابلیس است کہ نص را بالقیاس خاص نمودہ خود را از آن خارج کردہ و ازیں رو ملعون شد چنانکہ از تفسیر کبیر وغیرہ ہویدا می گردد الرابع انہ تعالی امر الملئکۃ بالسجود لادم حیث قال وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ثم ان ابلیس لم یدفع ھذا النص بالکلیۃ بل خصص نفسہ عن ذلک العموم بقیاس ھو قولہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ثم اجمع العقلاء علی انہ جعل القیاس مقدما علی النص وصار بذلک السبب ملعونا وھذا یدل علی ان تخصیص النص بالقیاس تقدیم للقیاس علی النص و انہ غیر جائز انتہی ما فی التفسیر الکبیر فی سورۃ النساء اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

و ازیں جا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را گفتہ، کہ من برادر شما ام، د

خارج کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے، کہ ہم بد حال لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت! لہذا آپ کو عموم نص اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ سے خارج سمجھا جائے گا۔ اور اس طرح آپ کو، بڑا بھائی کہنا جائز نہ ہوگا اور اس صورت میں آپ پر بھائی کا اطلاق کرنا سراسر بے ادبی اور گناہ ہوگا تو میں اس کے جواب میں تفسیر کبیر کا اقتباس پیش کرتا ہوں کہ لکھتے ہیں جب اللہ تعالے نے فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ بجا لانے کا حکم دیا، تو شیطان نے اس نص کو بالکلیہ رد نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو اس آیت کے عموم نص سے قیاس کی بنا پر خاص کر لیا۔ اور کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شیطان نے قیاس کو نص پر مقدم کیا اور اس سبب سے ملعون ہو گیا، اور یہ عبارت دلالت کرتی ہے، کہ قیاس کی بنا پر نص کی تخصیص کرنا حقیقت میں قیاس کو نص پر مقدم کرنا ہے، اور یہ جائز نہیں ہے اب اس آیت کے عموم کو قیاس کی بنا پر خاص کرنے والے اپنے متعلق سوچیں کہ وہ کون ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت عائشہؓ کا رشتہ پوچھا، تو حضرت ابوبکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخن ابوبکر رضؓ را تقریر نمودہ و انکار نہ فرمودہ و آغاز قصہ این است کہ جناب آن سرور خیر البشر پیغام درخواست نکاح عائشہ صدیقہ رضؓ بسوئے ابوبکر رضؓ فرستاد پس ابوبکر صدیق درجوابش گفت کہ من برادر توام و اخوۃ مانع نکاح است، پس آنحضرت ارشاد فرمود او را کہ تو برادر دینی و اسلامی بحکم کتاب اللہ ہستی و او یعنی عائشہ برمن حلال است و نکاح من از و جائز است و اخوۃ اسلامی مانع نکاح نیست، بلکہ اخوۃ نسبتی و رضاعی مانع می شود و آن مفقود است، چنانکہ در صحیح بخاری موجود است عن عائشۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم خطب عائشۃ الی ابی بکر فقال لہ ابوبکر انما انا اخوک فقال انت اخی فی دین اللہ وکتابہ وھی لی حلال کذا فی صحیح البخاری فی باب تزویج الصغار من الکبار من الجزء الحادی والعشرین قولہ فقال لہ ابوبکر انما انا اخوک فقال صلے اللہ علیہ وسلم انت اخی فی دین اللہ وکتابہ وھی لی حلال نکاحہا لان الاخوۃ المانعۃ من ذلک اخوۃ النسب والرضاع لا اخوۃ الدین کذا فی القسطلانی وفتح الباری وخبر عروہ بصورت ارسال است و بمعنی مرفوع است، چنانکہ از فتح الباری مستفاد می شود کما لا یخفی علی الماہر بالحدیث و آیت کریمہ سورۃ براءۃ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ترجمہ پس اگر باز گردند از کفر و بپائے دارند نماز را و بدہند زکوۃ را پس ایشان برادران شما اند در دین اسلام ایشان را است آنچہ شما را بود و بر ایشان است آنچہ برشما باشد، نیز موید و ممد است مرآیت اولے را زیرا کہ خطاب بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مقتضی است کہ داعی و ہادی الی الاسلام و اکمل و اعلم و اتقی و اکرم اند، پس منکم ازین خطاب بلاریب

نے اخوت اسلامی کی بنا پر عرض کیا یا حضرت میں تو آپ کا بھائی ہوں تو آپ نے فرمایا، ہاں واقعی تو میرا اسلامی بھائی ہے لیکن اس سے حرمت نکاح ثابت نہیں ہوتی، نکاح کی حرمت نسب یا رضاعت سے ثابت ہوتی ہے۔
اور قرآن مجید میں ہے کہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اب اس آیت اور اوپر کی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہونا ثابت ہوا اِخْوَانُكُمْ یں میں ضمیر کُمْ کے اولین مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے، کیونکہ وحی اصالۃً آپ ہی کی طرف آتی تھی اور دوسرے مسلمان بعد میں مخاطب تصور ہوں گے،
قرآن مجید کی دونوں آیات اور حدیث، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا بھائی بنا رہی ہیں اور چونکہ آپ کا ایمان ساری دنیا والوں کے ایمان سے بھی ہزارہا بلکہ کروڑ گنا زیادہ ہے۔ لہذا آپ بڑے بھائی ہوں گے اور باقی تمام امت چھوٹے بھائی۔

جاہل وگمراہ است چنانکہ برماہران نصوص مخفی نخواہد بود بنابران در تفسیر کبیر در سورہ اعراف گفتہ کہ لایجوز تخصیص النص بالقیاس انتہی مافیہ مختصرا۔

پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بدلیل ہر دو آیت کریمہ مذکورہ از راہ اخوۃ اسلامی برادر کلان وبزرگ تر شدند وہمہ امت مسلمہ برادر خورد وکمتر گردیدند من حیث الایمان، چہ ایمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم الوف آلاف از ایمان تمام امت مومنہ از ید وافضل است کما تقرر فی مقرہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتی المقبرۃ فقال اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قالوا اولسنا اخوانك یارسول اللہ قال انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد الی اخر ما رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ فی الفصل الثالث من کتاب الطہارۃ۔ قال العلامۃ الطیبی فی شرح ھذا الحدیث لیس نفیا لاخوتہم لکن ذکرہ مزیتہم بالصحبۃ علی الاخوۃ فہم اخوۃ وصحابتہ واللاحقون اخوۃ کما قال اللہ تعالی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ انتہی کلام الطیبی فی شرح المشکوۃ۔ ترجمہ حدیث دوست میدارم وآرزو می برم کہ کاش من وکسانیکہ با من اندمی دیدیم برادران خود یعنے آنہا کہ بعد ازین بیایند، گفتند صحابہ کرام با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند، آیا برادری خوانی آنہا را ومانیستیم برادران تو فرمود شما اصحاب ہستید، برادران ما آنہا اند کہ بعد ازین بیایند وایشان ہنوز باقلیم وجود قدم نہادہ اند انتہے مافی ترجمہ الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی وجذب القلوب لہ وشیخ جلال الدین در جمع الجوامع چند حدیث بدین مضمون آوردہ است وازین جہت شیخ محی الدین ابن العربی درباب پنجم فتوحات مکی نوشتہ فضلت الصحابۃ فانہم

اس کے بعد اس حدیث پر بھی غور فرمائیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لائے، مردگان کے لئے دعا فرمائی اور کہا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپنے فرمایا تم میرے صحابی ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے بعد میں آئیں گے۔ علامہ طیبی کہتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے بھائی ہونے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی ایک اور فضلیت بیان کردی جو بھائی ہونے کے علاوہ ان کو نصیب تھی۔ شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نصیب ہوئی اور ہمیں ان کا اسم گرامی ملا ہم نے حبیب کا اسم لکھ کر کفایت

حصلوا الذات وحصلنا نحن الاسم ولما راعينا الاسم مراعاتهم الذات ضوعف لنا الاجر وايضا للحسرة التى لم تكن لهم فكان لنا تضعيف على تضعيف فنحن الاخوان وهم الاصحاب انتهى كلامه۔

پس قول صاحب تقویۃ الایمان مطابق قرآن مجید وقول وتقریر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وقول ابو بکر صدیق واقوال دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بپایہ صدق متلقی بالقبول گردید ومجال معترض نادان تنگ شد توبہ درکار داگر اعتقاد برعنوان قرآن وفرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ندارد ببلاریب خاطی وگنہگار شرمسار روزگار باشد واعتقاد برآیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ مژدہ کامرانی دوجہانے می بخشد باید داشت واز دائرہ شریعت یا بجہالت بیرون نباید گذاشت وعلم ملشور لامع النور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ بر صداقت صاحب تقویۃ الایمان وحماقت معترض متعصب ونادان برافراشت وحق تحقیق بجانب صاحب رسالہ باید پنداشت، چہا افسوس برافسوس کہ حسن وعقل سلیم معترضین از غور وتامل نصوص مبدل گردیدکہ اعتراض بے ہودہ از نافہمی حق بر صاحب رسالہ ناحق می کنند عارف رومی علیہ الرحمۃ والرضوان درشان ہیچو کسان نافہمان در مثنوی می فرماید ؎

از شراب قہر چوں مستی دہی — نیست ہا را صورت ہستی دہی

چیست مستی بند چشم از دید چشم — تانماید سنگ گوہر پشم پشم

چیست مستی حسہا مبدل شدن — چوب گز اندر نظر صندل شدن

وجہ دوم، درانچہ صاحب تقویۃ الایمان گفتہ کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی تعظیم انسانوں کی سی چاہیئے نہ خدا کی سی الی آخرہ، پس آن

ـہ ذات کی طرح ۔ اور پھر ہمارے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی حسرت بھی رہی تو ہمارا اجر بہت بڑھا دیا گیا ہم کو بھائی کا درجہ نصیب ہوا۔ اور ان کو صحابی کا۔

توان تصریحات کی روشنی میں صاحب تقویۃ الایمان کی عبارت بالکل صحیح ہے اور معترض متعصب اور نادان ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے جو یہ لکھا ہے کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی تعظیم انسانوں کی سی چاہیئے نہ خدا کی سی الخ تو یہ جاہل مسلمانوں اور بعض بے وقوف صوفیوں کے قول کی تردید کے لیے لکھا ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوازم بشریت سے نکال کر بجائے منصب رسالت ونبوت کے مرتبہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں اور ناممکن افعال جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے خاص ہیں ان کی طرف

بنا بر رد اعتقاد فاسد مسلمانان جہلا و بعضے صوفیان سفہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم را از حد دائرہ بشریت و از مرتبہ نبوت و منصب رسالت بر مدارج الوہیت و صفات رب العزت رسانیدہ امور مستحیلہ کہ مختص بذات و صفات و افعال او ذو الجلال لایزال است برسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نسبت می کنند، و بدان اعتقاد در کفر و شرک می افتند نوشتہ و مطابق کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی نگاشتہ و نقاب غفلت و خذلان از روے جہلا برداشتہ و تفصیل اجمال این برین منوال است اکہ بعضے صوفی جاہل کہ خود را پیشوائے دین و اسلام می شمارند اعتقاد می کنند یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را اللہ مجسم میدانند و می گویند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اسم اللہ اند و غیر آنحضرت صلی اللہ وسلم مظاہر اسماء دیگر، چون رحمٰن و رحیم، قاہر و مضل و مظہر بدان معنی گویند کہ اسم اللہ متعین شد محمد نام شد، و اگر محمد مطلق شود اللہ گردد و نعوذ باللہ منہا، ہنود مہا دیو و رام را او تاری گویند، ایشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم را گفتند شاید کہ بتے ہم بنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسازند و بہ پرستش پردازند، تمام شد کلام مولوی ظہور الحق صاحب عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ در تنویر الطالبین کہ در رد صوفیان جاہلین نوشتہ و این صریح کفر است بلا ریب و حذو النعل بالنعل قول یک فرقہ نصاری یعقوبیہ است چنانکہ الحق سبحانہ در قرآن مجید می فرماید۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ الآية هذا هو قول اليعقوبية لانهم يقولون ان مريم ولدت الها ولعل معنى هذا المذهب انهم يقولون ان الله تعالى حل في ذات عيسى واتحد بذات عيسى ثم حكى تعالى عن المسيح انه قال وهذا تنبيه على ما هو الحجة القاطعة على فساد قول النصارى وذلك لانه عليه الصلوة والسلام

منسوب کرتے ہیں اور اس طرح کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، چنانچہ وہ لوگ تو یہاں تک پہنچ گئے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم خدا ماننے لگے، اور کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسم اللہ سے پیدا ہوئے ہیں اور دوسری تمام مخلوقات دوسرے اسماء سے اور اس میں اتنا غلو کیا، کہ کہنے لگے، کہ جب اللہ کا اسم متعین ہوا تو اس کا نام محمد ہو گیا اور اگر محمد مطلق ہو جائے تو اللہ بن جائے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات، ہندو مہادیو اور رام چندر کو خدا کا اوتار کہتے ہیں یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں ان کی بابت عیسائیوں کے فرقہ یعقوبیہ کی طرح بنے

لم یفرق بین نفسہ وبین غیرہ فی ان دلائل الحدوث ظاہرۃ علیہ انتہی ما فی التفسیر الکبیر من سورۃ المائدۃ وقال فی المدارک ان بعض النصاریٰ کانوا یقولون کان المسیح بعینہ ھو اللہ لان اللہ ربما یتجلی فی بعض الازمان فی شخص فتجلی فی ذلک الوقت فی شخص عیسے ولھذا کان یظھر من شخص عیسی افعال لا یقدر علیہا الا اللہ انتہی ما فی المدارک مختصراً۔

وشاہ عبدالقادر صاحب مرحوم برادر خورد شاہ عبدالعزیز قدس سرہما تحت آیت سورہ انعام قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ مطابق قول صاحب تقویۃ الایمان در موضح القرآن می نویسند یعنی پیغمبر آدمی کے سوا کچھ اور نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے ایک اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے انتہی کلامہ۔

وصاحب تفسیر کبیر در رد عقیدہ شرکیہ ہمچو تقریر صاحب تقویۃ الایمان زیر ہمین آیت مذکورہ می نویسد الایۃ مسائل۔ المسئلۃ الاولی اعلم ان ھذا من بقیۃ الکلام علی قولہ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فقال اللہ تعالیٰ قُلْ لِّهٰٓؤُلَآءِ الْاَقْوَامِ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ولیس لی ان اتحکم علی اللہ تعالیٰ وامرہ اللہ تعالیٰ ان ینفی عن نفسہ امورا ثلثۃ اولہا قولہ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ فاعلم ان القوم کانوا یقولون لہ ان کنت رسولا من عند اللہ فاطلب من اللہ حتی یوسع علینا منافع الدنیا وخیراتہا ویفتح علینا ابواب سعاداتہا فقال تعالیٰ قُلْ لَّهُمْ اِنِّيْ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ فھو تعالیٰ یؤتی الملک من یشاء ویعز من یشاء ویذل

جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسے علیہ السلام میں خدا نے حلول کیا تھا یہی وجہ ہے کہ عیسے علیہ السلام سے ایسے افعال صادر ہوتے تھے جو خدا کے ساتھ مختص ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے موضح القرآن میں آیت قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ الآیۃ کے تحت لکھا ہے کہ پیغمبر آدمی سے سوا اور کچھ نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے ایک اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے"

تفسیر کبیر میں امام رازی نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے "آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا کام تو صرف انذار اور تبشیر ہے میں اللہ تعالیٰ سے زبردستی کوئی چیز نہیں منوا سکتا، اور آپ نے تین چیزوں کی نفی فرمائی، میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں میں غیب نہیں جانتا اور میں فرشتہ نہیں ہوں اس لئے کہ وہ کہتے تھے اگر آپ اللہ کے

من یشاء بیدہ الخیر لا بیدی وثانیہا قولہ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ ومعناہ ان القوم کانوا یقولون لہ ان کنت رسولاً من عند اللہ فلا بد ان تخبرنا عما یقع فی المستقبل من المصالح والمضار حتی نستعد لتحصیل تلک المصالح ولدفع تلک المضار فقال تعالٰی قُلْ إِنِّي لَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ فکیف تطلبون منی ھذہ المطالب والحاصل انہم کانوا فی المقام الاول یطلبون منہ الاموال الکثیرۃ والخیرات الواسعۃ وفی المقام الثانی کانوا یطلبون منہ الاخبار عن الغیب لیتوسلوا بمعرفۃ تلک الغیوب الی الفوز بالمنافع والاجتناب عن المضار والمفاسد وثالثہا قولہ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ومعناہ ان القوم کانوا یقولون مالھذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق ویتزوج ویخالط الناس فقال تعالٰی قُلْ لَّهُمْ إِنِّي لَسْتُ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

واعلم ان الناس اختلفوا فی انہ من الفائدۃ فی ذکر نفی ھذہ الاحوال الثلاثۃ فالقول الاول ان المراد منہ ان یظہر الرسول من نفسہ التواضع للہ والخضوع لہ والاعتراف بعبودیتہ حتی لا یعتقد فیہ مثل اعتقاد النصاری فی المسیح علیہ السلام والقول الثانی ان القوم کانوا یقترحون منہ اظہار المعجزات القاھرۃ القویۃ لقولہم وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوْعًا الی اٰخر الاٰیۃ فقال تعالٰی فی اٰخر الاٰیۃ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی لا ادعی الا الرسالۃ والنبوۃ واما ھذہ الامور التی طلبتموھا فلا یمکن تحصلہا الا بقدرۃ اللہ تعالٰی فکان المقصود من ھذا الکلام اظہارا لعجز والضعف وانہ لا یستقل بتحصیل ھذہ المعجزات التی طلبوھا منہ والقول الثالث ان المراد من قولہ لَآ أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَآئِنُ اللّٰهِ معناہ انی ادعی کونی موصوفا بالقدرۃ

رسول ہیں، تو ہمیں دولت مند بنا دیجئے اگر یہ نہیں کر سکتے، تو کم از کم ہمیں غیبی خبریں ہی بتا دیجئے، تاکہ ہم چیزوں کے نرخ معلوم کر کے نفع حاصل کر سکیں اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو کم از کم خود ہی ہماری سطح سے بلند ہو کر دکھائیے کھانے پینے کی محتاجی جیسے ہم کو ہے تم کو نہیں ہونی چاہیئے تو ان کا ایک ہی جواب دیا گیا کہ میں تو صرف ایک انسان ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔

اللائقة باللہ تعالیٰ وقولہ ولا اعلم الغیب ای ولا ادعی کونی موصوفا بعلم اللہ تعالیٰ وبمجموع ھذین الکلامین حصل انہ لا یدعی الالھیۃ ثم قال ولا اقول لکم انی ملک وذلک لانہ لیس بعد الالھیۃ درجۃ الاعلی حالا من الملئکۃ فصار حاصل الکلام کانہ یقول لا ادعی الالھیۃ ولا ادعی الملکیۃ ولکنی ادعی الرسالۃ وھذا منصب لا یمتنع حصولہ للبشر فکیف اطبقتم علی استنکار قولی ودفع دعوائی انتہی ما فی التفسیر الکبیر للامام الرازی۔ پس دندنہ صاحب تقویۃ الایمان در رد عقیدگان اغبیا ہم چو دندنہ صاحب تفسیر کبیر در ابطال عقیدہ مردمان اشقیاء کما لا یخفی علی الاذکیاء

ومولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ در تفسیر سورہ جن می نویسند، باید دانست کہ ذکر وعبادت مستلزم طلب حضور آن چیز است، کہ او را مذکور می کنند ومعبود می سازند، پس ذکر وعبادت غیر در مقامے کہ خصوصیت بحضرت حق تعالیٰ داشتہ باشد از ان قبیل است کہ مکانے را برائے نزول وقدوم بادشاہے مہیا سازند وہمراہ او کسے را از رعایائے او نیز دعوت کنند کہ کمال بے ادبی است وانہ لما قام عبداللہ وآنکہ ہرگاہ برمے خیزد بندہ خدا از ان جہت کہ بندہ است، او را خواندن خاوند خود ضرور است تا عرض مطلب خود نماید ولہذا برائے این بر می خیزد کہ بدعوہ یعنی بخواند خدا را وبسبب ذکر وخواندن او حضرت حق بر قلب او تجلی فرماید وبہترین مکانات بدنش کہ دل است محل نزول نور الٰہی گردد واو تعالیٰ دران محل مہمان شود کادوا یکونون علیہ لبدا یعنی قریب است کہ آدمیان وجنیان بران بندہ ہجوم آوردہ مانند نمد تو بر تو شوند یکے از ان بندہ طلب فرزند می کند ودیگرے طلب روزی ودیگرے طلب خدمات دنیا ودیگرے کشف کونی وعلی ہذا القیاس بسبب این ہجوم آوردن ہمہ اوقات او

دیکھئے صاحب تفسیر کبیر کی تقریر بھی تو صاحب تقویۃ الایمان ہی کی طرح ہے اور شاہ عبدالعزیز سورہ جن کی تفسیر میں لکھتے ہیں جاننا چاہیئے، کہ ذکر وعبادت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے اپنے معبود مذکور کو کسی مقام پر بلایا جائے تو جیسے بادشاہ کو کسی جگہ اجلاس کرنے کی دعوت دی جائے، اور اس کے ساتھ ہی کسی اور کو بھی دعوت دے دی جائے تو یہ بادشاہ کی انتہائی توہین ہے ایسا ہی اگر خدا تعالیٰ کو پکاریں۔ اور اس کے ساتھ کسی اور کو بھی پکاریں۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے وانہ لما قام عبداللہ یعنی جب بندہ خدا تعالیٰ کو پکارنے اور اس کی عبادت کرنے

را منغص و مشوش می کنند و ہم خود در ورطہ شرک و کفر گرفتار می شوند و می فہمند کہ چون نور الٰہی بخانہ درونے این بندہ بسبب کمال ذکر و عبادت نزول فرمود گویا این بندہ شریک کارخانہ خدائے شد و او را وجاہتے و قدرے نزد حق تعالیٰ پیدا شد کہ ہر چہ این بگوید حق تعالیٰ بعمل آرد چنانچہ در دنیا مہمان را خاطرداری میزبان بہمیں مرتبہ می باشد و لہذا اہل دنیا متجسس سے باشند کہ بادشاہ و امیر و حاکم و فوجدار در خانہ ہر کہ مے آیند از وے حل مشکلات و حاجت روائی مے جویند، و بہمین خیال فاسد کہ در حق بندگان خدا بجدا ہم میرسانند در ورطہ پیر پرستی و گور پرستی می افتند، و درین حادثہ جنیان و آدمیان ہر دو شریک اند، و ترا منصب رسالت تلقین اگر درین امر در حق خود خوف کنی باین ہر دو فرقہ داشگاف قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ یعنی بگو سوائے این نیست کہ من می خوانم پروردگار خود را تا ظلمت کدہ دل مرا بنور تجلی خود مشرف سازد وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا یعنی و ہرگز شریک نہ می کنم باو ہیچ کس را و چوں من باو ہیچ کس را شریک نہ می کردم، و بخواندن پروردگار خود مشغول شدم پس از دیگران کسے روا خواہم داشت کہ مرا بخوانند یا مرا باو شریک مقرر کنند، و اگر این ہر دو فرقہ از تو، توقعے نفعے یا ضرے داشتہ بخوانند و شریک مقرر کنند پس صاف قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا یعنی بگو تحقیق من ہرگز مالک نیستم برائے شما ضرے و نہ تدبیر مطلب رس را چنانچہ پیش از من وکلاء و سفرائے جنیان و ارواح ضالہ بنی آدم اہل دنیا را بطمع منفعتہا و خوف مضرتہا می فریفتند، و خود را نزد آنہا مالک نفع و ضر نمودی کردند کہ حالا این دفتر را گاؤ خورد کردم و اگر حادثہ و مصیبتے بتو پناہ آرند بخواہند از غضب خدا در دامن تو پناہ گیرند پوست کندہ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ یعنی بگو بتحقیق من خود درین حالت ام کہ ہرگز پناہ نمی تواند داد مرا از غضب خدا ہیچ کس وَلَنْ اَجِدَ

لگا، تو جنوں اور انسانوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ مقبول الدعوات ہو گیا، حق تعالیٰ نے اس پر تجلی فرمائی ہے تو اس پر ترپر ہونے لگے کوئی اس سے فرزند کا مطلب گار دعا کو رزق کی فراخی کا کوئی صحت اور خوش حالی کا اور اس کے اوقات کو پریشان کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں کہ وہ میرے ظلمت کدہ دل کو پریشانی اوقات کی ظلمت سے منور کر دے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور جب میں خود اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے لئے تیار نہیں تو میں یہ کب گوارا کر سکتا ہوں کہ کوئی مجھ ہی کو خدا کا شریک بنانے لگے اور اگر ان دونوں گروہ آپ سے نفع و نقصان کی امیدیں ہوں تو صاف کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں اور اگر خدا کی نافرمانی اور بے ادبی اور گستاخی کر کے آپ کے دامن میں پناہ لینا چاہیں، تو آپ کہہ دیں

مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا یعنی دہرگز نہ خواہم یافت در وجدان خود درہیچ وقت سوائے جناب الٰہی جائے رجوع ومیلان تا لبسوئے آن رجوع والتجا کنم تمام شد کلام مولانا شاہ عبدالعزیز در تفسیر عزیزی۔

قولہ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ومعنی الکلام ان النافع والضار والمرشد والمغوی ھو اللہ وان احدا من الخلق لاقدرۃ علیہ انتہی ما فی التفسیر الکبیر

باید دانست کہ روش وطرز بیان صاحب تقویۃ الایمان ونصیحت المسلمین مولوی خرم علی مرحوم در رد اشراک وابطال عقاید فاسدہ عوام ہمچو روش بیان مولانا شاہ عبدالعزیز، وصاحب تفسیر کبیر است ناچنانکہ بر ماہران کتب مذکورہ مخفی نخواہد بود باز قیل وقال کردن بر صاحب تقویۃ الایمان وصاحب نصیحت المسلمین خالی از غباوت وجہالت نیست نعوذ باللہ من الغبی الغوی۔

واصل حدیث کہ معترض برفائدہ آن اعتراض بر مولوی اسمٰعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کردہ است نوشتہ می شود عن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین والانصار روایت است از عائشہؓ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود در جماعت از مہاجرین وانصار فجاء بعیر فسجد لہ پس آمد شترے پس سجدہ کرد مر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را فقال اصحابہ پس گفتند یاران آنحضرت یارسول اللہ تسجد لك البہائم والشجر سجدہ می کنند ترا چارپایہا ودرختان فنحن احق ان نسجد لك پس ما سزاوار تریم بآنکہ سجدہ کنیم ترا فقال اعبدوا ربکم پس گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کنید پروردگار خود را واکرموا اخاکم گرامی دعزیز دارید برادر خود را، عبادت ذات شریف خود داشت و لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا الی اٰخر ما فی

کہ خود میرے لئے بھی خدا کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔
ھد معترض نے صاحب تقویۃ الایمان مولانا اسمٰعیل شہید کی جس عبارت پر اعتراض کیا ہے وہ اس حدیث کا خلاصہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پائے جانور اور درخت آپ کو سجدہ کرتے ہیں، تو ہمارا زیادہ حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں تو آپ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو، اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے

المشکوٰۃ رواہ احمد۔

وازین حدیث دو فائدہ مستفاد شد یکے آنکہ صحابہ کرام بفرط محبت وزیادت تعظیم خواستند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سجدہ کنند، لیکن اجازت سجدہ کردن نداد کہ غیر مشروع بود زیراکہ سجود از اقصے مرتبہ تعظیم است برائے آنکہ اعلےٰ درجہ تعظیم ذاتی داشتہ باشد وآن مختص بذات پاک رب العالمین است،

فائدہ دوم، آنکہ قیاس صحابہ برقیاس سجدہ کردن بہائم و درخت نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح ومقبول نہ شدہ کہ قیاس مع الفارق بود زیراکہ بہائم و درخت مکلف ہم چو جن وانس بر احکام شریعت انبیاء علیہم السلام نیستند، چہ سجدہ آنہا بتسخیر الٰہی می باشد، واین از عبادت شرعیہ خارج است بخلاف جن وانس کہ بر احکام شرعیہ بواسطہ انبیاء علیہم السلام مسخر اند کہ ازین چارہ نیست ایشان را لہٰذا فرمود اعبدوا ربکم چہ عبادت مختص بر پروردگار است وروایت است در صحیح بخاری از حضرت عمرؓ کہ لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم وقولوا عبداللہ ورسولہ یعنے در مدح من مبالغہ از حد عبدیت زیادہ مکنید، چنانکہ مبالغہ حضرت عیسٰی ابن مریم از حد عبدیت بمرتبہ الوہیت در مدح کردہ شد وبگوید واعتقاد کنند بندہ او ورسول او، وازین معنے شیخ عبدالحق محدث دہلوی در رسالہ نہم زیر حدیث اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ از جملہ مکتوبات خود می نویسند کہ جمیع مراتب کمالات صوری ومعنوی در عبدہ ورسولہ مندرج است وعبدیت خاصہ ومخصوص ذات شریف اوست، کہ بندہ حقیقی جز او کس نتواند بود، خدا خدا است وبندہ بندہ او انتہی کلامہ مختصراً

جانور اور درخت چونکہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں، لہٰذا ان کو اس سے روکا نہیں جا سکتا، اور جن وانس چونکہ مکلف ہیں، اور شریعت میں حکم ہے، کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے، لہٰذا انسانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ صحابہ کا درختوں اور جانوروں کے سجدہ پر قیاس کر کے خود سجدہ کرنا حضورﷺ کے نزدیک مقبول نہ ہو سکا، کیونکہ یہ قیاس مع الفارق تھا، لہٰذا آپ نے فرمایا اپنے رب ہی کی عبادت کرو، اور میری عزت کرو، بخاری کی حدیث میں ہے، کہ آپ نے فرمایا: میری تعظیم میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا، جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا، کہ ان کو عبدیت کے مقام سے نکال کر الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا تم یہی کہتے رہنا، کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اس مرتبہ میں مجھ کو وہ مقام بخشا ہے، جو دوسرے لوگوں کو نصیب نہ ہوا میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں فخریہ نہیں کہتا، بلکہ حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔

ازین بجا فرمودوا کرموا اخاکم یعنے بسبب منصب رسالت ازصفات بشریت ممتاز بودہ بصفات الوہیت متصف نہ شدہ ام کہ مرا عبادت کنید و سجدہ نمائید اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ بدانید واکرام کنید و گرامی دارید واطلاق برادر بجہت بنی آدم بودن وَاَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ است وبزرگ وکلان از لفظ اکرام وجملہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ بوجہ حسن مستفاد گردید قال اللہ تعالیٰ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ای من جنسکم عربی مثلکم انتہی ما فی البیضاوی۔ قولہ مِنْ اَنْفُسِکُمْ وفی تفسیرہ وجوہ الاول یرید انہ بشر مثلکم کقولہ تعالیٰ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ وقولہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ والمقصود انہ لو کان من جنس الملائکۃ لصعب الامر بسبب علی الناس علی ما مر تقریرہ فی سورۃ الانعام انتہی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا۔

ودر سورہ فصلت می نویسد قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ وبیان ھذا الجواب کانہ یقول انی لا اقدر علی ان احملکم علی الایمان جبرا وقہرا فانی بشر مثلکم ولا امتیاز بینی وبینکم الا بمجرد ان اللہ اوحی الی وما اوحی الیکم فانا ابلغ ھذا الوحی الیکم انتہی ما فی التفسیر الکبیر ودر بیضاوی زیر آیت مذکورہ نوشتہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰـهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لست ملکا ولا جنیا لا یمکنکم التلقی منہ انتہی ما فی البیضاوی وغیرہ من التفاسیر۔

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی نفر ای مع جماعۃ من المہاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ ای لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اصحابہ یا رسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم ای بتخصیص السجدۃ لہ فانہ غایۃ العبودیۃ ونہایۃ العبادۃ واکرموا اخاکم ای عظموہ تعظیما یلیق لہ بالمحبۃ القلبیۃ والاکرام المشتمل علی الطاعۃ الظاہرۃ والباطنۃ وفیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ

كُونُوا رَبَّانِيِّينَ وَأَرْبَابًا إِلَى مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وأما سجدة البعير فخرق للعادة واقع بتسخير الله تعالى وأمره فلا مدخل لصلى الله عليه وسلم في فعله والبعير معذور وأكرموا أخاكم هو بشر مثلكم ومفرع من صلب أبيكم آدم أكرموه أكرمه الله واختاره وأوحى إليه كقوله تعالى قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ انتهى ما في المرقاة شرح المشكوة للملا علي القاري بقدر الحاجة۔

قوله إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ الخ البشر يطلق على الجماعة والواحد يعني أنه منهم والمراد أنه مشارك للبشر في أصل الخلقة ولو زاد عليهم بالمزايا التي اختص بها في ذاته وصفاته والحصر هنا مجازي لأنه يختص بالعلم الباطن ويسمى قصر قلب كأنه أتى به ردا على من زعم أن من كان رسولا فإنه يعلم كل غيب حتى لا يخفى عليه المظلوم انتهى ما في فتح الباري وإنما يعلمه الأنبياء من الغيب ما علموا به بوجه من وجوه الوحي انتهى ما في العيني شرح البخاري مختصرا۔

اگر معترض غافل نہاد سورۂ اعراف را بتدبر وامعان نظر تلاوت کردے این چنین خرافات وترہات بزبان نیاوردے۔ زیراکہ خدائے تعالے بنابرہمیں بشریت وہم جنسیت وبنی آدم بودن حضرت ہود وحضرت صالح وحضرت شعیب علیہم السلام را برادران کفار مشرکین ارشاد فرمود باوصفے کہ کفار ومشرکین نجس اند کما قال اللہ تعالے إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ الآیۃ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا الآیۃ پس درین صورت اگر صاحب تقویۃ الایمان بر رد زعم فاسد بسیارے از جہلا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم را بمرتبہ الوہیت رسانیدہ اند وبعضے مختار کل در کارخانہ

غافل مزاج معترض کو سورۂ اعراف کی تلاوت بڑے غور سے کرنی چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو مشرکین کا بھائی قرار دیا ہے حالانکہ قرآن کی نص کی رو سے مشرک ناپاک ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا، الآیۃ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، الآیۃ
پس اس صورت میں اگر مولانا شہید نے بہت سے جہلا کے فاسد عقیدہ کی تردید میں جو کہ آپ کو خدا وندی مقام پر پہنچا دیتے ہیں، اور مختار کل جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی لکھ دیا ہے، تو شرعی لحاظ سے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اعتراض تو تب ہو سکتا، کہ وہ یہ لکھتے، کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں۔ کلا وحاشا کہ کوئی ادنیٰ آدمی بھی ایسا لکھے، چہ جائیکہ مولانا صاحب مرحوم ایسا

خدائی میدانند، برادر کلان و بزرگ گفت چنانچہ تحقیقش بالا گذشتہ، بدچہ گناہ دیجرم شرعاً ماخوذ شد، بیان کند بدلیل شرع از کتاب و سنت والا بمجرد اعتراض صورت مدعائی بند د لان

الدعوی لاتتم الا بالبینۃ ؎

آخر اے آہوئے مشکین کہ رمیدی از ما چہ گناہ رفت وچہ کردیم وچہ وبدی از ما

صاحب تقویۃ الایمان درہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تسکین درخصائل مذمومہ ہم چوچار اند حاشا وکلا کہ شخص ادنی این چنین نمی گوید چہ جاکہ مولوی صاحب مرحوم این چنین گویند و برد عوے من کلام مولوی صاحب ممدوح در تقویۃ الایمان جابجا شاہد عدل

اولا کلام متنازع فیہ است کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا،، آہ بر تفاوت درجات اشخاص مشعر است۔

ثانیاً تحت آیت کریمہ قُلْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا می نویسند کہ سب بڑوں کے بڑے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات دن اللہ سے ڈرتے تھے،، آہ

ثالثاً در فائدہ آیت کریمہ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا می نگارند کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے، کہ انبیاء واولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہے، کہ اللہ تعالےٰ کی راہ بتاتے ہیں،، آہ

رابعاً در ضمن حدیث اعرابی می فرمایند سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت،، آہ مشت نمونہ از خروارے برائے افہام وتفہیم معترض نقل کردہ شد و مولوی صاحب مرحوم خود در تقویۃ الایمان برنسبت بے ادبی کنندگان شرعی می فرمایند کہ کسے این بیت گفتہ ؎

ملتے، چنانچہ میرے اس دعوے پر تقویۃ الایمان ہی کی بہت سی عبارتیں گواہ ہیں، بطور مشتے نمونہ از خروارے تین چار عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:۔

اولاً اسی مقام پر غور فرمائیں، کہ یہاں، بڑا ہو یا چھوٹا درجات کے تفاوت کی اطلاع دے رہا ہے۔

ثانیاً قل لا املک لکم ضراولارشدا کے تحت لکھتے ہیں کہ سب بڑوں کے بڑے پیغمبر خدا صلعم رات دن اللہ سے ڈرتے تھے

ثالثاً آیت لا املک لنفسی نفعا ولاضرا، کے تحت لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیا کو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں الخ

دل از مہر محمد ریش دارم   رقابت با خدائے خویش دارم

دکسے این چنین می نویسد ؎ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

دکسے این چنین می گوید کہ حقیقت محمدی الوہیت سے افضل ہے اللہ تعالٰی ایسی باتوں سے پناہ میں رکھے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم گشت از فضل رب

انتہی مافی تقویۃ الایمان مختصراً

طرفہ تماشا است، کہ صاحب تقویۃ الایمان سوء ادبی کنندگان شریعت را بے ادب می نویسند، داین غافلان مولوی صاحب را بے ادب می گویند، حالانکہ مولوی صاحب مرحوم رسالہ دو ورقہ بزبان عربی درجواب ازالہ وسوسہ وشبہات سید عبداللہ بغدادی و دیگر موسوسین غافلین نوشتہ بودند کہ دراں ہمہ اعتراضات واہیہ معترضین ومنکرین را بوجہ احسن دفع ورفع کردہ اند، مگر غباوت وکج فہمی را علاجے نیست چہ ہرگاہ پیشینان از راہ عداوت وغباوت درحق حضرت قرآن مجید مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا گفتند درجواب از رب الارباب چنین یافتند یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ الآیۃ

پس چہ مجال مولوی صاحب کہ برگشتگان را براہ راست آرند وایشان را بر جادہ سعادت بے کم وکاست گزارند حیثما قال ؎

کسانیکہ ازین راہ برگشتہ اند   برفتند بسیار سرگشتہ اند

قول معترض حالانکہ جمیع انبیا خواہش آہ بران نیست، ہم سلطان از حدیث وقرآن ومن ادعی فعلیہ البیان بالبرہان، پس ازین بخدمت علماء ماہران متحلین بعدل والنصاف وماہرین متخلین از جور واعتساف بمقتضائے منطوق لازم الوثوق اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی گذارش می کند

عجیب معاملہ ہے کہ مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب تو شریعت کی بے ادبی کرنے والوں کو بے ادب فرماتا ہیں اور یہ لوگ مولانا ممدوح ہی کو بے ادب کہنے لگے، اب مولانا ممدوح کے اس دو ورقہ رسالہ کا مضمون نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے سید عبداللہ بغدادی اور دوسرے معترضین کے جواب میں لکھا تھا، علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس مضمون کو تعصب چھوڑ کر بغور ملاحظہ فرمائیں پھر ان اعتراضات کی قلعی خود بخود ان پر کھل جائے گی، اگر انصاف سے کام نہ لیا جائے تو بہت سے منکرین نے تو قرآن مجید پر بھی اعتراض کر دیئے تھے ان کو جواب یہی ملا تھا کہ یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین

کہ درین اوراق صدق و فاق بغور تامل دنظر باز ند و بداب آداب علم و فضل تود شورد شغب و غیظ و غضب نہ سازند کہ موجب صلاح و فلاح گردد ؎

حافظا علم و ادب ورز کہ در حضرت شاہ ہر کرا نیست ادب لائق خدمت نبود

ماعلینا الا البلاغ۔ وھو ھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمد من تفرد بالقدم فکل شیئ من سواہ مسبوق بالعدم ولا شریک لہ فی الخلق والتدبیر ولا اختیار لاحد فی ملکہ من المقیر والقطمیر حتی لا یشفع الانبیاء الا بعد اذنہ ولا نجاۃ لاحد الا بلطفہ ومنہ ونصلی علی افضل الانبیاء شفیع الامم الذی لولاہ ما اخرجت الدنیا من العدم والذی علمنا براھین التوحید والاسلام واخرجنا من ظلمات الاشراک وعبادۃ الاصنام وعلی آلہ واصحابہ وعلی ناصر دینہ ومحبہ۔ امابعد فنخص بالتحیۃ والسلام ذات من ترقی علی مدارج الاسلام سلالۃ السید المحبوب الجیلانی السید عبداللہ البغدادی العالم الربانی لا یخفی علیکم انی لما رأیت عوام مسلمی الھند قد انھمکوا بجہلھم فی الاشراک والبدعات وتمسکوا بالشبھات الواھیات وجعلوا یعبدون القبور واھلھا وسألوا الھم حاجاتھم قلبھا وجلہا الفت رسالۃ فی رد الاشراک باللہ تعالیٰ واستدللت فیھا بستۃ وعشرین آیۃ من کلام اللہ وترجمتھا بالھندی تسھیلا لاستفادتھم وکشفا للغطاء عن قبح متمسکاتھم واستدلالاتھم فحمداللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

حمد و صلوۃ کے بعد میں اس ذات شریعت کی خدمت اقدس میں سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہوں جو اسلام کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہونے کے علاوہ نسبی لحاظ سے بھی حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تعلق رکھتی ہے یعنی سید عبداللہ بغدادی عالم ربانی کی خدمت میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے جب ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ شرک و بدعات میں مبتلا ہیں، اور واہیات و لاطائل سے استدلال کرتے ہیں، قبروں کی پرستش کرتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں، تو ان کی تردید کے لیے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں قرآن مجید کی چھبیس آیات سے استدلال کیا، اور سہولت کے لیے ہندی زبان میں ان کا ترجمہ بھی کر دیا، الحمد للہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس رسالہ کی بدولت ہزاروں مرد اور عورتوں کے عقیدے درست ہو گئے، لیکن بعض جاہلوں نے بے بنیاد اعتراضات کرنے شروع کر دیئے مجھے معلوم ہوا کہ میرا وہ رسالہ آنجناب کی خدمت میں پڑھا گیا ہے، آپ نے اس کے متعلق فرمایا

قد هدی الوفاة من النساء والرجال فما تردد فيها الا بعض المعاندين الجهال
وبلغني ان رسالتي هذه قد قرأت بين يديكم فقلتم حق الان تساوی الاصنام وجميع الناس والانبياء في باب المخلوقية وعدم الاختيار وان كان حقا داخلا في العقيدة لكن نوع من سوء ادبه لابد له من سند ودليل لان الصنم نجس فكيف يذكر مع سيد الطاهرين صلى الله عليه وسلم۔

اقول وبالله التوفيق ان هذه العبارة قد وقعت في رسالتي رد السؤال العوام حيث يقولون الاستعانة والعبادة والسجدة انما هو ممنوعة للاصنام لا للانبياء الكرام والاولياء العظام فقلت الاستعانة الحقيقية لا تجوز عند العقل الا من الذي له اختيار في تدبير العالم وقد ثبت من النصوص القطعية القرآنية ان لا اختيار لغير الله تعالى فليس للانبياء والاولياء في هذا الامر لما من اعني استحقاق السجدة وانزال المطر واعطاء الاولاد على الاصنام وجميع الناس ترجيح اما قرب الانبياء عند الله تعالى وكمالاتهم وفضائلهم التي لا يصل دون سرادقاتها غيرهم فمسلم وهو امر آخر لا دخل له في الربوبية والالوهية انتهى۔

والعجب كل العجب من جنابكم انكم اقررتم ان هذا الامر حق داخل في العقيدة ثم قلتم انه سوء الادب ليت شعري اذا كان ثابتا من البراهين

جملہ بات تو صحیح ہے لیکن عدم اختیار اور مخلوقیت کے باب میں نبیوں اور عوام الناس اور بتوں کو برابر کر دیا ہے اگرچہ یہ بات ہمارے عقیدے میں شامل ہے، لیکن یہ ایک طرح کی بے ادبی اور گستاخی ہے اس کے لئے کوئی دلیل ہونی چاہیے، کیونکہ بت ناپاک ہیں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کیسے کیا جا سکتا ہے۔
اس کے جواب میں گذارش ہے کہ میرے رسالہ کی یہ عبارت ان لوگوں کے عقاید کی تردید میں واقع ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ بتوں سے مدد مانگنا یا ان کی عبادت کرنا منع ہے نبیوں اور ولیوں سے مدد مانگنا یا ان کی پوجا کرنا منع نہیں ہے میں نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حقیقی استعانت عقل کے نزدیک صرف اسی سے جائز ہو سکتی ہے جس کا تدبیر عالم میں پورا اختیار ہو اور یہ تو قرآن کی قطعی نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو اختیار نہیں ہے تو نبیوں کو بھی اس بات میں یعنی سجدہ کرنے بارش برسانے اولاد عطا کرنے وغیرہ میں دوسری مخلوقات اور بتوں سے ترجیح نہیں ہے اور ان کی عند اللہ قربت اور کمالات و فضائل کا ہر گز انکار نہیں ہے لیکن ان چیزوں کا ربوبیت اور الوہیت میں کوئی دخل نہیں ہے۔
آنجناب کی ذات سے بڑا تعجب ہوا کہ جب آپ یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے اور عقیدے میں داخل ہے تو پھر آپ اسے بے ادبی کیوں فرماتے ہیں کاش مجھے اس بات کی سمجھ آ جائے کہ جب ایک چیز دلائل سے ثابت ہو عقیدے میں شامل ہو تو پھر وہ بے ادبی کس طرح ہو جاتی ہے آپ کا کلام اجتماع ضدین کی طرف اشارہ کرتا ہے

داخلا فی العقیدۃ فکیف بتصورات سوء الادب فکلامکم بشیر الی اجتماع الضدین والسنی یطلب لما لایثبت بالدلیل وھذا الامر ثابت اجمالا فی القرآن فما الجرم فی تفصیل الاجمال ومع ذلك قد قال اللہ تعالی لنبیہ فی القرآن قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ولا یخفی ان المخاطبین بقولہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ھم المشرکون فکیف مثل اللہ تعالی فی البشریۃ نبیہ بالمشرکین الذین ثبت نجاستھم فی القرآن حیث قال اللہ تعالی اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ والاصنام من حیث انھا احجار وجمادات لانجاسۃ فیھا والا یلزم ان یکون کل حجر نجسا انما النجاسۃ فیھا بسبب المشرکین الذین صوروھا وجعلوھا معبودین فالمشرکون اشد نجاسۃ من الاصنام فافھم وتامل ان قیل وان کان ھذا الامر ثابتا ولکن ما الضرورۃ فی ذکرہ قلت الضرورۃ فی ذکرہ رد شبھۃ العوام حیث یزعمون الانبیاء والاولیاء یتصرفون فی العالم ویفعلون ما یشاؤن۔

ھذا وقد تحقق عندی ان الرجل البنجابی یوسوسکم فیا شیخ انك لست تعلم حالہ فانہ رجل مخبط العقل مختل الحواس غبی جاھل ویزعم لنفسہ انہ نحریر فاضل لایدری الیمین عن الشمال فانہ فی الحقیقۃ نائب الدجال لانہ

اور ہم سند تو اس چیز کی طلب کی جاتی ہے، جو دلیل سے ثابت نہ ہوا گر ایک چیز اجمالی طور پر قرآن مجید میں موجود ہو، اور اس کی تفصیل کر دی جائے، تو اس میں جرم کیا ہے، اور اس کی دلیل اور کیا درکار ہے! یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، کہ آپ کہہ دیں میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، میری طرف وحی آتی ہے، کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے اور یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ متکلم کے مخاطب مشرک لوگ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بشریت میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دیدی، حالانکہ خود خداوند تعالیٰ نے مشرکوں کے نجاست قرآن مجید میں انما المشرکون نجس، کہہ کر بیان کر دی ہے

باقی رہا بتوں کا معاملہ تو ان میں نجاست ذاتی نہیں ورنہ تمام پتھر ناپاک ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے ان میں جو نجاست آئی ہے وہ مشرکوں کی عمل سے آئی ہے، تو معلوم ہوا، کہ مشرک بتوں سے بھی زیادہ ناپاک ہیں، اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو مشرکوں سے تشبیہ دی ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ ایسا لکھنے کا فائدہ کیا تھا، تو اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں، کہ مشرکین کے فاسد عقاید کی تردید کرنا مقصود ہے۔

میں جانتا ہوں کہ ایک پنجابی آدمی آپ کو وسوسے ڈالتا ہے، اے شیخ آپ اس کے حالات سے واقف نہیں شاید آپ سمجھتے ہوں وہ جاہل آدمی ہے، اور حقیقۃ دجال کا نائب ہے، کیونکہ کبھی وہ کہتا ہے کہ میں محبوب سبحانی کا بندہ ہوں کبھی کہتا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی دنیا کے رازق ہیں، نعوذ باللہ من ہذہ الکلمات الکفریۃ ایسی

یقول تارۃ انا عبد المحبوب السبحانی وتارۃ یقول ان عبد القادر ھو الرزاق معاذ اللہ من ھذہ الکلمات الکفریۃ لایجوزھا الجھلاء فضلا من العلماء فالمسئول من جنابکم ان لاتصدقوا کلامہ فی امری لان رجل سامری ھداہ اللہ الصراط المستقیم وثبتنا وایاکم علی دینہ القویم وصلی اللہ علی سیدنا ومطاعنا وشفیعنا محمدن المصطفٰے وعلی آلہ شموس الھدی واصحابہ بدرالدجی فقط۔

ثم ھذا المکتوب حین کنت نزیلا فی اکانفور سنۃ الف ومائتین واربعین الی السید البغدادی حین دسوسہ الجھال فبعد قراءۃ کتابی ھذا جاءنی متعذرا وقال لقد صدقت فیما الفت فی رسالتک وما قلت فیک کان من عدم درایۃ کلامک لان کلامک فی رسالتک کان ھندیا وانا رجل عربی لا افہم الھندی الرجل البنجابی قد افتری علیک واغلط فی الترجمۃ کثیرا فلا تغضب۔ تمت الرسالۃ المصنفۃ للعلامۃ النبیل محمد اسمعیل الدھلوی ابن الاخ للحبر الجلیل شاہ عبد العزیز غفر لھما۔ فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۴۵ تا ۵۷

سوال علمائے دین وفضلائے محققین موحدین سے یہ ہے، کہ کتاب مسمی بہ تقویۃ الایمان تصنیف مولوی اسماعیل صاحب کی، اور کتاب نصیحت المسلمین مولوی خرم علی صاحب کی، جس میں شرک کی برائی کا بیان ہے ان دونوں کا کیا حال ہے، آیا ان پر عمل کرنا اور ان کے موافق عقیدہ رکھنا ہدایت ہے یا گمراہی اور ان کا مضمون موافق اہل سنت کے ہے یا نہیں، اور جو شخص ان کے مصنفوں کو اور ان پر عمل کرنے والوں کو بہ سبب اس تصنیف کے اور عمل کے کافر اور گمراہ کہے اس کا کیا حال ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے

انہیں بلغو اتو چھوڑا۔ باتیں تو کوئی جاہل بھی نہیں کہہ سکتا، چہ جائے کہ کوئی عالم کرے، جناب سے درخواست ہے کہ آپ اس کی باتوں پر اعتبار نہ کریں وہ ایک سامری آدمی ہے اللہ اسے ہدایت دے۔
۱۲۴۰ھ میں میں کانپور میں مقیم تھا کہ جاہلوں نے سید بغدادی کے دل میں دوسے ڈالے جب میرا یہ خط اسکے پاس پہنچا تو وہ معذرت کرنے کے لئے تشریف لائے، اور فرمایا۔ کہ آپ کے رسالہ کا مضمون بالکل صحیح ہے چونکہ یہ رسالہ ہندی زبان میں تھا اور میں ہندی زبان سے ناواقف تھا اس آدمی نے آپ کے کلام کا غلط ترجمہ کر کے مجھے کو بہکایا، اور آپ پر بہت سے الزام لگائے اب آپ ناراض نہ ہوں۔ (شاہ اسمعیل شہید کے رسالہ کا اختتام ہوا)

الجواب: نصیحت المسلمین اس فقیر کی نظر سے نہیں گذری اور نہ اس کے مصنف کا تفصیلی حال معلوم ہے۔ لیکن اگر اس کتاب میں شرک کی برائی کا بیان ہے۔ تو اس کے اچھے ہونے میں کس کو کلام ہے، اور تقویۃ الایمان کو نظر اجمال سے دیکھا ہے باعتبار اصول اور اصل مقصود کے بہت خوب ہے۔ اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو ایسا دیکھا، کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا، یہ لوگ ان میں سے ہیں کہ جن کے حق میں حق سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

پس جو ان کو کافر اور گمراہ کہے، وہ آپ گمراہ ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

محمد صدر الدین	حررہ محمد صدر الدین

سائل لکھتا ہے کہ کتاب تقویۃ الایمان تصنیف مولوی اسمٰعیل صاحب کی اور کتاب نصیحۃ المسلمین مولوی خرم علی صاحب کی جس میں شرک کی برائی کا بیان ہے۔ الیٰ آخرہ فقط۔

الجواب: سب خاص اور عام پر ظاہر ہے، کہ شرک ایسی بری بلا ہے جس کے دفع کرنے اور مٹانے کو اور اس کی مذمت کے بیان کرنے کو سب انبیاء اور رسول ۲ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک علیٰ نبینا وعلیہم السلام بھیجے گئے اور سب صحیفے اور کتابیں آسمانی اور فرامین رحمانی تورات سے لے کر فرقان تک اسی شرک کی برائی و مذمت کے بیان میں نازل ہوئیں اور جو شخص زبان دان عربی واقف علوم دین و ماہر قواعد اصول شرع متین اول سے آخر تک قرآن شریف کو غور سے تلاوت کرے، اور اس کے مضامین عالی پر اپنے فکر صحیح اور سلیم نظر خرچ کرے اس مطلب کو صراحۃً پا دے گا۔ کہ مراد اور مقصود اور مہتم بالشان حضرت رب العالمین جل ذکرہ کا نزول قرآن سے

(۱) تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلادیں اور اچھے کام کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور یہی ہیں مراد پانے والے ہیں اور فرمایا ایمان والے اور مہاجر اللہ کی راہ میں رجان و مال سے کوشش کرنے والے اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت سے خاص کرے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے ۱۲

یہی دفع شرک اور اظہار توحید اور اثبات وحدانیت اپنی ذات پاک کا ہے اور یہی خلاصہ مضمون سب اذکار اور سب ادیان حقہ اور کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا ہے جس کو سب انبیاء و اولیا مقربین اور صوفیہ صافیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نفی اور اثبات سے تعبیر و بیان فرماتے ہیں، باقی مضامین اثبات رسالت و احکام معاد و احکام عبادت و معاش وغیرہ مبادی اور وسائل تحصیل اسی توحید ذاتی اور صفاتی حضرت رب العالمین کے ہیں اور یہ توحید ذاتی اور صفاتی حضرت رب الارباب کے بلا فرق و تفاوت کے سب دینوں اور مذاہب حقہ میں چلی آتی ہے کسی دین میں اس کا نسخ اور تبدیل ہوا، اور کلام برکت التیام حضرت خیر الاولین والآخرین رسول رب العالمین کا جو چھ کتابوں وغیرہ میں مندرج ہے جس کو صحاح ستہ کہتے ہیں وہ سب اسی شرک و بدعت کے دفع کرنے، اور اظہار توحید ذاتی اور صفاتی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت رسول اللہ میں بآواز بلند ناطق ہے اور حضرت خلفائے راشدین اور سب صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور علمائے مجتہدین اور محدثین صوفیہ صافیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دفع شرک و بدعت اور اثبات توحید ذاتی اور صفاتی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت رسول اللہ میں جس قدر سعی اور کوشش کر گئے ہیں ان کی کتابوں کے مطالعہ سے واضح و لائح ہے شکر اللہ سعیہم

اور متاخرین مثل امام غزالی اور امام رازی اور شیخ محی الدین ابن عربی اور حضرت قطب الاقطاب عبد القادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث اور شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین و شاہ عبد القادر محققین علمائے دہلی نے اسی دفع شرک اور بدعت میں اور اثبات توحید ذاتی اور صفاتی میں اور اعلائے کلمۃ اللہ و احیائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں طرح طرح سے مضامین رنگارنگ بیان فرماتے ہیں جو کچھ شک و شبہ ہو ان سابقین لوگوں کی کتابیں ملاحظہ کرے۔

الغرض اس مضمون میں یعنی بیان مذمت و برائی شرک و بدعت اور اثبات توحید ذاتی اور صفاتی حضرت واجب الوجود و فائق الجود اور اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت رسول اللہ

ہیں وحی آسمانی اور کلام نبوی اور جماہیر اہل سنت والجماعت از سلف تا خلف متفق اور معتقد ہیں، کسی کو اس میں مجال اختلاف اور انحراف کا نہیں ہے کیونکہ یہ عین ایمان ہے اس کا خلاف دین و ایمان کا خلاف ہے

پھر اب غور کیا چاہیئے، کہ جب یہ امر مانند آفتاب واضح ہو گیا، کہ کتاب تقویۃ الایمان تصنیف مولوی اسمٰعیل صاحب مغفور و مرحوم کی یا اور کوئی رسالہ مولوی خرم علی وغیرہ کا جس میں دفع شرک اور بدعت اور اثبات توحید ذاتی اور صفاتی اور اعلاے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان موافق قرآن مجید اور احادیث حمید کے ہو وہ سراسر مطابق مذہب اہل سنت و جماعت کے ہے، اس پر عمل کرنا، اور اس کے موافق عقیدہ رکھنا عین ہدایت ہے، مخالف اس کا مخالف اہل سنت و جماعت کا ہے مجیب نے تقویۃ الایمان کو اور رسالہ نصیحت المسلمین کو مطالعہ کیا، اس میں اول سے آخر تک آیات قرآن اور صحاح احادیث نبوی مندرج ہیں اقرار ان پر عین ایمان اور انحراف اور اعراض ان سے عین کفر ہے۔

مولوی خرم علی اپنی تحریر رسالہ میں دبیان مسائل میں اکثر تابع تحریر اور تقریر مولانا صاحب کے ہے، اور تحریر اور تقریر مولانا صاحب کی تقویۃ الایمان میں مثل تحریر و تقریر امام رازی مفسر تفسیر کبیر کے ہے، اور مسائل اور احکام مندرجہ تقویۃ الایمان موافق کتب سلف اہل سنت کے ہیں اور جب کہ یہ مضمون عالی مقصود اعظم متفق علیہ جماعت انبیاء اور اولیاء اور علمائے اولین و آخرین کا یعنی مضمون دفع شرک و بدعت اور اثبات توحید ذاتی اور صفاتی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف مقاصد دینی قرار پایا، پھر غور کیا چاہیئے۔ کہ جو کتاب محتوی اور حامل اس مضمون شریف کو ہے، وہ کس مرتبہ کی اشرف اور لائق تعظیم و تکریم ہو گی، اور تقویۃ الایمان میں اول سے آخر تک یہی مضمون شریف مندرج ہے۔

الحمدللہ، اس کتاب کی شرافت کس عالی درجہ میں علی الرغم مخالفان ثابت ہو گئی ہے

پس اندریں صورت منکر اور مخالف کتاب تقویۃ الایمان پر جو کہ مضمون توحید ذاتی اور صفاتی حضرت واجب الوجود کا ہے۔ انکار لازم آیا۔ اور جس پر یہ انکار لازم آیا وہ اشد و اغلظ کفار و منافقین میں شامل ہوا، پھر کیونکر ایسے بدعقیدہ کے پیچھے اہل سنت کی نماز درست ہو گی۔ ہاں اگر وہ یوں تقریر کرے، کہ مجھ کو بعضے مسائل فرعیہ مندرجہ تقویۃ الایمان میں شک و شبہ ہے، تو انشاء اللہ تعالےٰ ہم اس کے شک و شبہ کو رفع کر دیں گے، اس سے تین برس قبل مفضل امام بدایونی نے تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم تصنیف مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم پر دس شبہات لکھ کر ایک رسالہ مقولات عشر نام شائع کیا تھا سو اس کے جواب اور دفع شکوک میں ہم نے ایک کتاب نشر، نام فارسی زبان میں لکھدی ہے جس صاحب کو شوق ہو اس کا مطالعہ کرے۔

واضح ہو، کہ اس موقعہ پر حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب مغفور و مرحوم مصنف کتاب تقویۃ الایمان کے چند اوصاف اور محامد کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس راقم الحروف نے حضرت ممدوح کو بخوبی دیکھا، اور فیوض برکات زبانی ان کی صحبت سے اور انوار ایمانی ان کی مجالس وعظ و نصیحت میں پائے، اور ہزاروں منکرین خدائے تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب اور ہزاروں فاسقین دائم الخمر اور زانی بدکاران کی صحبت کی برکت سے تائب اور پارسا ہو گئے، حضرت مولانا، حافظ قرآن مجید ضابط احادیث رسول حمید، حاجی الحرمین الشریفین، عالم ربانی، باعمل، عارف معارف سبحانی باخبر غازی و مجاہد فی سبیل اللہ، مہاجر فی محبتہ رسول اللہ قامع بنیان شرک اور بدعت باعث احیائے سنت، حامی دین و ملت تھے، غرضکہ اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کو اس والا صفات نے محض محبت خدا و رسول میں نثار کر کے رتبہ شہادت کبریٰ حاصل کیا۔ اللّٰھم اوصلہ فی درجات رضوانک بفضلک ورحمتک[1]۔

نزدیک مجیب کے مولانا مرحوم مرتبہ اولیاء کاملین کا سا رکھتے ہیں، ان میں اولیاء

[1] اے اللہ اپنے فضل اور رحمت سے ان کو اپنی رضامندی کے درجات تک پہنچا دے ۱۲

سابقین کے سے اوصاف پائے جاتے ہیں، کیونکہ شرع شریف کی رو سے خدا کا ولی اور رسول کا مقبول وہی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کی صحبت میں خدا، رسول کی محبت زیادہ ہو وے اور ایمان صیقل پاوے، گناہ چھوٹیں اور عبادت بڑھے اللہ جل شانہ کا خوف اور رسول مقبول کی راہ کی محبت دل میں پڑے، دنیا سے بیزاری اور آخرت کے کاموں میں شوق زیادہ ہو سو یہ سب تو بیان حضرت مولانا ممدوح کی صحبت میں موجود تھیں، اور نیز ان کی مصنفہ کتب میں پائی جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو دیدہ بصیرت اور نور ایمان اللہ تعالے کی ہدایت سے ہے، وہ دریافت کر لیتے ہیں، اور جو لوگ بغاوت اور شقاوت ازلی میں گرفتار ہیں، وہ اس نور کی روشنی سے محروم اور بے نصیب ہیں، ایسوں کی شان میں یہ صادق ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ[1] اکثر آیات قرآنی و اشارات رحمانی و احادیث صادقہ حضرت رسول مقبول کے مولانا کے حال صافی پر منطبق و صحیح منطبق ہیں، مگر بخوف طوالت بعض کو ذکر کرتا ہوں قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ الآیۃ[2] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ الآیۃ[3]۔

الغرض مولانا صاحب کا اللہ تعالے کی راہ میں شہید ہونا، اور عالم دیندار متقی اور پرہیز گار اور محدث اور حافظ قرآن ہونا، آفتاب کی مانند ثابت ہے، اور وہ جو حدیث میں وارد ہے، العلماء ورثۃ الانبیاء[4] وہ ایسے ہی علماء کی شان میں ہے فنعم ما قیل[5] من سب العلماء فکانما سب الانبیاء ومن سب الانبیاء دخل فی حزب اعداء اللہ و رسولہ فاولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔ فقط

---

[1] یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ۱۲ [2] اور جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا، پھر اس کو موت نے پا لیا، تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ واقع ہو گیا ۱۲

[3] اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں، مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عنایت کیا ہے اس پر خوش ہیں ۱۲ [4] علماء لوگ نبیوں کے وارث ہیں ۱۲

[5] نہ بہت ہی اچھا کہا گیا ہے، کہ جس نے علماء کو گالی دی اس نے نبیوں کو گالی دی اور جس نے نبیوں کو گالی دی، تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے لشکر میں شامل ہوا، یہ لوگ شیطان کا لشکر ہیں، اور خبردار شیطان کا لشکر ہی خسارہ اٹھانے والا ہے ۱۲

ایسے دیندار عالمان ربانی کو کافر اور ان کی کتابوں کو، کہ جن میں بالکل آیات قرآنی اور احادیث نبوی مندرج ہیں برا کہنا یا برا جاننا اشد فسق ہے، بلکہ خوف کفر ہے۔ ایسے عقیدہ رکھنے والے پر شرح فقہ اکبر باب بیان کلمات میں ملا علی قاری نے اس روایت کا یوں ذکر کیا ہے وفی الخلاصۃ من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر و قیل یکفر باستخفاف العلماء وھو مستلزم لاستخفاف الانبیاء علیھم السلام لان العلماء ورثۃ الانبیاء انتھی ماخصا اور ایسے ہی شرح عقاید نسفی میں لکھا ہے المنع عن الصلوۃ خلف المبتدع فمحمول علی الکراھۃ اذ لا کلام فی کراھۃ الصلوۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذا اذا لم یؤد الفسق والبدعۃ الی حد الکفر فاما اذا ادی فلا کلام فی عدم جواز الصلوۃ یعنی ایسے عقیدے والے کے پیچھے جس کا فسق وبدعت حد کفر کو پہنچا ہو، نماز پڑھنا اور اقتدا کرنا جائز اور درست نہیں واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل۔ کتبہ العبد المسکین محمد تقی ختم اللہ لہ بالحسنی۔

محمد تقی خان	سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ...

سوال: آنکہ صاحب تذکیر الاخوان بر حاشیہ در بابے از بابہائے کتاب خود از عوارف المعارف نقل آوردہ کہ لا یؤمن احدکم حتی یکون الناس عندہ کالاباعر یعنی کسے مومن نہ خواہد شد تا وقتے کہ تمامی مردمان نزد او مثل پشک نہ شوند حق است یا نہ؟

الجواب: آنچہ صاحب تذکیر الاخوان نقل کردہ حق است فماذا بعد الحق الا الضلال عبارتہ ھکذا فی الباب الثالث والستین فی ذکر شیء من البدایۃ و النھایۃ لا یتحقق صدق واخلاصہ الا بالشیئین متابعۃ امر الشرع وقطع النظر

خلاصہ میں ہے جو کسی عالم سے بغیر کسی ظاہری سبب کے بغض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ علماء کی توہین کرنے کے باعث کافر ہو جاتا ہے اور علماء کی توہین انبیاء کی توہین کو مستلزم ہے کیونکہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔

سوال: صاحب تذکیر الاخوان نے اپنی کتاب کے ایک باب کے حاشیہ پر عوارف المعارف کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اس وقت تک کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ لوگ اس کی نگاہ میں مینگنی کی طرح بے بس نظر نہ آنے لگیں۔ کیا یہ عبارت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: صاحب تذکیر الاخوان نے جو عبارت نقل کی ہے درست ہے اس کا مضمون اس طرح ہے کہ ۶۳ ویں باب میں لکھتے ہیں، آدمی کا صدق و اخلاص دو چیزوں پر منحصر ہے پہلی شریعت کی اتباع اور دوسری تمام مخلوقات سے

عن الخلق فکل الآفات علی المبادیات لموضع نظرهم الی الخلق وبلغنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم حدیث انه قال لایکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عنده کالاباعر ثم هی ما فی العوارف لختے سخن در توکل افتاد، فرمود که اعتماد سے برحق باید کرد ونظر برہیچ کس نہ باید داشت، بعد ازاں بر لفظ مبارک بر زبان راند که ایمان کسے تمام نہ شود، تا ہمہ مخلوق نزد او ہم چنان نماید کہ پشک شتر، چنانکہ حضرت نظام الدین اولیاء در فوائد الفواد در جلد ثالث در مجلس ہشتم می فرمایند، پس مضمون ہر دو کتاب مذکور موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است، چنانکہ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الآیۃ وقال تعالیٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا وایضا ومن یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ الآیۃ۔

وہمہ مخلوقات را بہ پشک شتر تشبیہ دادہ است بنا بر عدم قدرت بر موجود بودن و معدوم شدن ایشان است باختیار خود یعنے پشک بہ نسبت انسان ناچیز وحقیر محض است طورے کہ خواہد آن را بگرداند، خواہ در آب اندازد، خواہ در آتش سوزاند، خواہ زیر پا بمالد و پراگندہ

(ہمیدیں منقطع کرلینا) اور زیادہ تر آفت اسی آخری چیز سے پیش آتی ہے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ کسی آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ لوگ اس کی نگاہ میں مینگنی کی طرح بے بس نظر نہ آنے لگیں۔ (عوارف المعارف)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فوائد الفواد میں بالکل یہی مضمون نقل کیا ہے، اور ان دونوں کتابوں کا مضمون کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس نے تم کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا یہ اللہ ہے تمہارا پالنے والا سو برکت والا ہے سارے جہانوں کا پالنے والا!'' سب تعریفیں اسی کو ہیں جو سارے جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے یا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے کشادگی بنا دیتے ہیں!' اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اسے کافی ہے وغیرہ من الآیات

اور یہ جو تمام مخلوقات کو اونٹ کی مینگنی سے تشبیہ دی ہے یہ صرف اس بات میں ہے۔ کہ کسی کو بھی معدوم چیز کو موجود کرنے کی یا موجود کو معدوم کرنے کی ذاتی طاقت نہیں ہے جس طرح مینگنی انسان کی بہ نسبت بالکل ناچیز اور حقیر ہے کہ جس طرح آدمی چاہے اس کو الٹ پلٹ سکتا ہے پانی میں پھینک سکتا ہے۔ آگ میں ڈال سکتا

دریزہ ریزہ کند مے توانند ہم چنان مخلوقات از عرش تا فرش باعتبار قدرت قاہرہ و سلطنت باہرہ او قادر مطلق و قاہر برحق عاجز و لاچار است، و در وجود و بقا بے اختیار و در طلب منافع و دفع مضار بمشیت و ارادہ ایزدی مقہور و مجبور بے شمار

تیغ بگرفت یکے گفت کہ نازم این ست ۔ سر فرو بردم و گفتم کہ نیازم این ست

قال اللہ تعالیٰ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ الاية ۔

گر مرا بر دار بند و بار بہر امتحان ۔ کیست کان ساعت بتیغ از دار بکشاید مرا

اعلم انه سبحانه وتعالى قرر في آخر هذه السورة ان جميع الممكنات مستندة اليه وجميع الكائنات محتاجة اليه والعقول والهة فيه والرحمة والجود والوجود فائض منه والآية دالة على ان الضر والخير واقعان بقدرة الله تعالى وبقضائه فيدخل فيه الكفر والايمان والطاعة والعصيان والسرور والآفات والخيرات والآلام واللذات والراحات والجراحات فبين وتعالى انه ان قضى لاحد شرا فلا كاشف له الا هو وان قضى لاحد خيرا فلا راد لفضله البتة انتهى ما في التفسير الكبير مختصرا ۔

ہے۔ پاؤں میں مسل سکتا ہے ریزہ ریزہ کر سکتا ہے ایسے ہی تمام مخلوقات فرش سے عرش تک خداوند کی قدرت کے سامنے مجبور و مقہور ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اگر خدا تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے" تو اسکو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر تیرا بھلا کرنا چاہے تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔

تفسیر کبیر میں امام رازی نے پانچویں پارہ کی اس آیت کے تحت بڑی تفصیل سے اس مضمون کو بیان کیا ہے لکھتے ہیں "تمام ممکنات اسی کی طرف منسوب ہے تمام کائنات اس کی محتاج ہے رحمت، سخاوت اور وجود اسی سے ملتا ہے یہ آیت بیان کر رہی ہے کہ نفع اور نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے کفر و ایمان طاعت و نافرمانی خوشی اور مصیبت خیرات اور دکھ، لذت و راحت اور زخم و بیماریاں سب اسی نفع و نقصان کی تفسیر ہیں اور یہ سب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

ودرتنہ وہ سطر قبل ازین می نویسد ان من عرف مولاہ فلو التفت بعد ذلك الی غیرہ کان ذلك شرکا وھذا ھو الذی تسمیۃ اصحاب القلوب بالشرك الخفی والقید السادس قولہ تعالیٰ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ الممکن لذاتہ معدوم بالنظر الی ذاتہ موجود بایجاد الحق واذا کان کذلك فما سوی الحق فلا وجود لہ الا بایجاد الحق وعلی ھذا التقدیر فلا نافع الا الحق ولا ضار الا الحق فکل شئ ھالك الا وجہہ واذا کان کذلك فلا حکم الا اللہ ولا رجوع فی الدارین الا الی اللہ ثم قال فی اخر الایۃ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ من سورۃ یونس یعنی لو استغنت بطلب المنفعۃ والمضرۃ من غیر اللہ فانت من الظالمین لان الظلم عبارۃ عن وضع الشئ فی غیر موضعہ فاذا کان ما سوی الحق معزولا عن التصرف کانت اضافۃ التصرف الی ما سوی الحق وضعا للشئ فی غیر موضعہ فیکون ظلما فان قیل فطلب الشبع من الاکل والری من الشرب ھل یقدح فی ذلك الاخلاص قلنا لا لان وجود الخبز وصفاتہ کلھا بایجاد اللہ وتکوینہ وطلب الانتفاع بشئ خلقہ اللہ للانتفاع بہ لا یکون منافیا للرجوع بالکلیۃ الی اللہ الا ان شرط ھذا الاخلاص ان لا یقع بصر عقلہ علی شئ من ھذہ الموجودات الا ویشاھد بعین عقلہ انھا معدومۃ بذواتہا وموجودۃ بایجاد الحق وھالکۃ بانفسہا وباقیۃ بابقاء الحق فحینئذ یری ما سوی الحق عدما محضا بحسب انفسہا ویری نور وجودہ وفیض احسانہ عالیا علی الکل انتہی ما فی التفسیر الکبیر من الجزء الخامس۔

اور اس سے نو دس سطر پہلے لکھتے ہیں اگر کوئی آدمی اپنے مولا کو پہچاننے کے بعد غیر کی طرف متوجہ ہو تو اہل اللہ کے نزدیک ایسا آدمی مشرک ہے اور اگر کوئی آدمی اعتراض کرے کہ بھوکا روٹی کی طرف توجہ کرتا ہے پیاسا پانی کی طرف توجہ کرتا ہے تو کیا یہ مشرک ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ مشرک نہیں ہے کیونکہ روٹی یا پانی کا وجود اور اس کی سیر کرنے کی صفت سب اللہ تعالیٰ کی ایجاد و تکوین سے ہے تو ان کی طرف توجہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ توجہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔ صرف اتنا خیال رکھنا چاہیے کہ تمام چیزیں بذات خود معدوم ہیں، اور خدا تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں۔ جب انسان کی نگاہ یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر تمام مخلوقات اس کی نگاہ میں نیستی کی طرح ہے حقیقت نظر آتی ہیں

از پشک نشتر زیرا کہ ساحت جولان گاہ قہر و جلال لایزال ایزد متعال قابل توبہ شدید المحال ازبس وسیع و فسیح است، ہر کہ دران دشت خار خونخوار ناپید اکنار تجاکساری اصل خود ذرہ وار گرد راہ تسلیم در ضار الحل الجواہر بصیرت گرداند مردِ جلیج است۔

شہواریکہ منم گردہ جولانش آفتاب از شرہ جاروب کش میدانش

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

حنفی علماء کرام کا فتویٰ

تقویۃ الایمان اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی نسبت

سوال. کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کتاب تقویۃ الایمان مولانا صاحب شہید علیہ الرحمۃ کیسی ہے۔؟ اور درس میں رکھنے کے قابل ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ تقویۃ الایمان گمراہ کرنے والی کتاب ہے۔ اور اس کا بتانے والا اور پڑھنے پڑھانے والا گمراہ ہے۔ اور اس کو پھاڑ کر جلا دینا چاہیئے. شخص مذکورہ کا یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے۔ بلکہ لوگوں کو اس بات کی ترغیب بھی دے کہ تقویۃ الایمان اگر تمہارے ہاتھ لگے تو جلا کر تاپ سو جواب باصواب سے بہت جلد مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں. ۱۳۴۶ھ والسلام. ابراہیم سیکرٹری مدرسہ محمدیہ لشکر گوالیار ۹ ربیع الثانی

الجواب. کتاب تقویۃ الایمان اسم بامسمیٰ کتاب ہے۔ در حقیقت اس سے ایمان قوی ہوتا ہے اس کو پاس رکھنا اور دیکھنا موجب ہدایت و قوت ایمانی ہے ایسی کتاب کو گمراہ کرنے والی کتاب کہنا جہالت و ضلالت ہے سچ ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۝ قرآن شریف کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا اگر تقویۃ الایمان کو بھی اہل بدعت گمراہ کرنے والی کتاب کہیں تو کیا مستبعد ہے۔ جو شخص اس کتاب کو جلانے اور پھاڑنے کی ترغیب دے وہ خود گمراہ اور دین حق سے منحرف ہے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند. دستخط بعہ مہر ۵ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ

الجواب :۔ یہ کتاب بالکل قرآن و حدیث کے مطابق ہے جس شخص میں بد فہمی نہ ہو کہ نیز عنوان (یعنی صاف اور بے لوث) سے متوحش نہ ہو جائے، اس کے درس کے قابل ہے جو شخص اس کتاب کو گمراہ کنی اور برا کہتا ہے، وہ قائل یا جاہل ہے، یا معاند فقط۔ (مولوی) اشرف علی تھانوی)

الجواب :۔ کتاب تقویۃ الایمان اچھی کتاب ہے اس میں آیات و احادیث بھی بہت ہیں جو شخص از راہ تعصب اس کو جلانے کا حکم دیتا ہے وہ سخت خاطی اور گنہگار ہے اس میں شرک بدعت سے ممانعت اور صراط مستقیم و سنت کی ہدایت ہے (مولوی) کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب:۔ کتاب تقویۃ الایمان بہت عمدہ کتاب ہے اور راہ حق بتانے والی کتاب ہے اس کے مصنف مولانا اسمٰعیلؒ صاحب شہید عالم حقانی ہیں وہ مقبول بارگاہ ہیں خدا کی راہ میں انہوں نے جان دی ہے اور شہید ہوئے ہیں ان کی طرف یا ان کی کتاب نسبت برے الفاظ کہنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ورنہ مورد عتاب باری تعالیٰ ہوگا۔ مَنْ عَادَلِی وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس کو میں مطلع کرتا ہوں کہ اس سے میری لڑائی ہوگی۔ معاذ اللہ عنہ (مولوی) محمد شفیع عفی عنہ (مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی

(مولوی) عبدالوہاب صاحب مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی

الجواب:۔ کتاب مذکورہ مصنفہ شہید علیہ الرحمۃ ایمان کو قوت دینے والی ہے جیسا کہ اسے کے نام سے ترشح ہوتا ہے۔ واقعی ایمان کی تقویت ہی ہے۔ مطالعہ اور درس میں رکھنے کے قابل ہے۔ جو شخص اس کو گمراہی کا ذریعہ کہتا ہے۔ اس کو پھاڑنے جلا دینے کا حکم دیتا ہے۔ (اس سوال میں قبروں پر عرس اور چڑھاووں کا۔ اضافہ تھا لہٰذہ اگلا جواب مطابق سوال ہے۔) یا قبروں کا عرس ان پر چادر چڑھانے کو جائز کہتا ہے مبتدع ہے۔ اس کا یہ عقیدہ اور اس کی ترغیب نا درست ہے، شاہ عبدالعزیز چادر چڑھانے کو لغو فرماتے ہیں اس طرح قبور پر کھانا مٹھائی وغیرہ لے جانے کو بت پرستوں کے چڑھاوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزیہ، (مولوی) مدرس) ولائیت احمد

(مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی)

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً۔ تقویۃ الایمان قمع بدعات سیئہ رسومات شنیعہ میں بے نظیر کتاب مجالس الابرار کی طرح رد بدعت میں کارآمد کتاب ہے کہ اس کتاب کے زمانے میں کسی نے نکتہ چینی نہیں کی۔ اس زمانہ کے اہل ہوا اپنا گروہ بنانے کے لیئے اس کتاب کو ہوا بناتے ہیں اس کے مصنف قاطع بدعت حامی سنت مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید ہوئے۔ الغرض شاہ صاحب کے مخالف تقویۃ الایمان کو برا کہنے والے مبتدع لوگ ہیں ان کی بات کا اعتبار نہیں۔ فقط (مولوی) محمد اسحاق مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی۔

الجواب:۔ کتاب تقویۃ الایمان میں ہدائیت وسنت قباحت بدعت ورہنمائے توحید برائی شرکت مذکور ہے اس دین متین میں نہائیت ہی مضبوط کتاب ہے، جو شخص اس کتاب کی

نسبت کلمات لایعنی بیہودہ کہتا ہے وہ شخص بدعتی ہے اس سے نفرت و پرہیز کرنا لازم ہے قبور اولیاء وغیرہ کی موضع عبرت ہے نہ کہ موضع میلہ و خیالی امور مخترعہ و بدعات سیئہ ان کو ترک کرنا لازم ہے۔

(مولوی) انوار الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

الجواب، کتاب تقویۃ الایمان اسلامی کتاب ہے۔ اس میں شرک و بدعت کی تفصیل کی گئی ہے۔ مولوی اسمٰعیل شہید کی اردو میں تصنیف کی گئی ہے اس میں شرک کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ دوسری اردو کتابوں میں نہیں ملے گی۔ اس کو درس میں رکھنا چاہیئے اور جو شخص اس کو پھاڑ دینا اور جلا دینا بہتر اور ضروری سمجھتا ہے وہ دین الٰہی سے اور اسلام سے جاہل خود گمراہ اور گمراہی کی تعلیم لوگوں کو کرنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص سے الگ رہنا اور بچنا ضروری ہے۔ (کتبہ ابو الفضل محمد حفیظ اللہ مہتمم دار العلوم ندوہ لکھنؤ)

الجواب، صحیح۔ واللہ اعلم بالصواب ابو النعمان محمد شبلی مدرس دار العلوم دیوبندیہ ندوہ لکھنؤ ۲۱ اکتوبر ۲۷ء

الجواب، مولوی اسمٰعیل شہید عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال رہے اور آخر کار جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید ہوئے اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا پڑھنا اور رکھنا عین ثواب ہے۔ اور موجب ثواب کا ہے اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے وہ خود کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے مولوی اسمٰعیل صاحب سے اہل بدعت کو اس واسطے عداوت ہے کہ انہوں نے بدعات کو ظاہر کرکے خوب قلع قمع کیا ہے اہل بدعت کے بازار کو بے رونق کر دیا ہے۔ اس واسطے اس صاحب سے یہ لوگ بدعتی ناخوش ہو گئے اور سب و شتم کرنے لگے جیسا روافض صاحب سنت اور شیخین رضی اللہ عنہما سے عداوت کرکے طعن کرتے ہیں بہرحال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل صاحب کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

(مولوی) رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۶۹۰۳)

اخبار محمدی دہلی جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۱۳ بابت ۱۵ مارچ ۱۹۲۹ء

نسبت کلمات لایعنی بیہودہ کہتا ہے وہ شخص بدعتی ہے اس سے نفرت و پرہیز کرنا لازم ہے قبور اولیاء وغیرہ کی موضع عبرت ہے نہ کہ موضع میلہ و رنگ غالی امور مخترعہ و بدعات سیئہ ان کو ترک کرنا لازم ہے۔

(مولوی) انوار الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

الجواب۔ کتاب تقویۃ الایمان اسلامی کتاب ہے۔ اس میں شرک و بدعت کی تفصیل کی گئی ہے۔ مولوی اسمٰعیل شہیدؒ کی اردو میں تصنیف کی گئی ہے اس میں شرک کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ دوسری اردو کتابوں میں نہیں ملے گی۔ اس کو درس میں رکھنا چاہیئے اور جو شخص اس کو پھاڑ دینا اور جلا دینا بہتر اور ضروری سمجھتا ہے وہ دین الٰہی سے اور اسلام سے جاہل خود گمراہ اور گمراہی کی تعلیم لوگوں کو کرنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص سے الگ رہنا اور بچنا ضروری ہے۔ (کتبہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مہتمم دار العلوم ندوہ لکھنؤ)

الجواب۔ صحیح۔ واللہ اعلم بالصواب ابو النعماد محمد شبلی مدرس دار العلوم دیوبند ندوہ لکھنؤ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء

الجواب۔ مولوی اسمٰعیل شہید عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال رہے اور آخر کار جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید ہوئے اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا پڑھنا اور رکھنا عین ثواب ہے۔ اور موجب ثواب کا ہے اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے وہ خود کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے مولوی اسمٰعیل صاحب سے اہل بدعت کو اس واسطے عداوت ہے کہ انہوں نے بدعات کو ظاہر کرکے خوب قلع قمع کیا ہے اہل بدعت کے بازار کو بے رونق کر دیا ہے۔ اس واسطے اس صاحب سے یہ لوگ بدعتی ناخوش ہو گئے اور سب و شتم کرنے لگے چہار رافضی صاحب سنت اور شیخین رضی اللہ عنہما سے عداوت کرکے طعن کرتے ہیں بہرحال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل صاحب کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

(مولوی) رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۶۹، ۳)

اخبار محمدی دہلی جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۱۳ بابت ۱۵ مارچ ۱۹۲۹ء

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ کوئی البشر کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ ایک حضرت جاہل مسلمانوں میں نہایت زور کے ساتھ علی الاعلان عقیدہ مندرجہ بالا کو لکھتے ہیں۔ کہ خاص اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے پس سوال یہ ہے کہ اگر ایساہی عقیدہ عندالشرع درست ہے اور خاص اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ تو سب کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اور اگر عندالشرع درست نہیں ہے اور خلاف عقیدہ اہل سنت۔ تو جواب شافی فرمایا جاوے کہ ایسے عقیدے والے کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بھی ہوگی یا نہیں۔ کیونکہ غریب ناواقف مسلمان گرداب بلا میں مبتلا ہو کر تباہ ہو جاویں گے۔ یہ معاملہ عقائد کا ہے بینوا توجروا

الجواب۔ اگر شخص مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ نفع وضرر حقیقت میں خدا ہی کی جانب سے ہوتا ہے۔ خدا کے سوا کسی اور میں یہ طاقت نہیں ہے کہ کسی کو بغیر اذن خدا کے نفع وضرر پہنچا دے تو یہ عقیدہ بے شک اہل سنت والجماعت کا ہے اور ایساہی عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہیے اس عقیدہ کے حق ہونے پر متعدد آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ صاف اور صریح طور پر دلالت کرتی ہیں قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ[1] اور اگر شخص مذکور کا یہ مطلب ہے کہ انسان مجبور محض ہے اس کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے اس کی حرکات مثل جمادات کے ہیں تو یہ عقیدہ بالکل غلط وباطل ہے اور یہ عقیدہ فرقہ جبریہ کا ہے ایسے عقیدہ باطلہ سے ہر مسلمان کو بچنا فرض ہے ایسے عقیدے سے ان آیتوں کا انکار لازم آتا ہے هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ[2]۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ[3]۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[4]

ایسے عقیدہ باطلہ والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین   فتاوٰی نذیریہ جلد اول ص ۱۹، ۲۰

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

---

[1] آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں۔ مگر جو اللہ چاہئے وہ ہی ہوگا ۱۲

[2] تم صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے ۱۲

[3] پھر جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے ۱۲

[4] بدلہ ہے ان چیز کا جو وہ کیا کرتے تھے ۱۲

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ کوئی البشر کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ ایک حضرت جاہل مسلمانوں میں نہایت زور کے ساتھ علی الاعلان عقیدہ مندرجہ بالا کو کہتے ہیں۔ کہ خاص اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے پس سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہی عقیدہ عند الشرع درست ہے اور خاص اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ تو سب کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اور اگر عند الشرع درست نہیں ہے اور خلاف عقیدہ اہل سنت۔ تو جواب شافی فرمایا جاوے کہ ایسے عقیدے والے کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بھی ہو گی یا نہیں۔ کیونکہ غریب ناواقف مسلمان گرداب بلا میں مبتلا ہو کر تباہ ہو جاویں گے۔ یہ معاملہ عقائد کا ہے بینوا توجروا

الجواب :- اگر شخص مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ نفع و ضرر حقیقت میں خدا ہی کی جانب سے ہوتا ہے۔ خدا کے سوا کسی اور میں یہ طاقت نہیں ہے کہ کسی کو بغیر اذن خدا کے نفع و ضرر پہنچا دے تو یہ عقیدہ بے شک اہل سنت والجماعت کا ہے اور ایسا ہی عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہیے اس عقیدہ کے حق ہونے پر متعدد آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ صاف اور صریح طور پر دلالت کرتی ہیں قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ[1]۔
اور اگر شخص مذکور کا یہ مطلب ہے کہ انسان مجبور محض ہے اس کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے اس کے حرکات مثل جمادات کے ہیں تو یہ عقیدہ بالکل غلط و باطل ہے اور یہ عقیدہ فرقہ جبریہ کا ہے ایسے عقیدہ باطلہ سے ہر مسلمان کو بچنا فرض ہے ایسے عقیدے سے ان آیتوں کا انکار لازم آتا ہے هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ[2]۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ[3]۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[4]
ایسے عقیدہ باطلہ والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین　　فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۹، ۲۰

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

---

[1] آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں۔ مگر جو اللہ چاہیے وہ ہی ہو گا ۱۲

[2] تم صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے ۱۲

[3] پھر جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے ۱۲

[4] بدلہ ہے ان چیز کا جو وہ کیا کرتے تھے ۱۲

(۱) زید مریض کو دیکھ کر بولا کہ اکثر حاکم حکما بول کہتے ہیں کہ ہماری دوا استعمال کرتے ہی اس مریض کو آرام ہوگا۔ حالانکہ آرام نہیں ہوتا ہے۔ اس پر خالد نے بنگلہ۔ زبان میں بطور استفہام انکاری کے یوں کہا۔ کہ جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہوتا ہے کہ کیا وہ لوگ خدا کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آیا اس کہنے پر خالد عاصی ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر سہواً یا خطاءً کلمہ کفر کسی مومن کی زبان پر جاری ہو۔ اس کا کیا حکم ہے کافر ہوگا یا نہیں۔

(۳) اگر شخص خالد مذکور کو یا شخص کا خاطی مذکور کو کافر کہے اس کیا حکم ہے؟ بینوا بالدلیل وبرہان توجروا عند الرحمٰن۔

الجواب (۱) ہرگز خالد عاصی نہیں۔ کیونکہ قول خالد کا یہاں بطور استفہام انکاری کے ہے اور استفہام انکاری جس پر داخل ہوتا ہے۔ اس کا مقصود ہوتا ہے۔ یعنی اگر مثبت پر داخل ہو تو مراد منفی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ[1] اور اگر استفہام انکاری منفی پر داخل ہو۔ تو مراد مثبت ہوتا ہے جیسا کہ قول اللہ پاک کا۔ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ[2]۔ وقولہ تعالیٰ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ[3]۔ اور جب استفہام بلا قرینہ ہو۔ تو دو احتمال رکھتا ہے تقریری اور انکاری لیکن متکلم جو مراد لے گا وہی متعین ہوگی اس کو متکلم ہی خوب جانتا ہے غیر کو کیا دخل ہے اور اگر قرینہ خواہ حالیہ یا مقالیہ موجود۔ تو مخاطب بھی سمجھ سکتا ہے اس محل میں قرینہ مقالیہ موجود واظہر من الشمس ہے کیونکہ جب زید بولا کہ اکثر حکما بولتے ہیں۔ کہ ہماری دوا استعمال کرتے ہی اس مریض کو آرام ہوگا حالانکہ آرام نہیں ہوتا ہے اس پر خالد بولا کہ کیا وہ لوگ خدا کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ یعنی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر ہوتے تو آرام کیوں نہیں ہوتا۔ پس کلام زید کا قرینہ ہے اس بات پر کہ کلام خالد میں استفہام انکاری ہے پس جب کہ خالد انکار کر رہا ہے کہ وہ لوگ خدا کے خالہ زاد بھائی نہیں ہیں اور اس کے لئے قرینہ بھی موجود ہے تو خالد اس کلام کے کہنے پر عاصی نہیں ہوگا

---

[1] اپنی نگاہوں کو بار بار گھماؤ۔ کیا تو کسی قسم کا نقص دیکھتے ہو ۱۲
[2] کیا یہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر سکے ۱۲
[3] کیا خداوند تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہیں ۱۲

(۲) سہواً یا خطاءً کلمہ کفر کہنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے رفع[1] عن امتی الخطاء والنسیان وفی العالمگیریۃ[2] الخاطی اذا جری علی لسانہ ما کلمۃ الکفر خطاء لم یکن ذلک کفرا عند الکل کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

(۳) جب عدم کفر خالد شخص خاطی مذکور کا قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت ہوا تو اب جو شخص ان دونوں کو یا ایک کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری جلد ثانی ص ۸۹۲ میں ہے

عن ابی ذر انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ردت[3] علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک ھکذا فی احکم الکتاب۔ حررہ محمد حمید الرحمن

سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق۔ اگرچہ خالد نے جن مقصود وغرض سے کلمہ مذکورہ۔ یعنی کیا وہ لوگ خدا کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ کو استعمال کیا ہے۔ اس مقصود وغرض کے لحاظ سے وہ بے شک عاصی نہیں ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں اس کا استعمال کرنا سوء ادب سے خالی نہیں ہے مثال کے طور پر سمجھو کہ اگر خالد مذکور کی شان میں کوئی شخص استفہام انکاری کے طریقہ پر یوں بولے۔ کہ کیا خالد بدمعاش ہے یا یوں بولے۔ کہ کیا خالد حرام زادہ ہے تو خالد کو یہ کلمہ ضرور ناگوار [illegible] گا لاالہ ہرگز اپنے لئے ایسے کلمہ کے استعمال کرنے کی جازت نہیں دے گا۔ اگرچہ استفہام انکاری کے طریقہ پر اس کلمہ کے بولنے سے مطلب یہ ہے کہ خالد بدمعاش نہیں ہے اور خالد حرام زادہ نہیں ہے۔ پس اسی طور سے سمجھو۔ کہ اگرچہ خالد کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ لوگ خدا کے خالہ زاد بھائی نہیں ہیں۔ مگر یہ کلمہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ جناب باری جل وعلی کی شان میں استعمال کیا جائے۔ پس خالد کو چاہئے۔ کہ آئندہ اس کلمہ کے بولنے سے احتراز کرے۔ اور

---

[1] میری امت سے خطا اور نسیان اٹھا لیا۔ معاف کر دیا گیا ہے ۱۲

[2] فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر غلطی سے کسی گنہگار کی زبان کفر کا کلمہ جاری ہو جائے اس طرح کہ وہ کوئی ایسی بات کہنا چاہتا تھا۔ جو کفر نہیں تھی لیکن سبقت اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو یہ سب کے نزدیک بالاتفاق کفر نہیں ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی طرح ہے ۱۲

[3] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو آدمی کسی کو فاسق ہونے کی تہمت لگائے یا اسے کافر کہے تو اگر وہ آدمی فاسق یا کافر نہ ہو تو وہ فسق یا کفر فتویٰ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے قرآن مجید کا فیصلہ بھی یہی ہے ۱۲

اس مطلب کے ادا کرنے کیلئے اس کلمہ کو بولا ہے وہ اور کلمات سے بھی ادا ہو سکتا ہے۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارک پوری عفا اللہ عنہ

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۱۰۲

اھانۃ الانبیاء

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی تعلی میں یا وصف کہ افراد انسان میں سے ایک فرد مبتذل ہو۔ انبیاء کرام سے اپنی برتری بیان کرے اور اس شعر کے ساتھ تفاخر کناں ہو کر اپنی بڑائی میں زبان کو نجاست آلودہ کرے شعر ؎

تکیہ ام بر ذات پاکت یار عصائے عشق بود ارکلیم اللہ اعلیٰ پایئہ بالائے من۔

آیا بسبب اہانت اور استحقاف انبیاء اللہ کے یہ شخص کافر ہے یا باوجود ایسی دریدہ دہنی اور بے ادبی کے ہنوز مومن ہے

الجواب۔ در صورت والمرقومہ مستفتی و صدق سائل جو شخص کہ اپنے تئیں افضل اور اکمل اور برتر تمامی انبیاء سے جانے اور کہے وہ بلا شک کافر ہے اور بے تامل قابل قتل ہے اور وہ بلا ریب مہین اور منقص اور مستخف انبیاء علیہ السلام کا ہے اور منکر قرآن اور احادیث متواتر کا۔ کیونکہ بحسب اعتقاد اس شخص کے مفضول ہوئے اور یہ فاضل حالانکہ تفضیل نبی کی امتی پر قرآن اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہے اور باوجود اس عقیدہ مذمومہ کے بطعن پیش آوے اور تفوہ کرے کہ چرا تکیہ اور اعتماد اوپر ذات الٰہی کے ہے اور حضرت موسیٰ کا تکیہ اوپر اعتماد کے معاذ اللہ پھر کون سا اس کے کفر میں شک رہا رہی یہ بات کہ اگر ایسا شخص توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول ہے یا نہیں۔ بعضے ائمہ دین حکم دیتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے اور توبہ نہ قبول کی جائے اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ توبہ قبول کی جائے۔ کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ میں ہے۔ من شتم الانبیاء او احدا منهم او تنقصه قتل ولم يستتب الخ۔ وقال ابو حنيفة واصحابه على اصلهم من كذب باحد

من الانبیاء او تنقص احدا منھم او برئ او شک فی شئ من ذلک فھو مرتد فقط۔

محمد شفیع　　محمد یعقوب

الجواب صحیح

سید محمد نذیر حسین

(فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۱۸)

بائد دانست کہ ازین حدیث دان اراد۔ عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی چنانچہ صاحب حصن حصین از طبرانی نقل کردہ کسے کہ استدلال وحجت گیرد درباب استعانت ومدد خواستن بغیر او تعالیٰ جل شانہ از اموات چہ اعلیٰ وچہ ادنیٰ جائز نیست ونمی تواند شد بچند وجوہ ودا امورے کہ موجبات شرک وکفر باشد

وجہ اول۔ آنکہ در سند این حدیث ابن حسان راوی ضعیف است کما قال الہیثمی ودیگر راوی درین حدیث عتبۃ بن غزوان مجہول الحال است کما قال فی التقریب من کتب اسماء الرجال۔ پس بنابر ضعیف ومجہول الحال بودن راوی این حدیث قابل اعتماد نیست

ترجمہ مسئلہ۔ صاحب حصن حصین نے طبرانی کی حدیث نقل کی ہے۔ کہ اگر مدد طلب کرنا چاہئے تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے میری مدد کرو۔ اس سے خدا تعالیٰ کے سوا مددوں سے مدد مانگنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے خواہ وہ مردے اعلیٰ مرتبہ کے ہو یا ادنیٰ درجہ کے اس سے استدلال کرنا کئی طرح سے غلط ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی ابن حسان تو ضعیف ہے اور دوسرا عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے۔

ل جو آدمی کسی نبی کو گالی دے۔ یا اس کی توہین کرے۔ اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے الخ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں کا فتویٰ ہے۔ کہ جو شخص کسی نبی کو جھٹلائے یا اس کی توہین کرے یا اس سے بیزاری کا اظہار کرے اس کی نبوت میں شک کرے وہ کافر ہے ۱۲

واحتیاج نماندہ ومراد از عباد اللہ ملائکہ حفاظت کنندگان ونگہبان ہستند نہ اموات چنانکہ در فیض القدیر شرح جامع صغیر مذکور است حیث قال فی فیض القدیر ان للہ ملائکۃ فی الارض یسمون الحفظۃ یکتبون ما یقع فی الارض من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ واحتیاج الی عون بفلاۃ من الارض فلیقل اعینونی یا عباد اللہ رحمکم اللہ فان یحصل ان شاء اللہ رواہ ابن السنی والطبرانی من حدیث الحسن بن عمر وعن ابن حسان عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن ابن بریدۃ عن ابن مسعود قال ابن حجر حدیث غریب وفیہ معروف وقالوا فیہ منکر الحدیث و قد تفرد بہ وفیہ انقطاع بین ابن بریدۃ وابن مسعود انتہی۔ وقال الہیثمی فیہ معروف بن حسان ضعیف قال وجاء فی معناہ خبر اخرجہ الطبرانی بسند منقطع عن عتبۃ بن غزوان مرفوعاً اذا اضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی ثلاثا فان للہ عباداً لا نراھم الی اخر ما فی فیض القدیر شرح جامع الصغیر پس حدیث حجت مدد خواستگان از موتی ثابت نمی شود دوم آنکہ اگر مورد این حدیث را بر جلب منافع وسلب مضار وسبب فراخی وتنگی وصحت ومرض وطلب رزق وفرزند ودیگر حاجات از غیر خدا تعالیٰ حمل کنی۔ پس این اصلاً جائز نخواہد شد زیرا کہ این معنی را آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ واجماع امت قرون ثلثہ وغیرہ ردمی کند۔ چہ این خبر واحد معارض ومقابل قرآن شریف نمی شود۔ اگرچہ این خبر بسند صحیح باشد چہ جائیکہ بسند ضعیف ومنکر باشد یرد خبر الواحد فی معارضۃ الکتاب لان الکتاب مقدم لکونہ قطعیا متواتر النظم لا شبہۃ فی سندہ کما فی التوضیح والتلویح

ترجمہ۔ لہٰذا یہ حدیث حجت اور استدلال کے قابل نہیں ہے اور اللہ کے نیک بندوں سے مراد حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں نہ کہ مردے جیسا کہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں اس کی پوری تشریح اور تصریح کی گئی ہے اور اس حدیث کو ابن السنی نے بھی اسی سند سے روایت کیا ہے لہٰذا اس کی ... روایت بھی قابل استدلال نہیں ہے لہٰذا مردوں سے مدد مانگنے والوں کا اس حدیث سے استدلال درست نہ ہوا۔

وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در حجۃ اللہ البالغہ می نویسند کہ ومنہا (ای من مظنات الشرک) انہم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجہم وجاہر کتھا ناوجب اللہ علیہ ان یقولوا فی صلواتہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ وقال اللہ تعالیٰ ولا تدعوا مع اللہ احداً ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قال بعض المفسرین بل ھو الاستعانۃ لقولہ تعالیٰ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ انتہیٰ خلاصہ مافی حجۃ اللہ البالغہ پس از آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ واز آیت وَاسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ واز آیت وَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا وغیرہ استعانت بغیر خدا تعالیٰ در امورے کہ موہم شرک باشد ناجائز شد وموجب شرک والہذا احمد طاہر محدث در مجمع البحار گفتہ است کہ ان قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسألہم الحوائج فہذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانت حق اللہ وحدہ انتہیٰ کلامہ۔

وجہ سوم۔ آنکہ مخالف ومعارض ازین حدیث مذکور در مضمون واحد حدیثے دیگر نیز در طبرانی وابن ابی شیبہ وارد شدہ ودر حصن حصین موجود است۔ خلاصہ مضمونش آنیکہ وقت گم شدن یا گریختن غلام خدا تعالیٰ را ندا کردہ بگوید یا اللہ یا باز گردان چیز گم شدہ وگریختہ را قال فی حصن حصین واذا ضاع لہ شئی اوابق اَللّٰہُمَّ رَادَّ الضَّالَّۃِ وَھَادِیَ الضَّلَالَۃِ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس حدیث کا مطلب یہ لیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور سے منافع کے حصول اور مصائب کے دور کرنے میں یا رزق کی تنگی یا فراخی میں یا صحت و بیماری کے متعلق مدد حاصل کی جائے۔ تو یہ قطعاً ناجائز ہے۔ کیونکہ قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ اور قرون ثلاثہ میں امت کا اجماع اس کی تردید کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تب بھی قرآن مجید کے معارض نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ حدیث بھی ضعیف ہو۔ جیسا کہ توضیح وتلویح میں مذکور ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ مشرک لوگ اللہ کے سوا اوروں سے مدد مانگا کرتے تھے لہذا ان کو حکم دیا گیا کہ نماز میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ۔ کہو اور وَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اور یہاں دعا سے عبادت مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔ بلکہ اس سے مدد مانگنا مراد ہے

کآدمکم ونوح کنوحکم وعیسیٰ کعیسکم وقال صحیح الاسناد۔

وقال[1] ابن جریر حدثنا عمرو بن علی ومحمد بن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس انه قال فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم ونبی کنبیکم اور ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔ ویدل[2] للقول الظاھر ما رواہ ابن جریر من طریق شعبة عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس فی ھذہ الایة وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ، قال فی کل ارض مثل ابراھیم ونحو ما علی الارض من الخلق ھکذا اخرجه مختصرا واسنادہ صحیح واخرجه الحاکم والبیہقی من طریق عطاء بن السائب عن ابی الضحی مطولا واوله الی سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم قال البیہقی اسنادہ صحیح الا انه شاذ انتہی۔ اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں مرقوم ہے۔ ومما ذل التعجب من تصحیح الحاکم له حتی ذانیت البیہقی قال اسنادہ صحیح ولکنه شاذ بمرۃ اور تفسیر درمنثور میں مسطور ہے۔ عبد بن حمید وابن المنذر وابن جریر عن ابن عباس فی قوله وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ قال لوحدثتکم بتفسیرھا لکفرتم وکفرکم تکذیبکم بھا واخرج[3] ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححه والبیہقی فی

تمہارے نبی جیسا نبی ہے اور اس کی سند صحیح ہے ۱۲

[1] اور ابن جریر نے کہا کہ ہم کو عمرو بن علی اور محمد بن مثنی نے حدیث سنائی۔ انہوں نے محمد بن جعفر سے سنی اس نے شعبہ سے اس نے عمرو بن مرہ سے اس نے ابوالضحی سے اس نے ابن عباس سے آپ نے کہا کہ ہر زمین میں ایک آدم ہے تمہارے آدم جیسا اور نوح ہے تمہارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم جیسا اور بیٹے ہے تمہارے بیٹے جیسا ۱۲

[2] ظاہر قول کی تائید کرتی ہے وہ روایت۔ جس کو ابن جریر نے شعبہ عن عمرو بن مرہ عن ابی الضحی عن ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور زمینیں بھی اتنی ہی ہے ابن عباسؓ نے فرمایا ہر زمین میں ابراہیم جیسا پیغمبر ہے اور اسی طرح ہر زمین میں مخلوق ہے اس کو اس نے مختصر روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کو حاکم اور بیہقی نے عطاء بن السائب عن ابی الضحی کے طریق سے مفصل روایت کیا ہے اور اس کی ابتدا اس طرح ہے۔ یعنی سات زمین ہیں ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم جیسا اور نوح ہے تمہارے نوح جیسا اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم جیسا۔ اور بیٹے ہے تمہارے بیٹے جیسا۔ اور نبی ہے تمہارے نبی جیسا بیہقی نے کہا اس کی سند صحیح ہے مگر یہ روایت شاذ ہے

[3] عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کی تفسیر میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر میں تم کو اس کی تفسیر بتا دوں تو تم کفر کرو اور تمہارے کفر تمہاری اس کی تکذیب ہوگا۔ اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم

اَنْتَ تَهْدِیْ مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ فَاِنَّهَا مِنْ عَطَائِكَ وَفَضْلِكَ رواه الطبرانی وهكذا رواه ابن شیبة۔

پس درین حدیث بطریق شرط و جزا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز ارشاد فرمودند کہ در ہمچو امور کہ از او تعالیٰ برائے رد و استرداد آن مدد می خوانند نیز از او تعالیٰ استعانت باید نمود از غیر وے نہ شاید واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۵۵،۵۶ طبع لاہور

سوال۔ یا شیخ عبدالقادر وخواجہ سلیمان وغیرہ کا ورد کرنا جائز ہے یا شرک۔

الجواب:۔ ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ کا حرام ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ ارشاد الطالبین میں لکھا ہے۔ آنکہ[1] جہال می گویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست واگر روح حضرت شیخ را متصرف الامور اعتقاد می کند کفر ے دیگر است وفی البحر الرائق من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بذلك یکفر۔ انتہی

سید محمد نذیر حسین

ابو الفیض محمد عبداللہ حنفی | الجواب صحیح | احمد الدین

ترجمہ) تیسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کے بالکل مخالف مضمون ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ جس کو طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور حصن حصین میں وہ بھی موجود ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ جب کسی کی کوئی چیز ضائع ہو جائے یا بھاگ جائے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ اپنے فضل و کرم سے میری یہ چیز مجھے واپس کر دے اس حدیث میں شرط اور جزا کے طور پر مضمون ادا کیا گیا ہے یعنی جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنے ۱۲

[1] وہ جو جاہل لوگ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ اور یا شیخ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ کہتے ہیں جائز نہیں اور اگر شیخ کی روح کو متصرف فی الامور خیال کرے۔ تو یہ دوسرا کفر ہے۔ بحر الرائق میں لکھا ہے جو آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ میت اللہ کے سوائے سوا امور میں تصرف کر سکتی ہے وہ کافر ہے۔ ۱۲

جواب سب صحیح اور درست ہیں

رشید احمد گنگوہی

محمد ہاشم | سید محمد عبدالسلام غفرلہ | پیر محمد دارم صدشکر کہ من

فتاوی نذیریہ جلد اول ص۳

سوال: کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بات میں کہ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ کہ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کر سکے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تو ہے مگر موافق اپنے وعدہ کے پیدا نہ کرے گا ان دونوں میں کون سچا ہے

الجواب۔ در صورت مرقومہ معلوم کرنا چاہئے۔ کہ زید اپنے قول میں جھوٹا ہے اور دعویٰ اس کا خلاف عقاید مسلمین کے ہے۔ اور عمرو اپنے دعویٰ میں سچا ہے اعتقاد اس کا موافق عقاید اہل سنت والجماعت کے ہے اور اعتقاد زید کا گمراہی ہے اور ایسے شخص کو گمراہ اور اہل بدعت سے سمجھنا چاہئے۔ ایسے شخص کے کفر اور عدم کفر میں علماء مختلف ہو رہے ہیں اور قریب کفر کے ہوتے ہیں کچھ شک و شبہ نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین | محمد قطب الدین | خواجہ ضیاء الدین

محمد اسد علی | حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

فتاوی نذیریہ جلد اول ص۳

سوال: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اولیاء اللہ سے کہ مومن کامل وہ ہی لوگ ہیں جن کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ عداوت و دشمنی رکھے اس کا کیا حکم ہے بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب: جس شخص نے اللہ کے دوستوں سے اس کی دوستی کی وجہ سے ذرا

ے خبردار اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی انہیں کبھی کم کا کوئی غم نہ ہوگا۔ اللہ کے دوست وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ۱۲

بھی دشمنی رکھی وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کی تائید فرما کے ان لوگوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور حکم فرماتا ہے کہ تم میرے دشمنوں سے جو عداوت رکھتے ہو گویا مجھ سے لڑائی کرتے ہو۔ حدیث میں آگیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ عَادٰی[1] لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔ رواہ البخاری۔ خدا کی پناہ جس کا خدا دشمن ہو اس کا کون دوست اور کہاں ٹھکانا ملے گا۔ پس ایسا شخص مردود شیطان ہے اور خدا دشمن ہے۔

اہل اسلام کو چاہئے کہ ایسے خدا کے دشمن سے اپنے کو الگ بچائے رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ[2] جو ان سے دوستی رکھے گا وہ بھی خدا کے دشمنوں میں محسوب ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب المجیب ابو البرکات محمد عبد الحی تقی عرف صدر الدین احمد حیدر آبادی الجواب صحیح سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۵

فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۴۸-۴۹

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ علیہ سے مدد چاہنا اور یوں کہنا کہ فلاں کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے کروں گا۔ جائز ہے یا نہیں اس کا جواب فقہاء کے قول سے تحریر فرما دیں۔

الجواب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنا۔ یعنی یوں کہنا کہ فلاں کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے کروں گا۔ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شرک ہے مجمع البحار میں ہے کرہ مالک ان یقول زرنا قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم وعللوہ بان لفظ الزیارۃ صار مشترکا بین ماشرع ومالم یشرع فان منہم من قصد بزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج وھذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ انتہی۔

[1] جو آدمی میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے تو میں اس کو اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔
[2] اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ ۱۲

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۵۳۔۵۴

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین۔ اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسیٰکم ونبی کنبیکم کفر ہے اور جو اس کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے اور جو اس کے ناقل ہیں وہ کافر ہیں۔ اور عمرو کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور جو اس کا اعتقاد رکھے وہ مسلم صحیح الاعتقاد ہے۔ اور جو اس کے ناقل ہیں وہ ائمہ دین وہداۃ مسلمین ہیں ان دونوں قولوں میں سے کون سا قول صحیح ہے اور کون غلط۔ اور زید مسلمان ہے یا کافر ہے بینوا توجروا۔

الجواب: زید جھوٹا ہے اور فاسد الاعتقاد۔ اور عمرو سچا ہے اور صحیح الاعتقاد اور اعتقاد زید کا درست نہیں ہے اور جہالت ہے کیونکہ حدیث مذکور مستدرک حاکم و تفسیر ابن جریر وغیرہ میں موجود ہے۔ اور اس کے ائمہ دین مثل ترجمان القرآن حضرت ابن عباس و ابو الضحیٰ اور شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث اور عطاء بن السائب اور عطاء بن یسار اور عمرو بن مرہ و محمد بن المثنیٰ اور عمرو بن علی اور محمد بن جعفر اور عبید بن غنام اور علی بن حکیم و شریک اور حاکم اور بیہقی و جلال الدین سیوطی کہ مستند مخالفین کے ہیں اور محمد بن جریر طبری کہ بڑے معتمد مخالفین کے ہیں۔ اور ابن ابی حاتم کہ بڑے محدث ہیں اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری وغیرھم قائل یا ناقل ہیں۔ اخرج الحاکم فی المستدرک من طریق عبید بن غنام النخعی عن علی بن حکیم عن شریک عن عطاء بن السائب عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس قال فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم

۱؎ اللہ تعالیٰ نے سات زمین پیدا کی ہیں۔ ہر ایک زمین میں تمہارے آدم جیسا آدم ہے اور تمہارے نوح جیسا نوح اور تمہارے ابراہیم جیسا ابراہیم ہے اور تمہارے عیسیٰ جیسا عیسیٰ اور تمہارے نبی جیسا نبی ہے ۱۲

۲؎ حاکم نے مستدرک میں عبید بن غنام نخعی کے ذریعہ سے روایت کیا ہے اس نے علی بن حکیم سے اس نے شریک سے اس نے عطاء بن سائب سے اس نے ابو الضحیٰ سے اس نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ ہر زمین میں ایک نبی ہے تمہارے نبی جیسا اور تمہارے آدم جیسا آدم ہے تمہارے نوح جیسا نوح ہے

شعب الایمان وفی الاسماء والصفات من طریق ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قولہ ومن الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم قال البیہقی اسنادہ صحیح لکنہ شاذ بمرۃ لا اعلم لابی الضحیٰ علیہ متابعا انتہٰی اور ایسے ہی تفسیر مظہری اور کمالین وغیرہما میں ہے اور موافق قاعدہ محدثین کے یہ حدیث حکما مرفوع ہے پس معاذ اللہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت پہنچی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ الایاب فی کل باب

نمقہ الخامل الجانی السید امیر احمد النقوی السہسوانی عاملہ اللہ بانوار الشعشعانی۔

سید محمد نذیر حسین

سید محمد اسد علی — محمد حسین — سید شریف حسین

فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۶۵-۶۶ لاہور

سوال:۔ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے۔

جواب:۔ سب سے بڑا گناہ شرک ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۴۵ سنہ ۱۹۵۴ء

سوال:۔ ایک شیعہ عالم فرماتے ہیں کہ اہل حدیث لوگ ہیں بزرگوں کی یادگار بنانے پر معترض ہوتے ہیں مگر خود اخبار اہل حدیث پر یادگار مولانا عبدالمجید صاحب لکھتے ہیں اس کا کیا جواب ہے

جواب:۔ مطلق یادگار منع نہیں ہے۔ خلاف شرع اور خود ساختہ اور گناہ کی یادگار قابل مذمت ہے نیک یادگار کو قائم رکھنا یا قائم کرنا جس سے عوام بالخصوص مسلمانوں کو دینی فوائد پہنچتے ہوں اور اس میں کسی شرک و بدعت کا شائبہ نہ ہو تو قابل ثواب ہے جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار میں عید الضحیٰ کی قربانی دی جاتی ہے یا کوئی نیک نیت شخص اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے مسجد کنواں

اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا اور صحیح کہا۔ اور بیہقی نے اس کو شعب الایمان اور کتاب الاسماء والصفات میں ابوالضحیٰ عن ابن عباس کے طریق سے ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں آدم ہے تمہارے نبی جیسا۔ اور آدم ہے تمہارے جیسا اور نوح ہے تمہارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ ہے تمہارے عیسیٰ جیسا۔ بیہقی نے کہا اس کی سند صحیح ہے لیکن شاذ ہے ابوالضحیٰ کا کوئی متابع مجھے معلوم نہیں ہو سکا ۱۲

مدرسہ ہسپتال بنوا دے لیکن تعزیہ پرستی قبر پرستی عرس پرستی وغیرہ یہ سب شرک و بدعت کے موجبات ہوتے ہیں اسے یقینا قطعاً ناجائز ہیں ۔ ان لوگوں کا بظاہر بہانہ تو یہی ہوتا ہے کہ ہم ان مرحوم بزرگوں یا بزرگوں کے بتوں کو خدا نہیں سمجھتے بلکہ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ الخ (سورہ یونس) اسے پیغمبر ان کو جواب دے دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتلاتے ہو جس کو وہ نہ آسمانوں میں پہچانتا نہ زمین میں وہ ان کے شرک سے پاک اور بدتر ہے

ازمولانا عبدالمجید سوہدردی رحمۃ اللہ علیہ

اخبار اہل حدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۱۸

سوال :۔ زید کسی بزرگ کی قبر پر جا کر یہ التجا کرتا ہے کہ یا حضرت آپ رب کریم سے دعا فرمادیں گے رب العلمین مجھ کو اولاد عطا فرمائے گا یہ امر جائز ہے یا نہیں

الجواب :۔ کسی قبر پر جا کر یہ التجا کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ یہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ علاوہ بریں یہ التجا اس بنا پر ہے کہ زندوں کی التجا مردے سنتے ہیں اور قبر میں ان کی التجا پر دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے ۔ حالانکہ یہ باتیں کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں پس یہ التجا کیونکہ جائز ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۹

سوال :۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا ہر فرد و بشر کسی نہ کسی دکھ درد میں مبتلا ہے جب یہاں ہر شخص کو کسی نہ کسی رنگ میں ہر سزا مل رہی ہے تو پھر قیامت کو لانے اور کام بڑھانے کا کیا سبب ہے

جواب :۔ اس کے رنج والم کے بنانے والے خالق کل کا یہ قانون پہلے ذہن نشین رکھنا صد درجہ ضروری ہے کہ یہ دنیا یہ کشمکش موت وحیات کیوں بنائی گئی ہے سو قرآن کریم جواب دیتا ہے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورۃ کہف) زمین کی ہر چیز باعث زینت اور دلچسپی ہے اور یہ اس لیے

کہ ہم دیکھیں کون شخص بہترین اور اچھے عمل کرتا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورۃ ملک) یہ کشمکش موت و حیات محض اس لیئے پیدا ہوئی ہے کہ تمہارے حسن عمل کی جانچ پڑتال ہو ان آیات بینات سے پتہ چلا کہ دنیا کو دار العمل بنایا گیا ہے زندگی محض اس لیئے ملی ہے کہ عمل کی کیفیت آفرینیوں میں انسان کی جانچ پرکھ ہو اور دیکھا جائے کہ انسان اس دنیا میں کیا کچھ کرتا ہے لہذا یہ دار الجزاء نہیں ہے جزا سزا کے لیے اس دنیا کو نہیں بنایا گیا اس کے لیئے زمان اور مکان اور جیسے اسلامی اصطلاح میں عالم آخرت کہا گیا ہے اور عالم آخرت کو لانے کے لیئے جو انقلاب برپا ہوگا اس کا نام قیامت ہے عالم دنیا اور عالم آخرت دونوں کے مقاصد و اغراض الگ الگ ہیں جنہیں سمجھنے سمجھانے کے لیئے اسلامی تعلیمات کا محتاج ہونا پڑتا ہے سو اسلام نے بالوضاحت فرما دیا ہے اَلْيَوْمَ يَوْمُ عَمَلٍ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا اليوم يوم وبعد الغد يوم حساب ولا عمل کلا قال آج کچھ کرنے کا دن ہے حساب اور سزا کا دن نہیں ہے اور اس دنیا کے بعد حساب و جزا کا دن ہے وہاں عمل نہیں ہو سکے گا ہم دیکھتے ہیں اس کا دار العمل دنیا میں کسی نیک کی نیکی کا اسے مکمل معاوضہ نہیں ملا اور نہ ہی کسی بد اور سرکش کو اس کی بدی کی پوری سزا ملی ہے انبیاء کرام جو صالح ترین مخلوق ہے اور گناہ سے قطعی محفوظ اور یا الکل معصوم ہے بتا ہے اس طبقہ صالح نے اپنی صالحیت کا دنیا میں کیا معاوضہ پایا حالانکہ قرآن صاف ناطق ہے مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ (سورۃ بقرہ) سابقہ صالحین کو جو درجہ مصائب و نوائب پہنچتے اور متزلزل ہو گئے تھے کہ رسول اور اس کے سب ساتھی رحمت الٰہی کے لیئے چلا اٹھے حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کو تمام مخلوق سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچتی ہیں یہ تو پہلی باتیں ہوئیں آپ اپنا روزانہ مشاہدہ دیکھتے کہ صالحہ خیال مخلص اللہ والا بندہ دین اور دنیا داروں کے ہاتھوں کس قدر تکلیف میں ہے ضرر رہائے مادی کے علاوہ اس کی شرافت کو شرارت اس کے سچ کو جھوٹ اس کے اخلاص کو دغا و فریب اس کی ہمدردی کو خود غرضی اس کی خیر سگالی کو مکاری اور اس کے ہر کام کو جاہ و مطلبی سمجھ

جاتا ہے یہ فلسفہ ہے اس حدیث کا اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ مخلص اللہ والے کے لیئے دنیا جیل خانہ کے مشابہ ہے لہذا ثابت ہوا کہ دنیا میں پورا پورا معاوضہ ایک نیک کو اس کی نیکی کا نہیں ملا اور نہیں مل سکتا آپ کہینگے کہ کئی اصحابہ کرام اولیاء عظام اور اس وقت بھی کئی صلحاء دنیا داری اور زرد مال میں پورے طور پر انعام یافتہ ہیں تو معاوضہ مل گیا بدلہ پلنے میں کیا کسر رہ گئی۔ جواباً عرض ہے کہ یہی سوال پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوا تھا کہ ایک صالح کو دنیا کا وافر حصہ ملنا کہیں اسے پورا پورا معاوضہ دے کر اس کا حساب وکتاب تو نہیں پٹایا جا رہا تو آپ نے جواب میں فرمایا تلک عاجل بشری المؤمن (الحدیث) مکمل معاوضہ تو آخرت میں ملتا ہے یہ تو بطور نمونہ مشتے از خروارے ہے اب ایک بد کو لیجیے فرعون بددل کا سرغنہ تھا سوائے غرقابی کے اس کے ظلم واستبداد وقتل وقتال اور دعوی خدائی کی اسے کیا سزا ملی؟ اب بھی مشہور ہے کہ رب کا باغی طاغی خوش وخرم ہوتا ہے اور بغاوت الہی سے الٹا مزے اڑاتا اور لطف پاتا ہے چور کیلئے کمبخت نے ہزاروں لاکھوں روپے اڑا لیے مگر کسی مقام پر نہ پکڑا گیا اور عیش سے زندگی گزارتا رہا بتائیے اب اس کے جرم کی سزا کون اور کب دے قاتل قتل کر کے ماخوذ نہیں اور اگر پکڑا گیا تو دے لے کہ بری ہو گیا ظالم شرابی زانی راشی بلیک کرنے والا جھوٹی قسم کے مقدمہ جیتنے والا غاصب وغیرہ بیشتر مجرم دنیوی سزاؤں سے بچ رہے ہیں اور مزے اڑا رہے ہیں انہیں یہاں تو کچھ نہیں ہو رہا اگر حکومتوں کے قانون سے بچ رہے ہیں تو خدائی سزا سے بھی مامون ہیں کسی کی ٹانگ نہیں ٹوٹی کسی کو ہر وقت سزا نہیں ملتی کہ مظلوم کا دل ٹھنڈا کرنے کا سبب بنے حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے مجرم کو سزا ملے اور مظلوم کو جزا مگر ایسا نہیں ہو رہا آخر یہ کون ہے۔ منکر اسلام لوگ بار بار پیغمبروں سے یہ مطالبہ کرتے تھے فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ اگر سچے ہو تو جیسا کہ ہمیں وعدہ دیتے رہو ہماری مخالفت کی ہمیں سزا دلاؤ مگر انہیں یہی جواب ملتا رہا کہ وقت پورا ہو لینے دو وقت آجاتے پھر منٹ

بھر کی کمی بیشی نہ ہوگی موت ایک سرحدی چوکی ہے جونہی آخرت کی طرف ۔ عبور کرے گا اپنی سزا یا اپنے انعام اور صلہ پالے گا مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُہٗ جو شخص مرگیا اس کی قیامت شروع ہوگی پس الغرض قیامت کی وجہ صرف یہ ہے اور عالم آخرت کو لانے کا سبب یہی ہے کہ نیک و بد شخص کو جو دنیا میں جزا سزا نہیں مل سکتی اس کا حساب اب پورا کر دیا جائے اور مظلوم کو جیسے دنیا میں بدلہ نہیں ملا تو اب ظالم سے اس کا حق لے کر اسے دیا جائے باقی رہا یہ سوال کہ دنیاوی تکالیف میں ہی اخروی قصہ ختم کر دیا جاتا ہے تو اس کے متعلق اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ صالح کی آزمائش کرنے اور صبر سے اس کا اجر بڑھانے کے لیئے تکلیفیں آتی ہیں اور بدعمل شخص کو بطور یاد داشت کے مصائب بھیجکر زجر و توبیخ کی جاتی ہے مساق بداعمال کے متعلق ارشاد ہے وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورہ سجدہ) بڑا عذاب آنے سے پہلے پہلے دنیوی تکالیف محض اس لیے آتی ہیں کہ وہ رجوع الی اللہ ہوں لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ط

از قلم مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر شمارہ نمبر ۲۴

سوال ۔ سیالکوٹ میں ایک پورن کا کنواں ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ جس عورت کے ہاں اولاد نہ پیدا ہو یا ہو کر مرجاتی ہو وہ اگر وہاں جاکر نہائے تو اس کے ہاں اولاد پیدا ہونے لگتی ہے یا مرنے سے بچ جاتی ہے اور اٹھرا کی بیماری جاتی رہتی ہے میں نے بعض اچھے اچھے لوگوں کو اس عقیدہ میں مبتلا پایا ہے کیا یہ صحیح ہے ؟ ۔

جواب ۔ یہ عقیدہ شرک میں داخل ہے کیونکہ اولاد تو اللہ پیدا کرتا ہے يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ کسی دیوی دیوتا پیر پیغمبر درخت یا کنوئیں کے پانی میں یہ طاقت کہاں کہ وہ کسی کو اولاد دے یا بیماری سے شفا بخشے

کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھ سکتا اور اگر رکھے تو مسلمان نہیں رہ سکتا

سوال: قبروں اور مزاروں پر چڑھاوا چڑھائی ہوئی چیزیں کھانا جائز ہیں یا نہیں

جواب: جائز نہیں ہیں ان کی حرمت محدثین کے نزدیک مسلم ہے دلائل کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں

از مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۵ ش نمبر ۳۴

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں جب کفار سے حضرت بلال کو بے حد اذیت پہنچی تو آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے کیا یہ صحیح ہے

جواب: بالکل غلط ہے۔ اور وضعی چیز ہے۔ بالفرض حضور اپنی زندگی میں راہ چلتے وہاں سے گذرے ہوں تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر یاد کر لیا ہو تو یہ اور بات ہے

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۹

از حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب

سوال: راقم کا نام پیدائشی والدین نے غلام نبی رکھا ہے آج کل ہمارے یہاں ایک اہلحدیث عالم اس نام کو ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں ایک قسم کا شرک ہے اس کو بدل دو نیز وہ عالم صاحب غلام نبی غلام رسول۔ غلام محمد۔ غلام جیلانی وغیرہ تمام ناموں کو ناجائز بتاتے ہیں لہذا اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے

سائل غلام نبی طاہری ددکا ندا رسی نگر کشمیر

جواب: مولوی صاحب مذکور کا قول ایک حد تک صحیح ہے حقیقی معنی میں سارے انسان صرف اللہ تعالےٰ کے بندے و غلام ہیں اور وہی صرف سب کا حقیقی آقا ہے جملہ انبیاء ورسل و پیر بھی اس کے بندے و غلام ہیں لہذا مخلوق کی نسبت صرف حقیقی مالک کی طرف ہونی چاہیئے آپ حضرت شہید غازی شاہ اسمٰعیل صاحب

کی کتاب تقویۃ الایمان ہر دو حصوں کو پڑھئے حضرت شاہ صاحب نے اس قسم کے ناموں کو ناجائز بتادیا ہے۔

اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی جلد ۹ شمارہ نمبر ۱۲

مسئلہ: اولیاء اللہ لا یموت قول مہمل ہے کسی جاہل کا قول ہے۔ کیونکہ نہ لفظ ٹھیک نہ معنی صحیح اور یہ قول کسی کتاب معتبر حدیث و فقہ بلکہ کتب معتبرہ تصوف میں اس کی کچھ اصل نہیں پائی جاتی۔ ایسے جاہل لایعقل کی شان میں یہ حدیث صحیح متواتر پڑھنی چاہیے من کذب علی متعمدا[1] فلیتبوا مقعدہ من النار کذا فی الصحاح الستۃ وغیرھا۔ اور جو کوئی ایسا عقیدہ رکھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اطلاق موت اور وفات کا گناہ اور عصیان ہے تو یہ شخص بھی اجہل الناس میں سے ہے۔ اور منکر شرع مبین ہے قال اللہ تعالی انک میت وانھم میتون[2] الایۃ وکل نفس ذائقۃ الموت[3] الایۃ۔ اور صحیح بخاری وغیرہ میں قصہ خطبہ پڑھنے کا ابوبکر صدیق[4] سے منقول و ماثور ہے حضرت عائشہؓ سے ان ابا بکر اقبل علی فرس بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مسجی ای مغطی ببرد حبرۃ فکشف عن وجھہ ثم اکب علیہ فقبلہ ثم قال بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا انتھی ما فی صحیح البخاری وایضا نیز قال ابوبکر اما بعد من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت الی آخر ما فیہ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا

[1] جو آدمی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے ۱۲
[2] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تو مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں ۱۲
[3] ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے ۱۲
[4] حضرت ابوبکرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے محلے سے آئے۔

قولہ من مسکنہ بالسنح بضم المھملۃ وسکون النون ولبضمھا ایضا بعدھا حاء مھملۃ منازل بنی الحرث وکان ابوبکر متزوجا فیھم ۱۲۔ ابوسعید محمد شرف الدین۔
قولہ فتیمم الی قصد ۱۲ قولہ حبرۃ بکسر المھملۃ وفتح الموحدۃ بوزن عنبہ نوع من برود الیمن مخططۃ غالیۃ الثمن

جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے۔ لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔

سید محمد نذیر حسین   فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۵۲

سوال۔ جو شخص ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کچھ ذرہ بھی بغض رکھے اور تمام جہان پر آنحضرت کے بزرگ و افضل ہونے کا قائل نہ ہو اور شفاعت کا اور آنحضرت کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ جس نے ایسا اعتقاد رکھا وہ کافر ہے۔ جنت اس پر حرام ہے۔ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست وہ اللہ کا دوست اور کوئی چاہئے کہ بعد بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے دوستی رکھے وہ مردود ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ[1]۔ اور فضیلت و بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جہان پر قرآن و حدیث سے صاف ظاہر و باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کسی نبی کو اس لقب سے یاد

---

[1] آپ کہہ دیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنائے گا ۱۲

قولہ قبلہ ای بین عینیہ وقد ترجم علیہ النسائی وابوداود ومر بیانہ۔ فتح الباری ۱۲۔ [2] چنانچہ مشکوۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے الخ اقول اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ والبیہقی فی الشعب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔ انتھی۔ قولہ نائیا ای بعیدا عنی وبلغتہ بصیغۃ المجھول مشددا ای بلغت الملائکۃ سلامہ وصلاتہ علی واخرج ابو الشیخ فی کتاب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج ثنا الحسین بن الصباح ثنا ابومعاویۃ ثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید ابلغتہ قال ابن القیم فی جلاء الافہام وھذا الحدیث غریب جدا انتھی۔ اقول وکذا الحدیث الاول ایضا غریب جدا وفی الباب عن عمار بن یاسر بسند ضعیف عند البزار والی الشیخ بن حبان والطبرانی فی الکبیر ولم یثبت فی الباب شئی۔ مشکوۃ المصابیح والترغیب والترھیب وعون المعبود شرح ابی داود ۱۲۔

ابوسعید محمد شرف الدین۔

نہیں فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اے نبی ہم نے تم کو سب کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں ہے عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طھوراً ومسجداً وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون وفی روایۃ اعطیت الشفاعۃ۔[1]

اور دوسرے مقام میں ہے انا سید ولد آدم[2] اور خاتم الانبیاء ہونا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل آفتاب نیم روز کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے واضح ولائح ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔[3] اور صحیح مسلم کے کتاب الفضائل میں ہے باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین۔ عن ابی ھریرۃ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ من زوایاہ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین وفی روایۃ فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء علیہم السلام۔[4]

اور آنحضرت کا شفاعت کرنا قیامت میں اپنی امت کے لیے بلکہ تمام امتوں کے

---

[1] ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دوسرے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں میں جامع کلمات عطا کیا گیا ہوں رعب سے میری مدد کی گئی ہے میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں میرے لئے تمام زمین وضو کے قابل مقام اور مسجد بنا دی گئی ہے میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کیا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے

[2] میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں ۱۲

[3] محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں ۱۲

[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ابوہریرہؓ سے روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک آدمی جیسی ہے جس نے ایک عمارت کو بنایا اور اچھا بنایا اور بہت خوبصورت بنایا مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ لوگ اس کے گرد پھرنے لگے اور اس کی خوبصورتی سے تعجب کرنے لگے اور کہتے تھے کاش اس جگہ اینٹ لگا دی جاتی تو آپ نے فرمایا میں

واسطے قرآن و حدیث سے خوب صاف ہر کسی کو معلوم ہو جاتا ہے کچھ پوشیدہ امر نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَبْعَثُكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۔ وَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى حدیث میں ہے ۔ وعن عوف بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاني آت من عند ربي فخيرني بين ان يدخل نصف امتي الجنة وبين الشفاعة فاخترت الشفاعة وهي لمن مات لا يشرك بالله رواه الترمذي وابن ماجه ۔ وعن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال شفاعتي لاهل الكبائر من امتي رواه الترمذي وابوداؤد وابن ماجه عن جابر اور ایک بڑی حدیث میں بخاری و مسلم کے آیا ہے ۔ کہ قیامت یعنی حشر کے روز سب لوگ واسطے طلب شفاعت کے آدم و نوح و موسیٰ و عیسےٰ تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جاویں گے وہ سب اپنا قصور بیان کریں گے ۔ شفاعت نہیں کریں گے حضرت عیسےٰ فرماویں گے ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ ۔ حضرت کے پاس آویں گے پہلے دروازہ شفاعت کا ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھولیں گے ۔ بعدہ سب شفاعت کریں گے ۔ حضرت کے آگے کسی کی دم مارنے کی طاقت نہیں رہے گی اللہ تعالیٰ مقرر فرما دے گا اس کے موافق حضرت بار بار حکم اللہ لیتے جاویں گے سجدہ کرتے جاویں گے اور شفاعت کرتے جاویں گے اور صدہا احادیث اسی مضمون کی صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں جس کا جی چاہے وہ دیکھ لے اور بعد اس کے بھی جو شخص پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور خاتم ہونے کا اور قیامت

وہ اینٹ ہوں میں خاتم النبیین ہوں اور ایک روایت میں ہے میں اس اینٹ کی جگہ آ گیا ہوں سو میں نے نبیوں کو ختم کر دیا ہے ۱۲

[۱] تم کو تمہارا رب مقام محمود میں پہنچائے گا ۱۲۔

[۲] آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۱۲۔

[۳] اور عوف بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا ۔ اور مجھ کو اختیار دیا کہ یا تو میرے امت میں نصف امت جنت میں داخل ہو جائے گی اور یا پھر آپ شفاعت کریں ۔ سو میں نے شفاعت کو پسند کر لیا اور وہ ہر اس آدمی کے لیے ہو گی جو اس کے حال میں مر جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت ۔ [۴] اور انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کیلئے ہو گی اس کو ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے ۱۲

میں شفاعت کرنے کا منکر ہو تو بموجب آیت مَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ گمراہ کافر خالداً مخلداً دوزخ کا کندہ بن رہے گا۔ المجیب ابوالبرکات محمد عبدالحی تقی عرف صدر الدین حیدر آبادی

الجواب صحیح والرای نجیح ومنکرہا مردود کافر۔

حررہ العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ دہلوی

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۱۱

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہل علم ابتداءً دین محمدی میں تھا۔ رفتہ رفتہ چلہائے غیر مشروعہ مروجہ صوفیہ میں منہمک ہوا اور گاہے مذہب نیچری کو اور گاہے مذہب عیسائی کو ٹھیک بتاتا ہے بعض لوگوں نے اس کو ان کے معابد میں شامل ہوتے دیکھا۔ اس کا والد کہتا ہے۔ کہ اس کو خفقان ہے۔ اب اس شخص کا کیا حکم ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ شخص اگر توبہ کرے تو اس کے ساتھ سلام وکلام وشادی وغمی میں شامل ہونا درست ہے لیکن سردار اور امام کے ہوتے ہوئے اس کو امام یا سردار نہ بنانا چاہئے اور حدیث شریف اس سے نہ قبول کرنی چاہئے اگر وہ شخص نماز پڑھتا ہو اور کوئی شخص اس کی اقتدا کرے تو جائز ہے۔ پس ایسے شخص کو سردار وغیرہ بنایا درست ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب: جو شخص ادیان باطلہ کفریہ کی صراحتہً تصویب کرے اور ساتھ اس کے ان کے معابد میں بھی شامل ہو تو وہ باتفاق اہل علم کافر ہے ایسا شخص اگر توبہ صحیح کرے۔ جس کے آثار علانیہ پائے جائیں۔ تو البتہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگا اور جمیع احکام میں مثل سائر اہل اسلام کے ہوگا اس کے ساتھ سلام وکلام اور اس کی شادی غمی میں شریک ہونا اور نماز میں اس کی اقتدا کرنا وغیرہ سب کچھ جائز ودرست ہوگا۔ رہا یہ

امر کہ بعد توبہ صحیح کے اس کو سردار یا ہے یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ ہر مسلمان سرداری و امامت کی قابلیت و اہلیت نہیں رکھتا ہے اس منصب جلیل کی شرعاً جو اہلیت و قابلیت رکھے۔ اس کو بنانا چاہیئے۔ رہی یہ بات کہ شخص مذکور کو خفقان یا جنون ہے یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ خفقان یا جنون امراض مشاہدہ و بدیہیہ سے ہیں اگر اس شخص میں خفقان یا جنون کے آثار و علامات پائے جاتے ہیں تو یہ شخص مجنون یا مبتلا بخفقان قرار دیا جاوے گا۔ ورنہ نہیں واللہ اعلم حررہ

محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

توضیح الکلام، اگر شخص مذکورہ میں واقعی توبہ صحیح کے آثار پائے گئے تو التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کے مطابق تمام مؤمنین و مسلمین کی طرح ہے

الراقم علی محمد سعیدی خانیوال

سوال:۔ قرب و معیت و احاطہ وغیرہ جو صفات باری تعالیٰ ہیں۔ آیا یہ بالذات ہیں۔ یا بالعلم ہیں۔

الجواب:۔ قرب و معیت وغیرہ صفات میں بہت اختلاف ہے۔ بعض بالذات مراد لے کر تاویلات کرتے ہیں۔ اور بعض بالعلم لیتے ہیں۔ لیکن تحقیق مذہب جمہور کا یہ کہ جملہ صفات باری کا ایمان بغیر سوال کیف، و بلا تشبیہ لانا چاہئے قال اللہ تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ[1] وَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ قَدْ ثَبَتَتِ الرِّوَايَاتُ فِيْ هٰذَا وَنُؤْمِنُ بِهَا وَلَا يُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اِنَّهُمْ قَالُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَمِرُّوْهَا بِلَا كَيْفٍ وَهٰكَذَا قَوْلُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَذَا فِي التِّرْمِذِيْ

---

[1] اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ اہل علم نے کہا اس میں جو روایات وارد ہوئی ہیں ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اس میں شک نہ کیا جائے کیفیت نہ پوچھی جائے مالک بن انس۔ سفیان بن عیینہ۔ عبداللہ بن مبارک کا یہی قول ہے کہ ان اوصاف کو بلا کیف تسلیم کیا جائے اہل علم اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔

یہ تحقیق مطابق مذہب اہل سنت ہے گو علما نے اس میں سے بہت طوالت کی ہے اور قسم قسم کے رسائل تالیف کئے ہیں۔ لیکن خلاصہ تحقیق محققین یہی ہے اور اسی پر اعتقاد رکھنا چاہیئے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ العبد الضعیف راجی رحمۃ ربہ القوی ابو حریز عبد العزیز الملتانی عفا اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ۔ الجواب صحیح واللہ اعلم بالصحیح۔ محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ ۱۲۹۹ھ محمد عبد السلام محمد ابو الحسن ۱۳۰۵ھ

ابو سعید محمد حسین ۱۳۰۵ھ فتاوی نذیریہ جلد اول ص۸۴

سوال: زید کہتا ہے۔ کہ کنجیاں رزق مخلوقات کی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کر دی ہیں جس کو جتنا چاہیں دیں عمرو اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کسی کو ایک ذرا بھر اختیار نہیں دیا سب کچھ اللہ واحد لا شریک لہ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے دیوے نہ چاہے نہ دے ان دونوں میں کون سچا ہے۔

الجواب: رزق مخلوقات کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہونے کی کون بات ہے کہ اس امر میں زید کا قول بالکل غلط ہے۔ زید مذکور نے یا قرآن و حدیث کو دیکھا سنا نہ ہوگا یا جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کرتا ہے قرآن حدیث نے تو بڑے زور سے اس بات کی تردید کر دی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود کے پہلے رکوع میں فرمایا وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا یعنی کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے روزی اس کی۔ یعنی چلتا پھرتا جیتا جاگتا جو کوئی ہے سب کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور سورہ فاطر کے پہلے رکوع میں ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ یعنی کوئی بتانے والا اللہ کے سوائے جو روزی دیتا ہے تم کو آسمان زمین سے اور سورہ شوریٰ رکوع دوم میں ہے لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ

وَالْاَرْضِ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ یعنی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ پھیلا دیتا ہے روزی واسطے جس کے چاہے اور ناپ دیتا ہے وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے مطلب یہ ہوا کہ یہ تو رزق کی کنجیاں کسی اور کے ہاتھ میں ہیں اور نہ کسی کو یہ خبر ہے۔ کہ کس کو روزی زیادہ ملنی چاہئے اور کس کو کم۔ اور سورہ ذاریات کے تیسرے رکوع میں ہے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ۔ یعنی اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا اور مضبوط اور سورہ ذاریات کے پہلے رکوع میں ہے وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ یعنی اور آسمان میں ہے روزی تمہاری۔ یعنی رزق کا خزانچی اور کفیل اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے سب کی روزی آسمان سے اللہ تعالیٰ اتارتا ہے اور مشکوۃ باب الاستغفار میں مسلم کی روایت سے آیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں یا عبادی کلکم جائع الا من اطعمته فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلکم عار الا من کسوته فاستکسونی اکسکم۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو تم سب کے سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلا دوں پس تم مجھ سے روزی مانگو میں تم کو روزی کھلاؤں گا اور اے میرے بندو تم سب کے سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہنا دوں۔ پس تم مجھ سے کپڑا مانگو میں تم کو کپڑا دوں گا پس قرآن وحدیث میں صاف صاف بیان ہو گیا کہ روزی رزق کی کنجیاں محض اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں اس میں ذرہ برابر کسی دوسرے کا دخل یا تعلق نہیں ہے اور جو صفات ایسے ہیں جو اللہ پاک کے واسطے خاص ہیں ان میں کسی کا دخل یا تعلق سمجھنا شرک ہے ایسے عقیدے سے بہت بچنا چاہئے

حررہ محمد عفی عنہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ سید محمد نذیر حسین دہلی

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۵

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ عیسےٰ موعود میں ہوں اور وہ عیسےٰ مر گئے سو ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے یا مومن اور جو ایسے شخص کا معتقد ہو وہ کیسا ہے دیگر جن لوگوں کی عورتیں باپردہ رہتی ہیں۔ مگر ناچ. تماشہ و تعزیہ وغیرہ بے تکلیف دیکھنے جاتی ہیں۔ اور شوہر وغیرہ مانع نہیں ہوتے آیا یہ لوگ دیوث ہیں یا نہیں اور ان عورتوں پر کیسا گناہ ہوگا؟

الجواب :۔ جو شخص اپنے کو عیسےٰ موعود کہتا ہے اور عیسےٰ علیہ السلام کی موت کا قائل ہے وہ بڑا دجال. کذاب. منکر قرآن و احادیث متواترہ کا ہے قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ اَیْ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی کما قال ابن عباس وابو هريرة وغيرهما من السلف وهو الظاهر كما في تفسير ابن كثير و فتح القدير للشوكانی هكذا فی الفتح فتح البیان۔ یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام مرے نہیں بلکہ زندہ ہے۔ احادیث صحیح صریحہ سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں شام میں ان کا ظہور ہوگا دجال کو قتل کریں گے۔ لوگوں کو اس کے شر و فساد سے بچا دیں گے ان کی دعا سے یاجوج ماجوج قوم کی ہلاک ہوگی ان کے ہاتھ سے شر و فساد کا دروازہ بند ہو جاوے گا۔ جمیع اقوام یہود و نصاریٰ وغیرہ اسلام قبول کریں گے۔ عدل و انصاف سے سارا زمانہ معمور ہو جائے گا سات برس تک یہی حالت رہے گی۔ پھر آپ دنیا سے رحلت فرما دیں گے۔ یہ قصہ تمام کتب احادیث و عقاید میں مرقوم ہے اور اس پر تمام اہل سنت والجماعۃ کا اعتقاد ہے۔ ہاں بعض فرقہ ضالہ نے احادیث نزول عیسےٰ کو حدیث انا خاتم النبیین سے منسوخ سمجھا اور تناقض خیال کر کے جملہ احادیث صحاح کو رد کیا۔ ان کی سوفہمی نے انہیں بپاء ضلالت میں ڈالا۔ فی الحقیقت کوئی تناقض نہیں کیونکہ اس میں شک نہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں

آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جو حضرت عیسےٰ کا نزول آخر زمانہ میں ہو گا سو مستقل اور جدید شریعت کے ساتھ نہیں ہوگا۔

بالجملہ جمیع اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور جو شخص ان کی حیات کا منکر اور مثل یہود مردود کے قتل ہوتے کا یا خود بخود فوت ہونے کا قائل ہو اور اپنے آپ کو عیسےٰ کہتا ہو۔ ایسے شخص کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ اور جو شخص ایسے اعتقاد والے کا پیرو ہو وہ بھی احاطہ اسلام سے باہر ہے واللہ اعلم

جواب سوال ثانی۔ وہ عورتیں بڑی گنہگار و فاسقہ ہیں اور ان کے شوہر جو ان کو روکتے نہیں۔ وہ بلا شبہ دیوث ہیں

حررہ عبدالحفیظ عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین |

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۸۲

سوال:۔ شخصے درحالت نزع بزبان انگریزی مضمون شہادتین و کلمہ طیبہ ادا کردہ جان بحق تسلیم نمود۔ آیا خاتمہ او با ایمان تو ان دانست یا نہ بزرگے از جماعت مجوزین قرأت کلام المجید بلسان عجم قائل ثبوت ایمان آن کس ست بینوا توجروا۔

الجواب۔ بلا شبہ ایمان پر مرا جیسے اَصْبَاُ نا مَقَامَ اَسْلَمْنَاَ کے معتبر ہوا تھا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ ابوالحسن عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین |

فتاویٰ نذیریہ جلد اول

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ زلزال کے معنی غلط سمجھے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسےٰ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول

اکرم کو ابن مریم اور دجال کی خبر نہیں دی گئی۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسٰی کا انتقال ہو گیا کشمیر میں قبر ہے ایسے شخص کی اقتدا موجب نجات ہے یا نار۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا کیسا ہے اور وہ مدعی ہے۔ کہ عیسٰی موعود میں ہوں اور کوئی عیسٰی نہیں آئیگا حضرت رسول اکرم خاتم النبیین نہیں۔ اور اس کے اور ایسے صدہا عقیدے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے شخص کی اقتدا سراسر ضلالت و موجب نار ہے جتنی باتیں اس شخص کے سوال میں نقل کی گئی ہیں وہ محض غلط و باطل ہیں اور الحاد و زندقہ کی باتیں ہیں۔ اس نالائق شخص نے رسول اللہ تو رسول خود اللہ تعالیٰ کو جھوٹا بنایا عیاذاً باللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ[1] اور فرماتا ہے ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ یعنی قرآن کے معنی اور مطلب کا بیان کر دینا اور آپ کو سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے اور یہ نالائق کہتا ہے۔ کہ آپ نے سورہ زلزال کے معنی غلط سمجھے نعوذ باللہ من ذلک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا[2] قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ یہ آیت اور مثل اس کے اور آیتیں صاف صاف ناطق ہیں۔ کہ عیسٰی بن باپ کے پیدا ہوئے اور یہ نالائق کہتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[3] اور یہ نالائق کہتا ہے کہ آپ خاتم النبیین نہیں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ عیسٰی علیہ السلام اتر یں گے اور پھر آپ نے ان کے نازل

[1] نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے ۱۲

[2] مریم نے کہا میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا کہ مجھے ابھی تک کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا کہ اس کا پیدا کرنا میرے لئے بڑی آسان بات ہے تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لیئے ایک نشان بنا لیں اور ہماری طرف سے رحمت کا اظہار ہو اور اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے ۱۲

[3] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری پیغمبر ہیں ۱۲

ہونے کا پورا قصہ ونیز دجال کا مفصل حال بیان فرمایا ہے کما ھو مروی فی کتب الاحادیث اور یہ نالائق مردود کہتا ہے کہ آپ کو ابن مریم اور دجال کی خبر نہیں دی گئی اور عیسےٰ کا انتقال ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو یہ مردود عیسےٰ موعود بتاتا ہے الحاصل یہ شخص بالکل ملحد اور ضال ومضل اور دجال وکذاب ہے جمیع اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے شخص سے نہایت ہی احتراز کریں

حررہ محمد علی عفی عنہ   سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۰۹

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین سوالات مندرجہ ذیل میں

(۱) نحوست انسان بالخصوص عورات از روئے شرع شریف ثابت ہے یا نہیں مثلاً کسی عورت کے کسی حصہ بدن بالخصوص پشت پر بال و بھونری ہو۔ جسے عوام جہلاء بتقلید مذہب ہنود ساپن کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کو باعث ہلاکت زوج اعتقاد کرتے ہیں ثابت ہے یا نہیں۔

(۲) بصورت اخیر ایسا اعتقاد کرنا داخل شرک ہے یا معصیت کبیرہ یا صغیرہ۔

(۳) اگر شرک ہے تو کیا اس قسم کے شرک میں داخل ہے۔ جس کے معتقد کا نکاح باطل ہو جاتا ہے۔

الجواب:۔ شوم ونحوست کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں ان احادیث مختلفہ کی تطبیق وتوفیق کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ میں لکھتے ہیں

بدانکہ احادیث وارده درباب طیره مختلف آمده از بعضے نفی تاثیر طیره ونہی از اعتقاد واعتبار آں مطلق مفہوم گردد واین بسیار است واز بعضے ثبوت آن در مراۃ ودابہ ودار بصیغہ جزم چنانکہ در حدیث بخاری ومسلم آمده انما الشوم[1] فی ثلاث الفرس والمرأۃ والدار ودر روایتے وربع وخادم وفرس

[1] سوا اس کے نہیں نحوست تین چیزوں میں ہے گھوڑا، عورت، گھر میں اور ایک روایت میں گھر میں، خادم میں اور عورت میں

یا بلفظ شرط چنانکہ درین۔

حدیث یعنی حدیث ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاھامۃ ولا عدوی ولا طیرۃ وان تکن الطیرۃ فی شئ ففی الدار والفرس والمرأۃ وما نند آن ملحدہ واز بعضے انکار ثبوت شوم و این امور مثل سائر امور چنانکہ در حدیث ابن ابی ملیکہ از ابن عباس آمدہ۔ و در بعضے احادیث آمدہ کہ اعتقاد شوم درین امور در اہل جاہلیت بود چنانکہ در حدیث عائشہؓ آمدہ و وجہ تطبیق آنکہ تاثیر بالذات منفی است و اعتقاد آن از امور جاہلیت است و مؤثر در کل اشیاء اللہ تعالی است و بہمہ بخلق و تقریر اوست و اثبات آن درین اشیاء بجریان عادۃ اللہ است کہ پیدا کردہ و اینہارا اسباب عادیہ ساختہ و حکمت در تخصیص آن اشیاء بخصائص و احوال موکول و مفوض بعلم شارع است پس نفی راجع بتاثیر ذاتی است و اثبات بہ سبب عادی۔ چنانکہ در عدوی و جذام و مانند آن گفتہ اند و بعضے گفتہ اند کہ مراد آن است کہ تطیر در ہیچ چیز نیست و اگر فرض کردہ شود ثبوت وے درین اشیاء مظنہ و محل آن است و جائے آن دارد کہ درینہا ثابت باشد بر طریقہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لو کان شئ سابق القدر لسبقتہ العین چنانکہ گذشت و برین طریق است کلام قاضی کہ گفتہ بعقب قول وے لا طیرۃ باین شرط دلالت دارد کہ شوم و تطیر منفی است در آنہا یعنی اگر شوم را وجودے و ثبوتے ... بودے کہ قابل تر اند آن را ولیکن وجود و ثبوت نیست درینہا پس اصلاً وجود ندارد انتہی و بعضے گویند کہ شوم در زن ناسازگاری او ست و آنکہ زائندہ نباشد و اطاعت زوج نکند یا مکروہ و مستقبح باشد نزد وے و در سرا و خانہ تنگی جا و بدی ہمسایہ و ناخوشی ہوا است و در اسپ حرون و اگرانی بہا و ناموافق غرض و مصلحت و مثل این و در خادم نیز و یا شوم محمول بر کراہت و ناخوشی است بحسب شرع یا طبع۔ پس نفی شوم و تطیر

بر عموم۔ وحقیقت محمول باشد۔ انتہی کلام الشیخ۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں واختلف العلماء فی ہذا الحدیث ای حدیث الشوم فی الدار والمرأۃ والفرس فقال مالك وطائفة هو على ظاهره وان الدار قد يجعل الله تعالى سكنها سببا للضرر او الهلاك وكذا اتخاذ المرأة المعينة او الفرس او خادم قد يحصل الهلاك عنده بقضاء الله تعالى ومعناه قد يحصل الشوم فی هذه الثلاثة كما صرح به فی رواية ان يكن الشوم فی شئ۔ الخ

حاصل وخلاصہ ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز میں شوم ونحوست نہیں ہے۔ نہ کسی مرد میں اور نہ کسی عورت میں اور نہ کسی چیز میں اور بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عورت اور گھر اور گھوڑا۔ ان تین چیزوں میں شوم ونحوست ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا قول انہیں بعض احادیث کے موافق ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی قضا سے یہ تینوں چیزیں باعث ضرر یا ہلاکت کا ہوتی ہیں یعنی یہ تینوں چیزیں بذاتہ موثر نہیں ہیں بلکہ مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ہے ان چیزوں کو ضرر یا ہلاکت کا سبب بنا دیتا ہے اور یہ لوگ ان احادیث کثیرہ کو جن سے مطلقاً شوم ونحوست کی نفی ثابت ہوتی ہے تاثیر بالذات پر محمول کرتے ہیں اور ان لوگوں کے سوا باقی تمام اہل علم کا قول احادیث کثیرہ کے مطابق ہے یعنی ان کا یہ قول ہے کہ کسی چیز میں شوم ونحوست نہیں ہے نہ عورت میں اور نہ گھر اور نہ گھوڑے میں اور نہ کسی اور چیز میں اور یہ لوگ بعض احادیث کو ظاہر پر محمول نہیں کرتے بلکہ ان کی تاویل کرتے ہیں۔ جب یہ سب باتیں معلوم کر چکے تو اب سوالات مذکورہ کا جواب لکھا جاتا ہے۔

جواب سوال اول ودوم وسوم شرع شریف سے کسی شے میں نحوست اس معنی سے ثابت نہیں ہے کہ وہ بذاتہ ضرر پہنچانے والی ہو نہ کسی مرد میں ثابت ہے۔

اور نہ کسی عورت میں اور نہ کسی اور شے میں پس کسی عورت میں کوئی خاص علامت مثلاً پشت پر بال دبھوری دیکھ کر اس کو اس معنی سے منحوس سمجھنا اور ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کو باعث ہلاکت زوج اعتقاد کرنا جیسا کہ ہنود و کفار اعتقاد کرتے ہیں اور ان کی تقلید سے عوام و جہلا مسلمان بھی اعتقاد کرتا ہیں۔ بلا شبہ داخل شرک۔ ہاں امام مالک وغیرہ نے عورت اور گھر اور گھوڑے میں جس معنی سے نحوست و شام ثابت کیا ہے اس معنی سے ان تینوں چیزوں میں نحوست سمجھنا داخل شرک نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۲۔۲۳

KITABOSUNNAT.COM

اعتقاد کے متفرق مسائل

سوال۔ اعمال صالحہ ایمان کا عین ہیں یا اس کے اجزاء نماز ایمان میں داخل ہے یا نہیں
محمد حسین پنجابی آلہ آبادی متعلم مدرس دار الحدیث کھنڈیلہ جے پور۔

جواب۔ سوال عربی میں ہے جواب بھی عربی میں دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ احادیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ ایمان ایک کیفیت ہے اور اعمال صالحہ اس کے اجزا ہیں مگران اجزاکو یہ اہمیت حاصل نہیں۔ کہ ان کے فوت ہونے سے ایمان فوت ہو جائے۔ ہاں نماز ایسا رکن ہے کہ اس کے نہ پڑھنے سے ایمان ہی نہیں رہتا۔ عبداللہ امرتسری ۲ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

سوال:۔ اصل ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یا کمال ایمان میں۔ خوارج اور محدثین کے درمیان تعریف ایمان میں امتیازی کیا فرق ہے؟

جواب۔ قرآن مجید میں کلمہ شہادت کو شجرہ طیبہ (درخت) سے تشبیہہ دی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً الآیہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً أَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الحدیث ایمان کی مثال درخت سے دی گئی ہے جس طرح درخت کی جڑ زمین کے اندر پوشیدہ رہتی ہے اور اوپر اس کا تنا اور ڈالیاں اور شاخیں ہوتی ہیں اسی طرح ایمان بھی ظاہر و باطن اندر اور باہر کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان کی جڑ یا تو مومن کے قلب میں یقین وا ذعان کی صورت میں ہوتی اور پوشیدہ رہتی ہے۔ اور اس کا اعلیٰ شعبہ یعنی تنہ زبان شہادت ہے اور بقیہ اعمال اس جڑ و تنہ کی شاخ اور ڈالیاں ہیں۔ جس طرح اندر سے باہر تک درخت کے مجموعہ کو درخت کہتے ہیں۔ اگرچہ تفصیل کے وقت کسی کو جڑ کسی کو شاخ اور تنے سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح ایمان اعتقاد و عمل کے مجموعہ کا نام ہے اور جس طرح بعض شاخ یا تنے کے نکل جانے سے اصل درخت کا وجود باقی رہتا ہے

مگر اس میں نقص آجاتا ہے۔ اس طرح بعض اعمال کے نہ پائے جانے سے اصل ایمان کے اندر نقص آجاتا ہے۔ اور اگر کل اعمال متروک ہو جائیں۔ تو اس کی مثال اس درخت کی ہے۔ جو صرف جڑ ہی جڑ ہے۔ اور درخت کی کوئی حیثیت اس کے اندر موجود نہیں۔ ایسی صورت میں پھر اصل درخت ہی کالعدم بلکہ معدوم ہو جاتا ہے۔ یہی حال ایمان کا ہے۔ اس اصلاحی تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے جزو کامل وغیرہ کو جس طرح چاہیں تعبیر کر لیں ؎

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ
وَكُلٌّ اِلٰی ذَالِكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

شرعی ایمان

پھر ایمان کی یہ تعریف شرعی معنی سے ہے یعنی شریعت کے نزدیک یقین و عمل کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ لغوی معنی ایمان کے ایک تو امن دینے کے ہیں جس کا مفہوم ان لفظوں میں بتلایا گیا ہے اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دوسرے معنی یقین و تصدیق کے ہیں۔ جیسے اخوان یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ کیونکہ مومن کے لئے کتاب و سنت کی باتوں اور ان کی خبروں پر یقین کرنا ضروری ہے اور یہی چیز انسان کو عذاب سے امن میں رکھنے والی ہے۔ لہٰذا اس لفظ کو اس موقع پر دونوں معنی ملحوظ رکھتے ہوئے استعمال کیا گیا ہے اور چونکہ تصدیق کا ثبوت اعمال سے ہوتا ہے۔ جیسے درخت کا وجود اس کے تنا و شاخوں سے۔ اس لئے حکیم کامل نے اس کو درخت سے تشبیہہ دی اور جس طرح درخت کی ڈالیاں مختلف حیثیت رکھتی ہیں۔ کوئی بہت بڑی جو قائم مقام درخت کے قرار دی جاتی ہے۔ تو کوئی بالکل معمولی اسی طرح اعمال کی نوعیت ہے۔ اور جس طرح درخت کی شاخ اور پتیاں کبھی درخت سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی صرف ٹہنیوں اور پتوں کی تازگی اور رونق مفقود ہو جاتی ہے اسی طرح اعمال کا اثر کبھی تو نفس ایمان پر پڑتا ہے۔ کبھی اس کی رونق اور رنگت

پر لہذا کبھی اصل ایمان میں نقص آتا ہے۔ کبھی کمال یعنی اس کی رونق وبہجت پر۔

محدثین وخوارج کا تعریف ایمان میں امتیازی فرق

محدثین اعتقاد واعمال کو ایمان کی تعریف میں لیتے ہوئے پھر بھی ترک عمل کو کفر نہیں کہتے۔ بخلاف خوارج کے ان کے نزدیک لسان باوجود یقین واعتقاد کے ترک عمل سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور محدثین کے نزدیک ایسے شخص کا شمار کافرین نہیں بلکہ فاسق میں ہوگا، خوارج آیت وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِیْدُوْا فِیْهَا خُلُوْدٌ فِی النَّارِ۔ لیتے ہوئے اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مگر حضرات محدثینؒ کہتے ہیں کہ یہاں فسق سے مراد یہی کفر ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آتا ہے وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ اس سے معلوم ہوا ان کے اندر تصدیق ہی سرے سے نہیں تھی کیونکہ عذاب کے مستحق دوزخ کے منکر اور اس کے مکذب تھے۔ اب رہا موحدین مومنین تارکین اعمال کا کافر نہ ہونا اس کی دلیل قولہ عزوجل اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ہے کیونکہ یہاں غیر مشرک کے لئے مغفرت مقید بمشیت کا اظہار کیا گیا ہے اگر صرف توحید سے مومن نہیں اور ترک اعمال سے کافر ہو گیا تو اس کی مغفرت کے لئے صحیح مشیت الٰہی بھی نہیں ہو گی۔ اس لئے محدثین کے نزدیک باوجود اعمال کے داخل ایمان ہونے کے ان کے ترک سے آدمی کافر نہیں ہوتا اور خوارج کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے

عبداللہ امرتسری ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ جلد اول ص ۱۶ تا ۱۷

فتاویٰ روپڑی

ایمان کی تعریف

سوال:۔ کیا ایمان ایک قسم کی کیفیت ہے یا اس کا تعلق کم (مقدار وعدد) سے ہے؟

جواب:۔ ایمان شرعی اعتقاد بالقلب۔ نطق باللسان۔ عمل بالارکان ان تین اجزا

کا نام ہے اور یہ تینوں اس کے لئے اجزاء حقیقیہ ہیں۔ جیسے درخت کے لئے اس کی شاخیں اور پتے اور نمانے کے لئے اس کے واجبات اور سنن۔ ایمان کسی ایک مقولہ کے تحت میں نہیں۔ بلکہ کئی مقولوں سے مرکب ہے اس لئے کہ اس کا ایک جزء (اعتقاد) مقولہ کیف سے ہے۔ اور دوسرا جزء (نطق) مقولہ فعل سے ہے اور احادیث شفاعت کے بعض الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایمان مقولہ کم سے بھی ہے ایمان کے تین اجزاء میں سے پہلے دونوں جزء اعتقاد اور نطق تو اس کے لئے رکن ہیں۔ یعنی ان کے فوت ہونے سے ایمان ہی فوت ہو جائے گا۔ لیکن تیسرا جزء (اعمال صالحہ) ایسا نہیں ہے۔ یعنی اس کے فوت ہونے سے ایمان فوت نہیں ہوگا۔ اِلَّا الصَّلٰوۃَ فَالصَّلٰوۃُ رُکْنٌ لِلْاِیْمَانِ کَالْاِعْتِقَادِ وَالنُّطْقِ

عبداللہ امرتسری ۲ محرم ۱۳۶۰ھ

محدث روپڑی کے جواب کا خلاصہ ذکر کر کے مولوی آفتاب احمد نے اعتراض کیا ہے

اعتراض ا۔ سوال یہ ہے کہ ایمان محض فرضی و اعتباری شے ہے یا کوئی واقعی اور نفس الامری حقیقت ہے؟ ظاہر ہے۔ کہ شق اول باطل ہے اس لئے جب وہ ایک واقعی نفس الامری حقیقت ہے تو اس کا کئی مقولوں سے مرکب ہونا دو وجہوں سے محال ہے اولاً اس لئے کہ کسی حقیقت واحدہ واقعیہ کا اندراج تحت مقولتین ممتنع ہے۔ فضلاً عن المقولات کی تقرر فی مقرہ اور ثانیاً اس لئے کہ آپ نے ایمان کو مقولہ کیف سے مان کر اس کے مقولہ کم سے ہونے کے احتمال کو بھی صحیح مانا ہے۔ تو گویا آپ کے نزدیک اجتماع النقیضین جائز ہے اس لئے کہ کم کا معنی ہے عرض یقبل القسمۃ بالذات اور کیف کا معنی ہے عرض لا یقبل القسمۃ بالذات تو ایک ہی شے بالذات قابل قسمت ہے۔ بھی اور نہیں بھی کیا یہ اجتماع النقیضین نہیں؟

جواب۔ سوال کی بسم اللہ ہی غلط ہے۔ علم ہیئت کا موضوع دوائر وغیرہ یہ سب اعتبارات ہیں۔ اسی طرح ہر فن کے مصطلحات اعتبارات ہیں۔ جو اعتبار معتبر پر موقوف ہوتے ہیں۔ یہ باطل اس لئے نہیں کہ ان پر بڑے بڑے فوائد مرتب ہوتے ہیں اور حقائق واقعیہ اور فی نفس الامر اس لئے ہیں کہ اعتبار معتبر پر موقوف ہیں فی نفسہا ان کا کوئی اپنا وجود نہیں جب آپ کی تمہید ہی غلط ہو گئی تو ان پر جن محالات کی آپ نے تفریع کی ہے۔ وہ خود ہی کافور ہو گئے

علاوہ اس کے آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حقیقت نفس الامری کا اندراج دو مقولوں کے تحت ممتنع ہے۔ ذرا صدرا وغیرہ میں بحث اثبات ہیولیٰ دیکھیں کہ اشراقیین جسم کا تقوم جوہر اور عرض سے مانتے ہیں حالانکہ عرض عرض میں اتنا بعد نہیں۔ جتنا جوہر عرض میں ہے تو پھر ایک حقیقت کے دو مقولوں کے تحت درج ہونے سے آپ کو کیوں تعجب ہوا۔ اور اس نے آپ کے ثانیا کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ کیونکہ کیا حرج ہے کہ ایک شے ایک جزء کے اعتبار سے ایک مقولہ کے تحت ہو اور دوسرے جزء کے اعتبار سے دوسرے مقولہ کے تحت ہو۔ پھر آپ کا اجتماع نقیضین کہنا بھی غلط ہے۔ اجتماع متنافیین کہنا چاہیئے۔ جو عام ہے کیونکہ متنافیین نقیضین کو بھی شامل ہے۔ اور نقیض اور اس کے اخص کو بھی شامل ہے اور یہاں ثانی صورت ہے کیونکہ لا یقبل القسمۃ بالذات نفی مقید ہے۔ اور نقیض نفی مقید نہیں۔ بلکہ رفع مطلق ہے کتب منطق کا مطالعہ کریں پھر یہ ہے ؎ وَكَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيحًا وَآفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

اعتراض ۲ :۔ اہل فن کے نزدیک یہ مقدمات مسلّم ہیں

اول یہ کہ یہ مقولات اپنی ما تحت ماہیات مرکبہ کے لئے جنس عالی بنتے ہیں۔

ثانی یہ کہ جس ماہیت کے لئے کوئی جنس ہو گی۔ اس کے لئے کوئی فصل ممیز بھی ضرور ہو گی۔

ثالث یہ کہ کسی ماہیت کی جنس و فصل اس کی جمیع ذاتیات اور پورے اجزاء ہیں۔

رابع یہ کہ کسی ماہیت کی جنس و فصل کا تحقق اس کی جمیع ذاتیات کا تحقق ہے۔

خامس یہ کہ کسی ماہیت کی جمیع ذاتیات کا تحقق بعینہٖ ذات اور ماہیت کا تحقق ہے۔ ورنہ مجعولیۃ ذاتی لازم آئے گی۔ جیسے حیوان اور ناطق کا تحقق بعینہٖ انسان کا تحقق ہے ان مقدمات کی تمہید کے بعد میں کہتا ہوں۔ کہ جب ایمان اپنے ایک جزء مثلاً اعتقاد بالقلب کے اعتبار سے مقولہ کیف سے ہوا تو یہ اس کے لئے جنس ہوا اور جب اس کے لئے جنس ثابت ہو لی تو ایا اس جنس میں جو چیزیں ایمان کے ساتھ شریک ہیں۔ ان سے امتیاز دینے والی کوئی فصل بھی اس کے لئے ضرور ہو گی۔ اور مسلم ہے کہ وہ فصل جَمِيعُ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے تو جب یہ جنس اعتقاد بالقلب اس فصل ممیز کے ساتھ کسی شخص میں متحقق ہو گی تو گویا

ایمان کی جمیع ذاتیات اور اس کے پورے اجزا متحقق ہو گئے اور جب اس کے ساتھ کسی شخص میں تحقق اور پورے اجزا کا تحقق ہو گیا تو اب ایمان کا تحقق بھی لازمی ہے اور ورنہ لازم آئیگا۔ تخلف ذات کا ذاتیات سے کل کا اپنے جمیع اجزاء سے واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔

اس اعتراض کو دوسرے واضح لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اگر ایمان چند مقولوں سے مرکب ہو تو لازم آئے گا۔ کہ اگر کسی شخص کو جَمِيْعُ مَاجَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر دل سے اعتقاد ہو۔ لیکن زبان سے ان کا اقرار نہ کرے بلکہ انکار کرتا ہو اور عمل صالح بھی نہ کرتا ہو۔ تب بھی وہ عند اللہ مومن ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ایمان کی جنس و فصل یعنی اس کی جمیع ذاتیات اور پورے اجزا کا تحقق پایا جاتا ہے۔ پس ایمان کا تحقق بھی لازم ہے۔

اعتراض کی یہی تقریر نطق باللسان کے اعتبار سے بھی جاری ہو سکتی ہے یعنی جب نطق کے اعتبار سے ایمان مقولہ فعل سے ہوا تو یہ اس کے لئے جنس بنا اب اس جنس کے اعتبار سے اس کے لئے کوئی فصل ممیز بھی ضرور ہو گی۔ جب ان دونوں کا تحقق ہو جائے گا۔ تو ایمان کا تحقق بھی ضروری ہے تو گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص زبان سے جَمِيْعُ مَاجَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اقرار تو کرتا ہو لیکن نہ اس پر اعتقاد رکھتا ہو اور نہ اس کے مطابق اچھے اعمال کرتا ہو تب بھی وہ عند اللہ مومن ہو۔ اس اعتراض کے سمجھ لینے کے بعض صاحب ذوق اس لطیف نکتہ سے ضرور محظوظ ہوں گے۔ کہ فاضل مجیب نے جس مقدمہ سے جواب کی یہ صورت اختیار کی تھی اس کا بالکل الٹا ہو گیا اور یہ دلیل ان کے مدعا کی مثبت ہونے کی بجائے مبطل ہو گی۔ فتفکر۔

جواب ہونام تو آپ کا آفتاب احمد ہے لیکن باتیں آپ ظلمت کی کر رہے ہیں صغری کبری پڑھے ہوئے بچے بھی جانتے ہیں کہ جنس بعید اور فصل سے جمیع ذاتیات کا تحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ جنس قریب اور فصل قریب سے جمیع ذاتیات کا تحقق ہوتا ہے اور اجناس عالیہ اپنے ماتحت کے لئے اجناس بعید ہیں۔ اس بنا پر آپ کے تین مقدمات باطل ہوئے اب تفریعات کا حال خود ہی سمجھ لیں فتامل فیہ۔

علاوہ اس کے جمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصل کہنا گویا ایمان میں اعمال کو داخل ماننا ہے کیونکہ جمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعمال داخل ہیں۔ نیز فصل کا مرکب ہونا لازم آیا۔ حالانکہ فصل مرکب نہیں ہوتی۔ اور یہی اعتراض جاء بہ و جمیع ماجاء بہ صلی اللہ علیہ وسلم مجموعہ کو فصل بنانے کی صورت میں ہے۔ نیز جنس و فصل تو ذات پر محمول ہوتی ہیں۔ یہاں حمل نہیں قابل

اعتراض ۳۔ ایمان جن تینوں سے مرکب ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مقولے عرض سے ہیں تو ایمان جو ان سے مرکب ہے۔ عرض ہوگا۔ اور عرض اپنے وجود فی نفسہ میں محل اور موضوع کا محتاج ہوتا ہے تو ایمان جو ایک ایسا عرض ہے۔ جو مختلف المحال اعراض سے مرکب ہے اس کا محل کیا ہوگا۔ اس کے اجزاء حقیقیہ میں سے کسی کا محل دل اور کسی کا زبان اور کسی کا جوارح۔ اب یا تو یہ کہا جائے کہ ایمان کا محل ان تینوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو یہ بداہۃ باطل ہے یا یہ کہا جائے کہ انہی تینوں میں سے کوئی ایک ہے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور یہ بھی باطل ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ تینوں ہیں تو لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں مختلف محلوں کے ساتھ قائم ہو اور جب قیام العرض الواحد بمحلین مختلفین محال ہے تو بمحال مختلفہ بطریق اولیٰ محال ہوگا۔ جب ایمان کو مرکب ماننے کے بعد اس کے تحقق کی یہ تمام صورتیں باطل ہیں تو معلوم ہوا کہ اس کا مرکب ہونا ہی باطل ہے۔

جواب:۔ نماز میں قرأۃ زبان وغیرہ سے قائم ہے۔ اور دوسرے ارکان باقی جوارح سے قائم ہے اور مجموعہ مل کر نماز ہے۔ اسی طرح ایمان کو سمجھ لیں۔ خدا جانیں آپ کی بدھی (سمجھ) کو کیا ہوا؟۔

اعتراض ۴۔ ایمان جو جنس و فصل سے مرکب ہے۔ ماہیت جنسیہ ہے یا نوعیہ ماہیت جنسیہ ہونا تو باطل ہے اولاً اس لئے کہ جنس اس کلی کو کہتے ہیں۔ جو کثیرین مختلفین بالحقائق پر ماہو کے جواب میں بولی جائے۔ اور ایمان ایسی کلی نہیں کیونکہ اس کے ماتحت ایسی مختلف الحقائق ماہیات نہیں ہیں جن سے ماہی کے ساتھ سوال کرنے پر ایمان واقع ہو اور ثانیاً اس لئے کہ ایک کہ یہ ایک ایسی کلی ہے جس کا تحصل افراد عصمیہ کے ضمن میں ہوتا ہے وکل حقیقۃ بالنسبۃ الی حصصہا نوع کما قال الفاضل الہادی۔ لہٰذا اس کا ماہیت

جنسیہ ہونا باطل اور ماہیت نوعیہ ہونا متعین ہوا تو اب اس کے افراد میں نفس ماہیت کے اعتبار سے زیادت ونقصان کیساتھ تفاوت نہیں ہو سکتا جیسے ماہیت انسانیہ کےافراد میں نفس حقیقت کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں بلکہ نفس انسانیہ میں سب برابر ہیں اسی طرح نفس ایمان میں تمام مومنین برابر ہونگے اگر اختلاف ہوگا تو عوارض وآثار کے اعتبار سے ہوگا۔ اور اس کا کوئی منکر نہیں حقیقت ایمان کے اعتبار سے افراد میں کمی زیادتی ماننا منطقی اصول سے غلط ہے۔ خواہ شرعاً صحیح ہی ہو یہ وہم نہ کیا جائے کہ یہ اعتراض صرف ایمان کے ماہیت نوعیہ ماننے کی بنا پر ہے۔ نہیں یہ اعتراض تو پہلی شق پر بھی قائم ہے اس لئے کہ ماہیت جنسیہ کے ماتحت انواع میں گو اختلاف نفس حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن اس کی صورت اور ہے ماہیت جنسیہ میں کمی زیادتی کے اعتبار سے نہیں

جواب: اول یہ مسئلہ لا تشکیک فی الماھیات مختلف فیھا ہے اشراقیین اس کے قائل نہیں۔ دوم اجزاء دو طرح کے ہیں۔ ذہنیہ خارجیہ جن سے فصل اجزاء ذہنیہ ہیں اور ایمان میں کمی زیادتی اجزاء خارجیہ کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ درخت اور نماز کی مثال سے واضح ہے۔ میرا خیال ہیں آپ کو کوئی استاد نہیں ملا۔ ورنہ ایسی فاحش اغلاط میں واقع نہ ہوتے۔

اعتراض ۵: احادیث شفاعت کے جن ظاہر الفاظ سے آپ نے ایمان کو مقولہ کم سے ہونا سمجھا ہے۔ یہ بھی محل نظر ہے اس لئے اگر احادیث میں مراد یہ ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو مجسم بنا کر ان میں مقدار اور کمیت پیدا کر دے گا۔ تو ان کو اس موقع پر پیش کرنا اور ان سے ایمان کے مقولہ کم سے ہونے پر استدلال کرنا بالکل بے محل اور غلط ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اسی عالم میں جو ایمان موجود ہے۔ وہ مقولہ کم سے ہے تو بتایا جائے کہ یہ ایمان بقول آپ کے اعتقاد نطق عمل تین اجزاء حقیقیہ سے مرکب ہے یا یہ مرکب من حیث ہو مرکب مقولہ کم سے ہے یا اس کا کوئی جزاگر کسی جزء کے اعتبار سے ہے تو بتایئے کہ ان تین اجزاء میں سے کونسا جزء مقولہ کم سے ہے۔ یا ان تین اجزاء کے علاوہ کوئی جزء ایسا بھی ہے۔ جو ایمان کی حقیقت میں داخل ہے اور وہ مقولہ کم سے ہے۔ اگر کوئی اور

جز تحقیق ہو گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اعتقاد نطق۔ عمل ان تینوں اجزاء کے متحقق ہونے کے بعد بھی ایمان متحقق نہیں ہو گا کیونکہ مرکب کے جمیع اجزاء متحقق نہیں ہو گا۔ حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے اور اگر ایمان کے یہی تین جزا ہیں۔ اور ان میں سے کوئی جزا بھی مقولہ کم سے نہیں۔ تو پھر مرکب من حیث ہو مرکب۔ مقولہ کم سے کیسے ہوا۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ ایمان اگر مقولہ کم سے ہے تو اس کی قسموں میں کونسی قسم میں داخل ہے۔ کم منفصل ہے یا متصل ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ کم منفصل عدد کو کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایمان عدد نہیں لہٰذا وہ کم منفصل بھی نہیں۔ اور کم متصل بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ کم متصل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قار الذات دوسری غیر قار الذات۔ غیر قار الذات صرف زمانہ ہے اور قار الذات تین چیزیں ہیں۔ خط۔ سطح جسم تعلیمی۔ ظاہر ہے کہ ایمان ان تین چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں پس معلوم ہو گیا کہ ایمان کم سے نہیں

جواب:۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ طوطی کی طرح جو کچھ آپ کو یاد ہے اسی پر اعتراضات کی بنا رکھدی ہے۔ ورنہ پتہ کچھ نہیں۔ کم منفصل کو آپ نے عدد میں منحصر مانا ہے حالانکہ علم موسیقی کا موضوع نغمہ۔ خوش آوازی بھی کم منفصل ہے۔ عدد کم منفصل قار ہے اور نغمہ کم منفصل غیر قار ہے۔ اور جب عمل ایمان میں داخل ہوا تو نغمہ بھی داخل ہو گیا کیونکہ نغمہ بھی عمل کی قسم ہے۔ مثلاً قرآن مجید یا کوئی اور ذکر نماز میں خوش آوازی سے پڑھے یا وعظ وغیرہ میں کوئی نظم یا کوئی موزوں کلام خوش الحانی سے ادا کرے تو اس اعتبار سے ایمان مقولہ کم کے تحت آگیا۔ اسی طرح نماز و غیر نماز میں حرکات کی مقدار اور اندازہ یہ کم متصل غیر قار ہے جو عمل کی قسم ہے۔ اور عمل ایمان میں داخل ہے۔ تو اس اعتبار سے بھی ایمان مقولہ کم کے تحت آگیا لیجئے، اب تو ہم نے ہنڈی کی بھنڈی کردی اب خوب سمجھ آگئی ہو گی۔ اصل میں ایسی کم فہمی کے ساتھ آپ کی حیثیت شاگردانہ ہونی چاہیئے تھی مگر آپ نے خود کو علامہ فہامہ سمجھ کر مناظرانہ رنگ اختیار کر لیا۔ خیر آپ کی مرضی مگر اصل بات یہ ہے ؎

ہمہ در سخنی دار نوش و بینش بے خبری
زحسن ما چہ تو از حسن تو لیش بے خبری

اعتراض ۶: اسی طرح احادیث شفاعت کے بعد دوسرے ظاہر الفاظ کو دیکھ کر آپ نے ایمان کو کوئی وزن دار چیز سمجھ لیا اور پھر منطقی حیثیت سے اس کو مقولہ کیف سے مان کر اس پر تفریع بھی کر دی فزیادتہ ونقصانہ من الکیفیات اور شروع نوٹ میں توصاف طور پر تحریر ہے۔ کہ احادیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایمان ایک کیفیت ہے اور اس کی کیفیت کی نوعیت آپ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ وہ ذی وزن چیز ہے۔ تو گویا آپ کے نزدیک اس میں زیادتی ونقصان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وزن گھٹتا بڑھتا ہے۔ اب یہاں بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلے نمبر میں گذر چکا ہے یعنی اگر ان احادیث میں مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو وزن دار بنائے گا۔ اور کسی جسمانی شکل میں ہو کر تولا جائے گا۔ تو اس موقع پر ان حدیثوں کا ذکر بالکل بے محل اور خروج عن المبحث ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فی الحال جو ایمان اس دنیا میں موجود ہے اور جس سے لوگ بالفعل متصف ہوتے ہیں۔ وہ وزن دار چیز ہے۔ اور اس میں کمی زیادتی وزن کے اعتبار سے ہوتی ہے تو اس کی صورت کیا ہے۔ اس لئے کہ جب ایمان۔ اعتقاد۔ نطق۔ عمل ان تین اجزاء سے مرکب ہے تو ان میں سے کونسا جزء ذی وزن ہے۔ اور جب مرکب اور مجموعہ کے اجزاء میں سے کوئی جزء بھی ذی وزن نہیں تو مرکب کیسے ذی وزن ہو گیا۔ اور اگر یہ تینوں اجزاء ایمان کے جمیع اجزاء نہ ہوں بلکہ ان کے علاوہ کوئی ذی وزن جزء بھی ہو تو وہی استحالہ لازم آئے گا۔ جو ابھی نمبرہ میں گزرا ہے یعنی یہ اعتقاد بالقلب نطق باللسان۔ عمل بالارکان بجمیع ماجاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم پائے جانے پر بھی ایمان نہ پایا جائے فان الکل لا یتحقق الا بتحقق جمیع اجزائه وهو باطل اجماعا واتفاقا۔

جواب: ایمان کا مقولہ کیف سے ہونا احادیث شفاعت پر موقوف نہیں کیونکہ کتب منطق میں اصح مذہب پر اعتقاد کو مقولہ کیف سے لکھا ہے۔ اس اعتبار سے ایمان کا مقولہ کیف سے ہونا ظاہر ہے مزید برآں ہم نے وزن کی جہت سے بھی مقولہ

کیفیت سے ہونے کا حکم لگایا ہے اس پر کچھ آپ نے اعتراض کیا ہے وہ کوئی نیا نہیں اس لئے یہ سب کئی اعتراض ہیں جن سے بعض کا ذکر ہم تنظیم جلد دس نمبر ۲۲ مورخہ یکم صفر المظفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء صفہ میں کر چکے ہیں۔ یہ اعتراض بھی وہاں مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دنیا میں بھی وزن دار ہونا ثابت ہے مشکوٰۃ باب فی المعراج میں متفق علیہ حدیث ہے:۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِي آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِي مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِي ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ اِيْمَانًا وَحِكْمَةً۔

ترجمہ:۔ مالک بن صعصعہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں معراج کا واقعہ سنایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ اس وقت میرے پاس ایک آنے والا آیا میرا پیٹ ہنسلی کے گڑھے سے زیر ناف تک پھاڑ دیا۔ پس میرا دل نکال لیا۔ پھر میرے پاس ایک سونے کا تھال لایا گیا ایمان سے بھرا ہوا۔ پس دل دھو کر ایمان سے بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ آب زمزم سے دھو کر ایمان وحکمت سے بھر گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جو شئے وزن دار ہو گی۔ وہ ابھی سے وزن دار ہے۔ چنانچہ تھال میں رکھ کر لانے سے ظاہر ہے لیجئے اخیر تک آپ کی تقریر پر یک لخت پانی پھر گیا۔

اعتراض ۷: ایمان جو حقیقۃ واحدہ ہے اگر کئی مقولوں سے مرکب ہو۔ تو ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر مقولہ اس کے لئے جنس ہو گا اور ہر ایک کا قرب اور بعد اس کے لئے ایک ہی درجہ پر ہو گا یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی قریب ہو اور کوئی بعید کیونکہ جنس قریب جنس بعید کے ماتحت ہوتی ہے۔ تو لازم آئے گا کہ ایک مقولہ دوسرے مقولہ میں داخل ہو۔ وہو محال عند الحکماء۔ پس جب یہ تمام مقولے ایمان کے لئے ایک ہی مرتبہ کے لحاظ سے جنس بنیں گے۔ تو ماہیت واحدہ کے لئے مرتبہ واحد میں کئی جنسیں ثابت ہوں گی۔ حالانکہ اس قسم کی دو جنسوں کا

ہونا محال ہے۔ فضلا عن اجناس متعددۃ چنانچہ مسلم میں ہے ومن ھھنا یقترح عدم امکان جنسین فی مرتبۃ واحدۃ لماھیۃ واحدۃ۔

جواب:۔ ایمان کا حقیقۃ واحدۃ ہوتا نہ ہونا جواب نمبر ا سے معلوم ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حقیقۃ واحدۃ فی نفسہا نہیں اعتبار شرع پر موقوف ہے کیونکہ مصطلحات شرع سے ہے اور ایک مرتبہ میں دو جنسوں کا نہ ہونا یہ بھی آپکی سمجھ میں نہیں آیا ایک قسم کی دو جنسیں ایک مرتبہ میں ہونی منع ہیں مگر جن کے نزدیک تقویم جوہر کا عرض سے ہوسکتا ہے۔ انکے نزدیک منع نہیں۔ فقال میں آپ کو ذرا تفصیل سے سمجھتا ہوں اس میں شبہ نہیں کہ جسم حقیقۃ واحدۃ ہے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جو ہر جنس عالی ہے اب دیکھنا ہے۔ کہ اس کے نیچے انواع کون کون سے ہیں کچھ شک نہیں۔ کہ ہیولی بھی اس کی ایک نوع ہے۔ صورت جسمیہ بھی اس کی ایک نوع ہے۔ صورت نوعیہ بھی اس کی ایک نوع ہے۔ پھر عناصر اربعہ کا ہیولی ایک ہے اور افلاک ہیولی ہر ایک کا الگ ہے۔ نفس ناطق بھی جوہر کی ایک نوع ہے۔ علی ہذا القیاس عقول عشرہ بھی اس کے انواع ہیں۔ فقال۔ غرض جوہر کے تحت بہت سے انواع درج ہیں اور یہ ان کی جنس ہے اب ان انواع میں تمیز فصل سے ہوگی۔ نفس ناطق کی فصل الگ ہوگی۔ ہیولی کی الگ ہوگی۔ صورت جسمیہ کی الگ ہوگی۔ عقول عشرہ کی الگ ہوگی۔ بلکہ جن کے نزدیک عقول عشرہ سے ہر ایک نوع ہے اور اس کلی کی قسم سے ہے۔ جو ہر ایک فرد میں منحصر ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک عقول عشرہ سے ہر ایک کی الگ فصل ہوگی اب اس بنا پر لازم آیا کہ جسم دو نوع سے مرکب ہوا ایک ہیولی دوسرا صورت حالانکہ جسم حقیقۃ واحدۃ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دو نوع سے حقیقت واحدۃ کی ترکیب ہوسکتی ہے پس اگر ایک مرتبہ میں دو جنسیں ہوں تو اس سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی بات پیدا ہوگی کہ دو نوع کی ایک حقیقت ہو جائے۔ پس جیسے وہ جائز ہے یہ بھی جائز ہونی چاہیئے۔

اعتراض ۸:۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایمان کے تین اجزاء میں سے پہلے دو جزء اعتقاد و نطق کے فوت ہونے سے ایمان فوت ہو جائے گا لیکن تیسرے جزء عمل کے فوت ہونے سے ایمان فوت نہیں ہوتا الا الصلوٰۃ۔

میں کہتا ہوں کہ جب ایمان آپ کے نزدیک کئی مقولوں سے مرکب ہے تو ظاہر ہے کہ ہر مقولہ اس کے لئے جنس ہے اور جنس اپنی نوع کے لئے اجزاء ذاتیہ میں سے ہوتی ہے تو جس طرح اعتقاد اور نطق مقولہ کیف اور مقولہ فعل سے ہیں۔ اسی طرح عمل بھی مقولہ فعل سے ہے تو جو نسبت پہلے دو اجزاء کو ایمان کے ساتھ ہے بالکل وہی نسبت تیسرے جزء کی بھی اس کے ساتھ۔ یعنی جس طرح ان دونوں جزؤں کی نسبت ایمان کے ساتھ نسبت الجنس الی النوع یا نسبت الذاتی الی الذات ہے۔ بالکل اسی طرح اس تیسرے جزء کی نسبت بھی اس کے ساتھ ہے۔ پھر منطقی حیثیت سے اس فرق کی کیا وجہ ہے کہ پہلے دونوں کی جزء تو اس کے لئے ارکان ہوں اور ان کے فوت ہونے سے ایمان فوت ہو جائے لیکن تیسرا جزء ہی رہ جائے اور اس کے فوت ہونیسے ایمان فوت نہ ہو۔

جواب:۔ اس کا جواب نمبر ۸ میں آچکا ہے

اعتراض ۹:۔ آپ نے اعمال صالحہ کو ایمان کے لئے اجزاء حقیقیہ بتایا ہے۔ اور اس کی تشبیہ درخت کے پتوں اور اس کی شاخوں نیز نماز کے واجبات اور سنن کے ساتھ دی ہے لیکن جو اعمال کی جزئیت کے منکر ہیں وہ تو اسی نظیر سے ان کی عدم جزئیت ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اعمال کی نسبت ایمان کی طرف نسبت الجزء الی الکل نہیں۔ بلکہ نسبت الفرع الی الاصل ہے چنانچہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اس مسئلہ پر ایک مبسوط بحث کرتے ہوئے اخیر میں اپنے مذہب کی توضیح کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

وَعِنْدَ الْفَرِيْقِ الثَّانِي (اى المنكرين لجزئية الاعمال) اَلْاَعْمَالُ لَيْسَتْ مِنْ اَجْزَاءِ الْاِيْمَانِ بَلْ هِيَ فُرُوْعٌ نَابِتَةٌ مِنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ الَّذِيْ هُوَ التَّصْدِيْقُ وَالْاِنْقِيَادُ الْقَلْبِيُّ كَمَا اَشَارَ اِلَيْهِ الشَّيْخُ وَلِيُّ اللّٰهِ الدهلوى فَنِسْبَةُ الْاَعْمَالِ اِلَى الْاِيْمَانِ عِنْدَنَا لَيْسَتْ بِنِسْبَةِ الْجُزْءِ اِلَى الْكُلِّ بَلْ نِسْبَةُ الْفَرْعِ اِلَى الْاَصْلِ اَوْ نِسْبَةُ الْبَدَنِ اِلَى الرُّوْحِ الْمُدَبِّرِ لَهُ الخ.

(فتح الملہم جلد ۱ ص ۱)

اسی طرح جزئیہ حقیقی کی تائید وتشبیہ میں نماز کے واجبات اور سنن کو پیش کرنا بھی محل نظر ہے۔ اس لئے یہ لوگ واجبات وسنن کو نماز کے لئے اجزاء حقیقیہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کو متمات وکملات صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اگر کسی نے ان پر جزئیت کا اطلاق کیا ہے تو وہ علی سبیل المجاز ہے کما یظھر بعد الرجوع الی امھات الکتب من الفقۃ۔

جواب: نماز کے واجبات اور سنن اگر نماز سے خارج ہوں تو پھر ان میں اگر انسان ننگا ہو جائے یا منہ قبلہ رخ نہ رہے یا کوئی اور شرط فوت ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ نماز میں ان کی شرط ہے نماز سے خارج کے لیئے ان کی شرط ہونے کی کونسی دلیل ہے۔ دیکھئے خطبہ جمعہ دو رکعت کے قائم مقام ہے اس کو حنفیہ بے وضو جائز کہتے ہیں۔ تو واجبات اور سنن تو بہت ہلکے ہیں۔ جب یہ نماز سے خارج ہیں تو ان کے لئے شرائط نماز بطریق اولیٰ ضروری نہ ہوئے پھر لازم آئے گا۔ کہ نماز پڑھتے پڑھتے انسان کئی دفعہ نماز میں داخل ہوا اور کئی دفعہ خارج ہو۔ پس یہ نماز کے متمات کیا ہوئے حقیقت میں نماز کی ادھیڑ بنت ہوئی نیز اخیر میں سلام کی کیا ضرورت ہے کیونکہ یہاں تو جس رکن کو ذرا لمبا کیا سلام گیا۔ نیز قومہ جلسہ درمیانہ تشہد وغیرہ یہ سب سلام ہوئے خدا کی شان حنفیہ کی نماز پہلے ہی پنج اور پچ اور دو برگ سبز تھی اب سونے پر سہاگہ ہو گئی کہ ہر وقت سلام پھرتا رہتا ہے فتامل پھر درخت کی مثال میں آپ نے شاخوں وپتوں کو فرع بتلایا ہے پھر یہ بتلایئے کہ تمام ٹہنے کاٹ دیئے جائیں اور صرف تنا رہ جائے تو کیا اس کو درخت کہتے ہیں ہرگز نہیں پھر اصل فرع کی نسبت کیسی ہوئی۔ اور جب مجموعہ ٹہنے جزو ہوئے تو اس مجموعہ کی جزئیں ایک ایک ٹہنا بھی جزو ہو گیا۔ حالانکہ ایک ٹہنے کی نفی سے درخت کی نفی نہیں ہوتی۔ پھر اصل فرع کی نسبت شاخوں اور پتوں کی جزئیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ فرعیت تنے کے لحاظ سے ہے اور جزئیت درخت کے لحاظ سے ہے جو تنے اور شاخوں سے مرکب ہے پس ایمان کی مثال درخت سے بالکل صحیح ہے علاوہ اس کے اگر ان مثالوں میں آپ کو تردد ہے۔ تو دیوار کی مثال لیجئے یا مکان کی لیجئے ہر ایک اینٹ اس کی جزء ہے

لیکن اس کے نہ ہونے سے مکان کی یا دیوار کی نفی نہیں ہوتی۔

اعتراض ۱۔ سائل نے اعمال کا تعلق ایمان کے ساتھ معلوم کرنے کے لئے اعضاء انسانیہ اور حقیقت انسانیہ کی جو نظیر پیش کی ہے آپ نے اس سے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعرض کیوں نہیں کیا اور بجائے اس کے دوسری دو نظیروں کی طرف عدول کرنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ بظاہر جو صورت شاخوں کی درخت کے ساتھ ہے۔ وہی اعضاء انسانیہ کی انسان کے ساتھ ہے تلک عشرۃ کاملۃ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ

جواب: عدول کی وجہ زیادہ وضاحت ہے فتامل ہمارے مضمون کا جواب دیتے وقت ذرا اسلام دین وغیرہ پر بھی روشنی ڈال دیں کہ اعتقاد۔ نطق۔ اعمال ان میں داخل ہیں یا نہیں مگر یہ یاد رہے ؎

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بتلائے نہ بنے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین عبداللہ امرتسری ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

فتاوی روپڑی ۸ ص ۱۲۸ تا ۱۲۸

سوال: اور حدیث من قال لا الہ الا اللہ کیا معنیٰ ہے۔ کلمہ گو بے نماز بے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ محی الدین بن محمد علی لکھوی

جواب: جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا وہ بے شک جنت میں داخل ہوگا۔ مگر مراد اس سے یہ ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کی آخری کلام ہو مثلاً مرنے کے وقت اس کی زبان پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جاری ہو اس کے بعد اس نے کوئی کلام نہ کی اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر خاتمہ ہوگیا۔ وہ ضرور کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا کیونکہ اس وقت لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھتا یا تو نئے سر سے ایمان لانا ہے یا پہلے ایمان کو تازہ کرنا ہے پس دونوں صورتوں میں دنیا سے بہتر حالت پر رخصت ہوا۔

جو لوگ بے نماز اور بے زکوٰۃ ہیں اور ان کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی ترغیب دی جاتی

ہے لیکن وہ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پرواہ نہیں کرتے ان سے قطع تعلق ضروری ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بنی اسرائیل نافرمانیوں میں مبتلا ہوئے۔ ان کے علماء نے ان کو روکا جب وہ باز نہ آئے تو علماء نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ بدستور ان کے ساتھ بیٹھے اٹھتے کھاتے پیتے رہے پس خدا نے سب کے دلوں کو یکساں بنا کر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کردی یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خدا کی قسم یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور اس کو حق پر روکو گے اور ظلم سے بند کرو گے ورنہ خدا تمہارے دل بھی یکساں بنا کر انہی کی طرح تمہیں لعنتی کرے گا۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ ۸ شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۴۰ء

فتاوی روپڑی ص ۱۲۹

ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے تو کافروں کو وعظ بیکار ہے

سوال: سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی کافروں کو ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے آگے ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے اس سے ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کا ٹل جانا ممکن ہے مگر ان کا ایمان لانا ناممکن ہے مگر تاریخ بتا رہی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے کہ وہ سب منکرین حضور پر ایمان لے آتے ہیں جب یہ مسلمہ امر ہے کہ تمام اہل مکہ اور

مدینہ حضور پر ایمان لے آئے تو پھر ختم اللہ علی قلوبہم کا کیا معنیٰ ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ختم کے معنیٰ ہمیشہ کے واسطے مسدود کر دینا منقطع کر دینا کہاں سے نکالے گئے۔ قرآن مجید میں ختم کے مشتقات مختلف مقامات میں استعمال ہوئے ہیں۔ مگر ایک جگہ بھی اس معنوں میں استعمال نہیں ہوئے تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر جب اس آیت اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ کو ہم وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہ قیامت کے روز جب جہنم کے چوکیدار جہنمیوں سے دریافت کریں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آیا تھا تو اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ کے قول کے خلاف نظر آرہے ہیں۔ علاوہ ازیں نَخْتِمُ علی قلبك فیطبع علی قلبك بھی قرآن مجید میں ہے جس سے ثابت ہوا کہ طبع اور ختم مترادف الفاظ ہیں۔ پھر ختم کے معنی ہمیشہ کے لئے مسدود کرنا کہاں سے نکالے گئے۔

سید حسنات احمد۔ عابد منزل۔ بلی ماراں دہلی ۱۲ جولائی ۱۹۵۰ء

جواب :۔ اس سوال کا حل اختصار کے ساتھ ہم عرض کرتے ہیں۔ تفصیل دیگر علماء پر چھوڑتے ہیں سائل نے مابعد کی آیات دیکھی ہیں۔ ماقبل کی نہیں دیکھی۔ اس سے قبل خدا فرماتا ہے هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی قرآن مجید پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے پرہیزگاروں سے مراد یہاں مراد یہاں مراد وہ ہیں جن کا خاتمہ پرہیزگاری پر ہونے والا ہے۔ کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے پہلے خواہ کوئی حالت ہو۔ اگر ساری عمر پرہیزگاری میں گزری ہو اور مرنے کے قریب مرتد ہو گیا ہو تو اس کی پہلی پرہیزگاری فائدہ نہیں دے سکتی

قرآن مجید میں ہے :۔ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (پارہ ۲ رکوع ۱۱)

ترجمہ یہ جو تم سے اپنے دین سے پھر جائے۔ پس اسی حالت کفر میں مر جائے۔ تو ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط ہو گئے اور یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلے خواہ مدت دینداری اور پرہیزگاری میں گزر جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اسی طرح اگر پہلے کفر کی حالت ہو اور آخر میں تائب ہو جائے

تو اس کے متعلق بھی خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا پ ۹ ۔ ع ۴ ۔ ترجمہ ، خدا تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

پس جب مدار خاتمہ پر ہوا ۔ اور اس آیت سے وہی مراد ہوئے جن کا خاتمہ پرہیزگاری پر ہونے والا ہے تو ان الذین کفروا سے مراد بھی وہی کافر ہوں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہونیوالا ہے جو خدا کے ہاں ابلیس کی طرح ازلی شقی ہیں۔ پس ان کے حق میں ختم سے مراد یہی ہو گا کہ ان کا راستہ ہمیشہ کے لئے مسدود ہے اور ختم کے معنی ہمیشہ ایک نہیں بلکہ جیسا مقام ہے ویسے ہوتے ہیں۔ یہاں چونکہ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو ڈراتا نہ ڈرانا یکساں ہے یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اس لئے یہاں یہی مراد ہو گی ۔ کہ ان کے لئے ہدایت کا راستہ مسدود ہے اور یہ ازلی شقی ہیں ۔ پس اب کسی قسم کا اعتراض نہیں رہا۔ کیونکہ اگر مکہ والے یا دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں ۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لئے ہدایت کا رستہ مسدود نہیں نہیں ہوا اور وہ ازلی شقی ہو کر ان الذین کفروا الآیۃ کے تحت داخل نہ تھے بلکہ ھدی للمتقین کے تحت تھے پس ان کو ہدایت ہونی ضروری تھی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان الذین کفروا سے ابوجہل وغیرہ خاص کافر مراد ہیں اور ان الذین کفروا میں موصول کی تعریف عہد خارجی کی قسم سے ہے چنانچہ بیضاوی وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے پس اس صورت میں بھی کوئی جھگڑا نہیں رہتا ۔ کیونکہ اگر مکہ مدینے والے ایمان لائے ہیں۔ تو خاص لوگ جو اس آیت سے مراد ہیں۔ جیسے ابوجہل وغیرہ ان کو ایمان نصیب نہیں ہوا بلکہ وہ کفر کی حالت میں رخصت ہو گئے ۔ پس آیت اپنی جگہ ٹھیک رہی اور ختم کے معنی بھی یہی ہوئے کہ ان کے لیے ہدایت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے مسدود ہے خدا تعالیٰ اس حالت سے بچائے ۔ آمین ثم آمین

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ

فتاوی روپڑی

سوال :۔ ہاروت ماروت فرشتے تھے یا شیطان بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ شیطان تھے بادلائل بیان فرمائیں ۔ منیرالدین احمد ڈاکخانہ دہلی دیوان گنج ضلع پورنیہ وسائل عبداللطیف علوی

جواب :۔ ہاروت ماروت فرشتے تھے چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ اس بات کو واضح کر رہے ہیں ارشاد ہے وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۔ اس آیت میں ہاروت ماروت ملکین سے بدل ہے اور معنی یہ ہے کہ اہل کتاب نے اس شئے کی تابعداری کی جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت ماروت پر اتاری گئی اور جو شیطان کہتے ہیں ۔ بعض لوگ و لکن شیاطین میں شیاطین سے بدل بناتے ہیں ۔ حالانکہ اگر اس سے بدل ہوتا تو اس کے ساتھ ذکر ہوتا نیز کفروا وغیرہ صیغے جمع کے اس کے خلاف ہیں ۔ غرض قرآنی روش صاف بتا رہی ہے کہ ہاروت ماروت فرشتے تھے ۔

علاوہ ازیں وہ جادو سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ کفر نہ کرو اگر وہ شیطان ہوتے تو کفر سے کیوں روکتے ۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض اس قسم کی احادیث بھی آتی ہیں ۔ جن میں ذکر ہے کہ فرشتوں نے خدا سے عرض کی کہ اگر انسان کی جگہ ہم ہوں تو گناہ نہ کریں اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت کو خواہشات نفسانی لگا کر بھیجا مگر وہ گناہ سے بچ نہ سکے چنانچہ جامع صغیر اور تفاسیر وغیرہ میں اس قسم کی روائتیں موجود ہیں ۔ بیضاوی ہو یا رازی یا کوئی اور جس کا قول مذکورہ بالا بیان کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں ۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ ۲۵ رجب ۱۳۸۰ھ لاہور

فتاویٰ روپڑی ص ۱۳۲

حدیث کُلُّ مَوْلُودٍ یُولَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ

سوال :۔ حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ کا کیا مطلب ہے ۔ فطرت سے مراد طبیعت سلیمہ ہے یا ملت اسلام اگر اس سے مراد ملت اسلام ہے تو پھر ایک غیر مسلم

کے بچے کا شرعی طور سے جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب: حدیث کل مولود میں فطرت سے مراد اسلام ہے۔ لیکن پیدائشی اسلام جزا سزا کا حقدار نہیں بلکہ کسب پر انسان جزا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ بچوں کا جنت میں جانا بھی خدا کا ابتداءً احسان ہے کسی عمل کی وجہ سے نہیں۔ جیسے جنت کی حور و غلمان کسی عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں۔ لیکن چونکہ دنیا میں بچوں کی دنیوی تکلیفیں پہنچتی ہیں اس لئے ان کا درجہ حور و غلمان سے بڑا ہوگا۔ جس کی بناء پر ماں باپ کی سفارش بھی کریں گے۔ اور دیگر خصوصیتیں بھی ان کی ہوں گی۔

رہا جنازہ تو اس میں ماں باپ کے تابع ہیں۔ اگر ماں باپ مسلم ہیں۔ تو جنازہ ہوگا ورنہ نہیں کیونکہ ظاہری احکام میں وہ ماں باپ کے تابع ہیں۔ اسی لئے جنگ میں غلام لونڈیاں بنائے جاتے ہیں۔

سوال: حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ اور حدیث اَلَا اِنَّ بَنِی اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰی طَبَقَاتٍ شَتّٰی مِنْھُمْ مَنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَیَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَمِنْھُمْ مَنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَیَحْیٰی کَافِرًا وَیَمُوْتُ کَافِرًا (الحدیث) رواہ الترمذی فی باب ما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ (ترمذی مع تحفۃ الاحوذی جلد ۳)

مولانا آپس میں دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔ ان میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ نیز بخاری شریف سے تمام بچوں کا جنتی ہونا معلوم ہوتا ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ نے اپنے رویا میں اولاد مشرکین کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس دیکھا۔ لیکن حدیث ترمذی کی بتلا رہی ہے کہ بعض مولود کی فطرت اور خلقت ہی کفر پر ہوتی ہے۔ تو وہ جنتی کیسے ہو سکتے ہیں ذرا تدبر سے جواب دیں۔

حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ پر حافظ ابن قیمؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بڑی بسط سے بحث کی ہے۔ مگر دونوں صاحبوں نے صرف مذاہب مقرر کر دیئے ہیں۔ فیصلہ کچھ نہیں فرمایا۔ حافظ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب شفاء العلیل فی القدر والتعلیل میں خوب

لکھا ہے۔ آپ ایک نظر اس کو بھی دیکھ لیں۔ یہ کتاب مصر میں چھپ گئی ہے۔ مسئلہ تقدیر میں ایک عجیب تصنیف ہے؟

جواب: حدیث شاہ منہم من یولد کافرا میں بھی یہی کفر مراد ہے کیونکہ کافروں کے بچے ظاہر کافر ہی شمار ہوتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ کفر پر پیدا ہونے سے یہ مراد ہو کہ سن تمیز کو پہنچتے ہیں تو کافر ہوتے ہیں۔ یعنی کفر کے کام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں بالغ ہو جاتے ہیں اور سن تمیز سے پہلے کا زمانہ چونکہ بے خبری کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس سن تمیز کے تابع سمجھا جاتا ہے۔ اگر سن تمیز کا زمانہ کفر کا ہے تو پہلا بھی کفر کا ہے۔ اگر سن تمیز کا زمانہ ایمان کا ہے تو پہلا بھی ایمان کا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے سونے کا وقت بیداری کے تابع ہے اگر بیداری میں عبادت کرتا ہے تو نیند میں بھی عابد ہی سمجھا جاتا ہے اور شاید اسی وجہ سے حدیث میں چار صورتوں پر اکتفا کی ہے۔ ورنہ صورتیں اور بھی نکل سکتی ہیں مثلاً پیدا مومن ہو زندہ کافر رہے۔ مرتے مومن پیدا کافر ہو، زندہ مومن رہے۔ مرے کافر اور پیدا مومن ہو زندہ کافر رہے، مرے کافر اور پیدا کافر ہو، زندہ مومن رہے مرے کافر۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ چار صورتیں اس لئے ذکر کی ہوں۔ کہ دو ایمانوں کے درمیان کفر کالعدم ہے۔ جیسے صحابی کی تعریف میں مشہور ہے کہ درمیان ارتداد آ جائے تو وہ کالعدم ہے اور دو کفروں کے درمیان ایمان کالعدم ہے۔ بلکہ نفاق پر دلالت کرتا ہے اور سن تمیز سے پہلے کا کفر اور ایمان بھی بغیر کفر اور ایمان سن تمیز کے کالعدم ہے کیونکہ اس میں کسب کو دخل نہیں۔ پس اکیلا شمار کے قابل نہیں۔

خلاصہ یہ کہ یولد کافرا میں یا تو ماں باپ کی اتباع میں کفر مراد ہے یا سن تمیز کی اتباع میں کفر مراد ہے اور باقی چار صورتیں نہ ذکر کرنے کی وجہ یا تو یہی ہے کہ سن تمیز کی اتباع کفر اور ایمان مراد ہے۔ ان چار صورتوں میں سن تمیز سے پہلی حالت ایک نہیں۔ تو پہلی حالت سن تمیز کے تابع کس طرح ہو۔ یا دو ایمان کے درمیان کفر اور دو کفروں کے درمیان اور سن تمیز کے کفر اور ایمان کے اور ایمان کے بغیر سن تمیز سے پہلے کا کفر اور ایمان

کالعدم ہے اور کل مولود میں پیدائش اسلام مراد ہے۔ جس کو جزا سزا سے کوئی تعلق نہیں اس میں نہ ماں باپ کی اتباع ہے نہ سن تمیز کی اتباع ہے۔ پس دونوں حدیثوں سے تعارض رفع ہو گیا۔ اور جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔

عبداللہ روپڑی ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ

فتاویٰ روپڑی ج اص ۱۲

طاعون سے موت طبعی واقعہ ہوتی ہے یا نہیں!

سوال: ایک شخص کہتا ہے۔ کہ جس جگہ طاعون واقع ہوتی ہے۔ وہاں کے باشندے اپنی طبعی موت سے نہیں مرتے۔ بلکہ طاعون جو غضب الٰہی کی شکل میں وارد ہوتی ہے اس سے مرتے ہیں خواہ ان کی عمر باقی ہو یا پوری کر چکے ہوں۔ اور وہ اس کو بھی مانتا ہے کہ عمر نیکیوں کے سبب بڑھتی ہے اور بداعمالیوں سے گھٹتی ہے جیسا کہ سورۃ نوحؑ کی آیت وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى سے واضح ہے چونکہ طاعون عذاب الٰہی ہے اور عذاب الٰہی سوائے بدعملوں کے نہیں آتا۔ لہٰذا طاعون سے جو متواتر مرتے ہیں۔ یہ سب معذب ہوتے ہیں۔ اور وہ عذاب سے قبل از وقت مر جاتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تقدیر الٰہی میں کسی کے متعلق یہ نہیں لکھا گیا کہ وہ جنتی یا ناری ہے شقی یا سعید ہے۔ اگر ایسا ایمان رکھا جائے تو اعمال کا کیا فائدہ۔ جو عمل کیا جاتا ہے بعد وقوع وہ لکھا جاتا ہے دوسرا شخص کہتا ہے کہ طاعون سے جو شخص مرتا ہے اس کی عمر زیادہ نہیں ہوتی اور جس کی عمر باقی ہوتی ہے وہ طاعون سے نہیں مرتا۔ عمر کا کم و بیشی ہونا کلیہ نہیں ہاں بعض نیک عمل اور بدعمل کی بیشی اور کمی کا سبب ہوتے ہیں مگر یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہوتا ہے قضا مبرم میں نہ معلق میں اور ہر آدمی کے متعلق تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ وہ جنتی ہے یا ناری ہے شقی ہے یا سعید ہے۔

ان ہر دو شخصوں میں کون حق پر ہے۔ جو تحقیقات کے بعد حق کو نہ مانے

سوال ۱۴۲۷ء ساکن ملتان ۷ مخدوم رشید ضلع ملتان ڈاکخانہ بستی ماں از احمد دین سائل درست ہے بنایا امام کو اس

جواب: آپ نے جو کچھ سوال کیا ہے۔ اس کا جواب خیر القرون میں دیا جا چکا ہے تاریخ ابن جریر جلد ۴ صفحہ ۱۹۹ میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ جب ملک شام کو گئے رستہ میں خبر ملی کہ شام میں طاعون کا زور ہے۔ تو لوگوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ شام کو جائیں یا نہ پہلے مہاجرین کو بلایا ان کا اختلاف ہو گیا۔ کسی نے کہا جانا چاہیئے۔ کسی نے کہا نہ جانا چاہیئے۔ پھر انصار کو بلایا ان کا بھی اسی طرح اختلاف ہو گیا۔ پھر پرانے پرانے مہاجرین کو بلایا ان سب نے بیک زبان یہی کہا کہ نہ جانا چاہیئے آپ نے واپسی کا اعلان کر دیا۔ ابو عبیدہ بن جراح جو شام میں فوجوں کے سپہ سالار تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے امین کا خطاب فرمایا ہوا تھا انہوں نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا۔ کہ آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں۔ (اس لئے کہ شام میں جا کر مریں گے تو تقدیر الٰہی سے مریں گے) حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کاش یہ کلمہ تیرے جیسے سمجھدار کی زبان سے نہ نکلتا۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔ یعنی جیسے شام میں جا کر مرنا اللہ کی تقدیر سے ہو گا۔ اسی طرح واپسی کا معاملہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہو گا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنے لگے اتنے میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف آ گئے۔ جو مشورہ کے وقت موجود نہ تھے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ اگر تمہاری زمین میں پڑ جائے۔ تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو حضرت عمرؓ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میری رائے حدیث کے موافق ہو گئی۔ انتہی

اس سے معلوم ہوا۔ کہ طاعون وغیرہ میں مرنا یا بچنا یہ سب تقدیر الٰہی سے ہوتا ہے اور کسی کا سعید یا شقی لکھا ہونا اس کی بابت تو مشکوٰۃ وغیرہ میں کثرت سے احادیث موجود ہیں اور عمل کی بابت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہو چکا ہے۔ جس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔

غرض سب معاملہ تقدیر سے ہے۔ لیکن تقدیر جبر کا نام نہیں۔ بلکہ خدا نے اپنا علم لکھ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ علم ایک چیز ہے اور فعل الگ مثلاً مجھے کشف والہام سے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کل چوری کرے گا۔ اور میں اس بات کو لکھ دوں یا لوگوں کو اطلاع کر دوں پھر وہ شخص چوری کرے تو یہ چور ہی کا قصور سمجھا جائے گا۔ کیونکہ فعل چوری کا مجھ سے صادر نہیں ہوا پس اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ جان لینا یا لکھ دینا الگ چیز ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہ رکھے وہ فرقہ قدریہ سے ہے۔ جو گمراہ فرقہ ہے

عبداللہ امرتسری مورخہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۳۶ تا ۱۳۷

سوال:۔ کسب اور خلق میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ خلق نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود میں لانا۔ کسب کسی امر کا قصد اور ارادہ کرنا اور اس کے قصد و ارادہ کے مطابق خدا تعالیٰ کا اس کے لئے اعضا میں حرکت پیدا کر دینا۔

کسب میں کچھ احتیاج کا شائبہ بھی ہے یعنی کسی اپنی کمی اور ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ قصد ارادہ ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے خدا کی طرف نہیں ہوتی

عبداللہ امرتسری روپڑ ۲۱ شعبان ۱۳۵۲ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۳۶ تا ۱۳۷

جب جن اور انسان عبادت کیلئے پیدا کئے گئے تو اسکے خلاف کیوں؟

سوال:۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ہم نے جن اور انسان کو اپنی عبدیت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ کہ اس کے خلاف بہت کچھ ہو رہا

ہے کیوں نہیں علت منائی کا پورے طور پر ظہور ہوا۔

جواب:۔ جن وانسان کی پیدائش کی غرض و غایت اگرچہ عبدیت اور عبادت ہے مگر فعل پر جو غایت مرتب ہوتی ہے کبھی وہ اختیاری ہوتی ہے اور کبھی غیر اختیاری۔ ثانی الذکر چونکہ طبعی شئے ہے اس لئے سنت اللہ کے مطابق وہ ضرور مرتب ہوتی ہے اور اول الذکر کے متعلق خدا نے بندے کو اختیار دیا ہے اس لئے اگر وہ اپنا اختیار موافق برتے یا خلاف برتے ہر طرح برت سکتا ہے۔ اور اسی قسم کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً عبدیت اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اگر اس نے ایسا عمل کیا جو عبدیت اور عبادت کی قسم سے ہے تو اس کی پیدائش کی غایت حاصل ہو گئی اگر اس نے اس کے خلاف عمل کیا تو غایت فوت ہو گئی اور اسی لئے وہ مجرم کہلایا اور خدا پر نا کامی کا الزام اس لئے نہیں آ سکتا کہ خدا ہی نے خود بندے کو اختیار دیا ہے ہاں اگر خدا بندے کو اختیار نہ دیتا تو پھر خدا پر نا کامی کا الزام آ سکتا تھا، اب نہیں۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۲۸

جب دو شخص عمر اور جرم میں برابر ہوں تو انکی سزا میں کیوں فرق ہے

سوال:۔ زید اول آفرینش دنیا میں پیدا ہوا اور پچاس ساٹھ برس کی عمر پا کر مر گیا اور عمرو وقوع قیامت سے پچاس ساٹھ برس پہلے پیدا ہوا اور اتنی ہی عمر پا کر یہ بھی مر گیا اور دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ لہذا اسلام کی رو سے زید کو قبر کا عذاب عمرو سے ہزاروں برس زیادہ دیا گیا حالانکہ جرم میں دونوں برابر ہیں۔ یہ کیوں ہے؟

جواب:۔ زید کو جتنا عذاب قبر قیامت سے پہلے ہو چکا ہے اُسی قدر میدان محشر میں اور دوزخ میں عذاب کی تخفیف ہو جائے گی۔ یعنی زید کا عذاب ہلکا ہو گا۔ اور عمر کا عذاب سخت ہو گا آپ نے کمی بیشی عذاب صرف مدت کی کمی بیشی میں سمجھی ہے اس لئے اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ نفس عذاب میں بھی تخفیف اور سختی کے لحاظ سے فرق پڑ جاتا ہے۔ سو جتنی مدت زید کو زیادہ عذاب ہوا اسی اندازے پر عمر کا عذاب سخت ہو گا اور زید کا ہلکا۔ فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۱۲۸ تا ۱۲۹

موحد غیر مسلم عابد زاہد اور مسلمان بدکردار ہر دو کے ساتھ خدا کا کیا برتاؤ ہوگا،

سوال: خدا تعالیٰ اپنی کلام میں فرماتا ہے کہ میری رحمت ہر ایک چیز کو پہنچتی ہے اور میری تسبیح تہلیل زمین وآسمان کی ہر ایک چیز کرتی ہے ایک شخص موحد غیر اپنے مذہب کے موافق متقی و پرہیز گار عابد زاہد الا غیر اسلام پر مرتا ہے اور ایک شخص جو رسالت کا قائل ہے اور الوہیت کے ماننے میں انہی کے برابر ہے لیکن وہ نہ عابد ہے اور نہ زاہد اور نہ متقی ہے نہ پرہیز گار نہ نیکوکار ہے ان دونوں کے ساتھ خدا کا کیا برتاؤ ہوگا۔

جواب: جس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت ہر ایک چیز کو پہنچتی ہے اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ وسعت آگے چل کر مومن کے لئے خاص ہو جانے کی چنانچہ پوری آیت یہ ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ

میری رحمت نے ہر شے کو گھیر لیا ہے۔ عنقریب میں اس رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا یعنی مقرر کر دوں گا۔ جو پرہیزگاری کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب تک قرآن مجید پر اور رسالت پر ایمان نہ ہو نجات کا مستحق نہیں کیونکہ آگے اس کے آیت میں ان کی صفت میں ارشاد ہے:۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

متقی پرہیزگار اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو رسول نبی امی پر

یتبع ہیں جس کا ذکر توراۃ اور انجیل میں ہے ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق رکھتا ہے جو ان پر تھے پس جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائیں اس کو تائید دیں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی تابعداری کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ یہ لوگ ہی نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کہ متقی و پرہیزگار وہی ہے جو ان پڑھ رسولؐ پر اور قرآن مجید پر ایمان رکھے اور وہی مستحق نجات ہے۔ غیر مذہب نہ تو متقی و پرہیزگار ہے نہ وہ نجات کا اہل ہے رہا مسلمان جو رسالت کا قائل ہے اور الوہیت کو مانتا ہے لیکن پرہیزگار نہیں تو اس کے متعلق قرآن مجید و حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ آخر نجات پائے گا۔ چنانچہ شفاعت کی حدیث میں ہے کہ اہل توحید دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۴۰، ۱۴۱

گناہ کی زندگی محدود اور سزا لا محدود

سوال:۔ زید کافر سو برس زندہ رہا۔ اس عرصہ میں گناہ بھی گئے زندگی محدود میں محدود گناہ کئے پھر کیا وجہ کہ اس کافر کو لا الی نہایت دوزخ میں ہمیشہ رہنا پڑے گا

جواب:۔ آپ کے اس اعتراض کی بنا اس پر ہے کہ جتنی مدت گناہ کی ہو اتنی مدت سزا کی ہونی چاہیئے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ایک شخص تھوڑی دیر میں چوری کرتا ہے اور عمر بھر قید کر دیا جاتا ہے یا ہمیشہ کے لئے اس کو کالا پانی کی سزا دیجاتی ہے پس محدود عمر کی سزا غیر محدود ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس کے علاوہ جس نے ایمان نہیں لانا ہوتا اگر وہ ہمیشہ زندہ رہے تو ہمیشہ گناہ میں ترقی کرے گا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص کا قصد ہمیشہ جرم کا ہو وہ اپنے قصد کے لحاظ سے ہمیشہ کا جرم سمجھا جاتا ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص کو حاکم کہے کہ اس جرم سے توبہ کر تو وہ حاکم کو آگے سے جواب دے کہ میں ہمیشہ اسی طرح ہی کروں گا اب بتلائیے وہ ہمیشہ کا مجرم

سمجھا جائے گا یا صرف اسی وقت کے لئے جس وقت وہ یہ کلمہ کہہ رہا ہے ٹھیک اسی طرح خدائی مجرم کو سمجھ لیں۔ جس کا قصد ہمیشہ کے لئے جرم کے ارتکاب کا ہے۔

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص

نومسلم کا کسی وجہ سے اسلام کا اظہار نہ کرنا

سوال:۔ ایک ہندو خفیہ طور پر اسلام کو مانتا ہے الوہیت اور رسالت کا قائل ہے دو مسلمانوں کو اپنی زبان سے کلمہ طیب سنا کر گواہ بناتا ہے لیکن اظہار اسلام اس لئے نہیں کرتا کہ میں اس حالت میں شریف القوم ہوں اگر اسلام ظاہر کردوں تو نومسلم بھنگی چماروں کے برابر داخل اسلام ہو کر سمجھا جائے گا اور میری اولاد کا تعلق یا شادی بیاہ کا رشتہ چھوٹی قوموں میں کرنا پڑے گا اس حالت میں اگر یہ شخص مرجائے تو اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا؟

جواب:۔ اس ہندو کی مثال بالکل ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی مثال ہے وہ بھی قومی عار کی وجہ سے اسلام کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اور ویسے کہتا تھا کہ اسلام سچا دین ہے اور سب دینوں سے بہتر ہے چنانچہ اس کا یہ شعر ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا

(میں نے جان لیا کہ محمدؐ کا دین تمام دینوں سے بہتر ہے یعنی توحید جو لا الٰہ الا اللہ کا مضمون ہے اس شعر میں ابوطالب کا کلمہ کی بابت اقرار ہے لیکن اس کا اظہار نہیں کیا جس کی وجہ اگلے شعر میں بیان کی ہے جو یہ ہے۔

لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْحِذَارُ مَسَبَّۃٍ لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا

(اگر ملامت اور لوگوں کے طعن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیرے دین کا خوشی سے اظہار کرتا)

لوگوں کی ملامت اور طعن و تشنیع سے یہی مراد ہے کہ لوگ کہیں گے اتنا بڑ

اتنا بڑا ہو کر اپنے بھتیجے کے پیچھے لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ابوطالب نے آپ کی اتنی امداد کی آپ نے اس کو کیا فائدہ پہنچایا؟ آپ نے فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ میں اس کو نجات تو نہیں دلا سکا لیکن عذاب میں سب کافروں سے ہلکا ہوگا۔ اس کو آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح اُبلے گا۔ اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا صرف قومی طعن کی وجہ سے اسلام کے اظہار نہ کرنے پر ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو گیا تو دوسرا کس طرح اُمیدوار نجات ہو سکتا!

فتاوی اہلحدیث روپڑی جلد اول ص۱۴۱

مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

سوال: مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی صوفیا کرام کے نزدیک کیا تعریف ہے اور محققین علماء اس کے کیا معنیٰ مراد لیتے ہیں! اور یہ توحید وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی زمانہ سلف میں تھی یا نہیں!

جواب: مولینا جامیؒ نے اپنی کتاب نفحات الانس من حضرات القدس فارسی کے صفحہ ۱۷ تا غایت صفحہ ۲۰ میں بحوالہ ترجمۃ العوارف باب اول توحید کے چار مراتب لکھے ہیں۔ اصل عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کرنے سے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ اس لئے کسی قدر توضیح کے ساتھ اردو خلاصہ پر اکتفاء کی جاتی ہے جس کو زیادہ تفصیل کا شوق ہو وہ اصل کتاب ملاحظہ کرے۔

اوّل توحید ایمانی

دوم توحید علمی

سوم توحید حالی

چہارم توحید الٰہی

توحید ایمانی عوام کی توحید ہے یعنی کتاب وسنت کے مطابق خدا کو وحدہ لاشریک سمجھنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ دل میں اس کا اعتقاد رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا۔ اور یہ توحید مخبر صادقؐ کی خبر کے تصدیق کرنے کا نتیجہ ہے اور ظاہری علم سے حاصل ہے۔ اور صوفیائے کرام اس توحید میں عام مومنوں کے ساتھ شریک ہیں اور باقی قسموں میں ممتاز ہیں

توحید علمی باطنی علم سے حاصل ہوتی ہے جس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ اور وہ اس طرح ہوتی ہے کہ انسان کا یقین اس حد تک پہنچ جائے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق بجز خدا کسی کو نہ جانے۔ تمام ذوات صفات اور افعال کو خدا کی ذات، صفات اور افعال کے سامنے ہیچ سمجھے۔ ہر ذات کو اس کی ذات کا اثر خیال کرے اور ہر صفت کو اس کی صفت کا پرتو جانے۔ مثلاً جہاں علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سننا دیکھنا پائے ان سب کو خدا تعالیٰ کے علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سننے دیکھنے کے آثار سے سمجھے۔ اسی طرح باقی صفات و افعال کو خیال کرے گویا ظاہری اسباب کا پردہ درمیان نہ دیکھے۔ اور سب کچھ موثر حقیقی کی طرف سے سمجھے یہاں تک کہ ظاہری اسباب سے متاثر نہ ہو۔ مگر چونکہ اس مرتبہ میں حجاب باقی رہتا ہے اس لئے اکثر اوقات نظر ظاہری اسباب کی طرف چلی جاتی ہے۔ جو شرک خفی کی قسم ہے۔

توحید حالی یہ ہے کہ قریب قریب تمام حجابات درمیان سے اٹھ جاتے ہیں اور موحد مشاہدہ جمال وجود واحد کا کرتا ہے جیسے ستاروں کا نور آفتاب کے نور میں غائب ہو جاتا ہے اسی قریب قریب تمام وجودات موحد کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ توحید کی صفت کو بھی اسی وجود واحد کی صفت دیکھتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو بھی اسی وجود واحد کی صفت دیکھتا ہے۔ غرض اس کی نظر میں وحدت ہوتی ہے۔ دوئی کا وہاں دخل نہیں رہتا۔ اسی طریق سے موحد کی ہستی بحر توحید کا ایک قطرہ ہو کر اس میں مضمحل ہو جاتی ہے اور ایسی گھل

مل جاتی ہے کہ وہاں انتشار نہیں رہتا۔ اسی بنا پر جنید بغدادیؒ (سرتاج صوفیا) نے کہا ہے

التوحید معنی یضمحل فیه الرسوم ویندرج فیه العلوم ویکون الله کما لم یزل۔

یعنی توحید ایک معنی ہے جس میں رسمی وجود حقیقی وجود گھل مل جاتے ہیں اور علوم اس میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ گویا خلاء سے کاد لیا ہے۔ کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی۔

یہ توحید مشاہدہ سے پیدا ہوتی ہے اور توحید علمی مراقبہ سے۔ مراقبہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر جمال محبوب کی انتظار ہے اور مشاہدہ محبوب کا دیدار ہے۔ توحید علمی میں اکثر لوازم بشریہ باقی رہتے ہیں اور توحید عالی میں تھوڑے باقی رہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ترتیب افعال اور تہذیب اقوال کے ساتھ مکلف ہے اور مکلف اسی صورت میں رہ سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ لوازم بشریہ رہیں جن کا اس کو مقابلہ کرنا پڑے اسی بنا پر ابوعلی دقاق رح نے کہا ہے

التوحید غریم لا یقضی دینه وغریب لا یؤدی حقه

یعنی توحید ایسا قرض خواہ ہے کہ اس کا قرض پورا نہیں ہو سکتا اور ایسا مسافر ہے کہ اس (کی مہمانی) کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

دنیا کی کبھی کبھی خالص حقیقت توحید جس میں یکبارگی آثار اور رسمی وجود گم ہو جاتے ہیں بجلی کی چمک کی طرح نمودار ہوتی ہے اور فی الفور بجھ جاتی ہے اور رسمی وجود کا اثر دوبارہ لوٹ آتا ہے اور اس حالت میں شرک خفی کا نام نشان نہیں رہتا۔ انسان کے لئے توحید میں اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں۔

توحید الٰہی یہ کہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں بغیر اس کے کہ دوسرا اس کی طرف وحدت کی نسبت کرے ازل میں ہمیشہ وحدت سے موصوف رہا چنانچہ حدیث میں ہے کان الله ولم یکن معه شئی یعنی خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری شے نہ تھی" اور اب بھی اسی طرح ہے اور ابدالآباد اسی طرح رہے گا چنانچہ قرآن مجید میں ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ یعنی ہر شے ہلاکت والی ہے

مگر خدا کی ذات" اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شئے ہلاک ہو جائے گی۔ بلکہ ہالک کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی ہلاکت والی ہے یعنی نیست اور فانی ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے رسی جلا دی جائے تو اس کے بٹ بدستور نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا کہ رسی قائم ہے حالانکہ حقیقت میں رسی فنا ہو چکی ہوتی ہے اور اس حالت کے مشاہدہ کے لئے قیامت کا حوالہ دینا یہ محجوبوں کے لئے ہے ورنہ ارباب بصیرت اور اصحاب مشاہدہ جو زمان و مکان کے تنگ کوچہ سے گذر کر خلاصی پا گئے یہ وعدہ ان کے حق میں قیامت تک ادھار نہیں بلکہ نقد ہے یعنی محجوبوں کے لئے جو مشاہدہ قیامت کو ہو گا۔ ارباب بصیرت کے لئے اس وقت ہو رہا ہے۔

یہ توحید الٰہی نقص و عیب سے بری ہے برخلاف توحید مخلوق کے وہ بوجہ نقص وجود کے ناقص ہے۔

یہ چار قسمیں توحید کی صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں۔ اخیر کی دو وہی ہیں جن کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے یعنی توحید حالی وحدۃ الشہود ہے اور توحید الٰہی وحدۃ الوجود ہے یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ متقدمین کی کتب میں نہیں۔ ہاں مراد ان کی صحیح ہے۔ توحید ایمانی اور توحید علمی تو ظاہر ہے توحید حالی کا ذکر اس حدیث میں ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ یعنی خدا کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو نہ دیکھے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ حالت چونکہ اکثر طور پر ریاضت اور مجاہدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ عقل سے سمجھنے کی شئے نہیں ہاں اس کی مثال عاشق و معشوق سے دی جاتی ہے۔ عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظریں کالعدم ہوتی ہیں۔ اگر دوسری شئے کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ

تمام اشیاء اس کے آثار اور صفات کا مظہر ہیں اس لئے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر شئے سے اس کو خدا نظر آتا ہے وہ شئی نظر نہیں آتی ہے جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔

شیخ مخدوم علی ہجویریؒ معروف بہ داتا گنج بخش جن کا لاہور میں مزار مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب باب مشاہدہ میں صوفیاء کے اقوال اس قسم کے بہت لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے جو بیان ہوا ہے کہ غلبہ محبت اور کمال یقین کی وجہ سے ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ غیر خدا پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ اسی طرح دوسرے بزرگوں نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خواص کی دو حالتیں ہیں جلوت اور خلوت جلوت لوگوں سے اختلاط اور میل جول کی حالت ہے اور خلوت علیحدگی اور تنہائی کی حالت ہے جس میں ظاہر باطنا خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے جلوت میں تبلیغ کا کام ہوتا ہے اور خلوت میں نفس کی اصلاح اور دل کی صفائی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ مزمل کے شروع میں ان دونوں حالتوں کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا یعنی رات کا قیام نفس کے لتاڑنے کے لئے سخت ہے اور زبان کو بہت درست رکھنے والا ہے۔ بے شک تجھے دن میں طویل شغل ہے۔"

ان دونوں آیتوں میں ان دونوں حالتوں کا ذکر ہے جن کی یہ دونوں حالتیں قائم ہیں ان کی تو ریس ہی نہیں اول نمبر ان میں انبیاء علیہم السلام کا ہے پھر درجہ بدرجہ ان کے جانشینوں کا ہے۔ جو لوگ ساری عمر خلوت میں گذارتے ہیں اگرچہ ان کی حالت مشاہدہ زیادہ ہوتی ہے مگر چونکہ یہ چیز صرف ان کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اس میں متعدی فائدہ نہیں اس لئے وہ علماء ربانیین کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ جیسی میری تمہارے ادنیٰ پر (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۲)

پس انسان کو چاہیئے کہ توحید حالی حاصل کرتے ہوئے افضل مرتبہ ہاتھ سے نہ دے۔ جو محض گوشہ نشینی کو بڑا کمال سمجھے ہوئے ہیں اور اپنی عمر اسی میں گذار دیتے ہیں وہ علمائے ربانی کی نسبت بڑے خسارہ میں ہیں اگرچہ ذاتی طور پر ان کی طبیعت کو اطمینان وسکون زیادہ ہو۔ اور ذوق عبادت اور حلاوت ذکر میں خواہ کتنے بڑھے ہوئے ہوں مگر علمائے ربانی کا متعدی فائدہ اس سے بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا اصل مقابلہ کرنے والی یہی (علمائے ربانی) کی جماعت ہے عابد ریاضت اور مجاہدہ سے صرف اپنی خواہشات کو دباتا ہے اور یہ جماعت ہزاروں کی اصلاح کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ہزار عابد سے شیطان اتنا نہیں ڈرتا جتنا ایک عالم سے (ڈرتا ہے) مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۲)

خدا ہمیں بھی ربانی علماء سے کرے اور انہی کے زمرہ میں اُٹھائے آمین

اب رہی توحید الٰہی سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ہمہ اوست سمجھتے ہیں یعنی ہر شئے عین خدا ہے۔ جیسے برف اور پانی بظاہر دو معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقتاً ایک ہے اسی طرح خدا اور دیگر موجودات وحدت حقیقی کا عکس ہیں۔ جیسے ایک شخص کے ارد گرد کئی شیشے رکھ دیئے جائیں تو سب میں اس کا عکس پڑتا ہے ایسے ہی خدا اصل ہے اور باقی اشیا اس کا عکس ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کلی، جزی کی مثال ہے جیسے انسان اور زید، عمر، بکر ہیں۔ حقیقت سب کی خدا ہے اور یہ تعینات حوادث ہیں۔ غرض دنیا عجیب گھور کھدہندے میں پڑی ہوئی ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔

صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شئے حقیقۃً موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے سوفسطائیہ فرقہ کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہمی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ موجودات انسانی ایجادات کی طرح نہیں کہ انسان کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں بلکہ یہ ان کا وجود خدا کے سہارے پر ہے اگر اُدھر سے قطع تعلق فرض کیا جائے تو ان کا کوئی وجود نہیں۔ تو یہ مطلب صحیح ہے اس کی مثال

ایسی ہے جیسے بجلی کا کرنٹ (برقی رو) قمقموں کے لئے ہے۔ گویا حقیقت میں اس وقت بھی ہر شئے فانی ہے مگر ایک علمی رنگ میں اس کو سمجھنا ہے اور ایک حقیقت کا سامنے آنا ہے۔ علمی رنگ میں تو سمجھنے والے بہت ہیں مگر حقیقت کا اس طرح سامنے آنا جیسے آنکھوں سے کوئی شئے دیکھی جاتی ہے یہ خاص ارباب بصیرت کا حصہ ہے گویا قیامت والی فنا اس وقت ان کے سامنے ہے۔ پس آیہ کریمہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ان کے حق میں نقد ہے نہ ادھار۔

نوٹ: ابن عربیؒ رومیؒ اور جامیؒ وغیرہ کے کلمات اس توحید میں مشتبہ ہیں اس لئے بعض لوگ ان کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں بعض برا۔ ابن تیمیہؒ وغیرہ ابن عربیؒ سے بہت بدظن ہیں۔ اسی طرح رومیؒ اور جامیؒ کو کئی علما برا کہتے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کا کلام محتمل ہے جیسے جامیؒ کا کلام اوپر نقل ہو چکا ہے اور وہ درحقیقت ابن عربیؒ کا ہے۔ کیونکہ ابن عربی کی کتاب عوارف المعارف سے ماخوذ ہے تو پھر ان کے حق میں سوء ظنی ٹھیک نہیں اسی طرح رومی کا خیال کر لینا چاہیئے۔ غرض حتی الوسع فتویٰ میں احتیاط چاہیئے جب تک پوری تسلی نہ ہو فتویٰ نہ لگانا چاہیئے خاص کر جب وہ گذر چکے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا تو اب کرید کی کیا ضرورت! بلکہ صرف اس آیت پر کفایت کرنی چاہیئے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

نوٹ: ابن عربیؒ وغیرہ کا کچھ ذکر تنظیم جلد ۹ نمبر ۲۲ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۰ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ میں بھی ہو چکا ہے اور رسالہ تعریف اہلسنت کے صفحہ ۳۶، ۳۶۶، ۵ میں بھی ہم اس کے متعلق کافی لکھ چکے ہیں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو وہاں ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۱۵۰، ۱۵۱

شیاطین کا جھاڑے جانا اور ستاروں کا ٹوٹنا کیسا ہے

سوال: قرآن شریف میں آتا ہے کہ تارے شیطانوں کے لئے راجم ہیں یعنی ...

مارے جاتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ رمضان میں سب شیطان قید کئے جاتے ہیں مگر تارے اسی طرح بدستور ٹوٹتے رہتے ہیں۔ ان کے ٹوٹنے کی وجہ بیان کی جائے؟

اللہ دین چک ۱۷ ڈاکخانہ خاص ضلع منٹگمری

جواب: حدیث میں ہے سرکش شیطان جکڑے جاتے ہیں۔ سارے نہیں ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الصوم پس اب کوئی اعتراض نہیں۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۹ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۷۰

استخارہ اور الہام

سوال: الہام اور استخارہ میں کیا فرق ہے اور یہ دونوں دلیل ظنی ہیں یا یقینی اور ان کی بناء پر کسی شخص کے متعلق نیک یا بد کا حکم لگانا کس طرح ہے۔

سائل فتح دین

جواب: جو استخارہ سے معلوم ہوتا ہے وہ بیداری میں جو الہام ہوتا ہے اور غیر نبی کا الہام دلیل ظنی ہے اور اس میں شیطان کا دخل بھی ممکن ہے اس لئے شریعت کے خلاف ہو تو معتبر نہیں اور کسی پر نیک بد کا حکم بھی اسی درجہ کا ہوگا جس درجہ کا الہام ہے اگر کسی کامل بزرگ کا ہے تو وہ زیادہ قابل اعتماد ہے ورنہ معمولی ہے

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم ۷ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۷۶

مباہلہ

سوال: کیا مباہلہ میں اس کے نتیجہ کے لئے مدت مقرر کرنی جائز ہے اور کیا نتیجہ وہ معتد بہ ہے جو مدت مقررکے دوران میں واقع ہو؟

جواب: روایات مباہلہ جو آیت مباہلہ کے تحت مفسرین نے ذکر کی ہیں۔ ان سے زیادہ سے زیادہ ایک سال مدت مفہوم ہوتی ہے اور جب مدت مقرر ہو جائے تو معتدبہ نتیجہ بھی وہی ہے جو اس مدت کے اندر ہو اور اگر مدت گزر کر کوئی نتیجہ نکلے تو اس میں یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتفاقیہ ہے کیونکہ اتفاقات سے بھی دنیا خالی نہیں ہے اگر خدا کو اس سے صداقت کا اظہار مقصود ہوتا تو وہ مدت مقررہ میں اس کو ظاہر کر سکتا تھا۔

سوال: کیا فریق کاذب کے تمام مباہلین کی ہلاکت ضروری ہے یا بعض کی؟ اور اگر فریق صادق سے چند آدمی جو فریق مخالف کے ہلاک شدگان سے کم ہوں ہلاک ہو جائیں تو کیا یہ ضروری بات تو نہیں۔ ابوسعید عبدالرحیم۔ مدرسہ شمسیہ عربیہ ویروال

جواب: دراصل قطعی طور پر فیصلہ کن مباہلہ نبی کا ہوتا ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ جیسے کوئی صاحب کمال ہو اس کا مباہلہ صدق کذب کا معیار بن سکتا ہے۔ عوام کے مباہلہ کا چنداں اعتبار نہیں کیونکہ مباہلہ دربار الٰہی میں ذمہ داری کی حاضری ہے اور جس کی اپنی عملی حالت پست ہو وہ خدا کے ہاں ذمہ داری کا اہل نہیں کہ خدا اس کی رعایت کرتا ہو؛ دین جیسی اہم شے کو اس سے وابستہ کر دے۔

عبداللہ امرتسری ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۱۰۱

سمعلونا کا ذم

سوال: سمعلونا کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے کیا معنی ہیں۔ درد دانت وغیرہ کو اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے۔ اس کو پڑھ کر دم نہیں کیا جاتا بلکہ یا سمعلونا لکھ کر اس پر کیل گاڑے جاتے ہیں؛ محمد سائل

جواب: یہ لفظ اسماعیل کے لفظ سے مشابہ ہے جو عبرانی ہے لیکن زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اسماعیل کے معنیٰ مطیع اللہ کے ہیں۔ اس کے معنیٰ بھی اسی قسم

کے ہیں۔ کسی بزرگ کا نام معلوم ہوتا ہے اس قسم کا دم جائز نہیں۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۲۹ء

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۱۵۸

خدا کا مخلوق کی قسم کھانا

سوال :۔ خداوند عالم قرآن شریف میں جگہ جگہ اپنی ذات یا دن رات وغیرہ کی قسم کھاتا ہے مگر اپنی مخلوق کو اپنے اور اپنی صفات کے سوا اوروں کی قسم کھانے سے منع کا ارشاد فرماتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

محمد عبداللہ چک ۱۵۴ گ ب تحصیل سمندری ضلع لائل پور

جواب :۔ ہم غیر اللہ کی قسم کھائیں تو غیر اللہ کی تعظیم کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ عبادت کی قسم سے ہے اس لئے ہمارے لئے منع ہے اور خدا کی قسم کھانے سے اس تعظیم کا شبہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا ہر شے کا خالق ہے اور ہر شے اس کی محتاج ہے اور محتاج غیر محتاج کی تعظیم کیا کرتا ہے نہ کہ غیر محتاج محتاج کی پس خدا پر شبہ نہیں آسکتا مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی کے پیر چوم لے تو اس پر تعظیم کا شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر ماں بچے کے پیر چوم لے تو یہ تعظیم نہیں سمجھی جا سکتی۔ ٹھیک اسی طرح خدا اور مخلوق کو سمجھ لینا چاہیے تفصیل کے لئے اقسام القرآن حافظ ابن قیمؒ ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۱۵۸

نیکی کا معیار

سوال :۔ عمرو زید سے سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطمینان دلانے کے لئے دنیائے فانی میں نیکی کا کچھ معیار مقرر کیا ہے یا نہیں اگر کیا ہے تو کس مقدار پر اہل کو

جواب :۔ اگر ضروری احکام شرعیہ کی ادائیگی تسلی بخش ہو تو یہ چیز قابل اطمینان ہے

اور کوئی چیز نہیں۔ عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور ۲ اگست ۱۹۶۲ء

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۱۵۹

عرش کو کتنے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے؟

سوال :۔ سورہ حاقہ میں آیا ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ مستدرک حاکم میں صحیح سند سے آیا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کا عرش چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور قیامت کے دن چار بڑھا کر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے اور ابن جریر میں ابو زید سے مرفوعاً روایت ہے یحملہ الیوم ویوم القیمۃ ثمانیۃ (حاشیہ جامع ص ۴۸۵) اور ابوداؤد مع عون المعبود ص ۳۶۹ میں ہے ثم فوق ذالک ثمانیۃ اوعال بین اظلافھم ورکبھم مثل ما بین سماء الی سماء ثم علی ظھورھم العرش۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا عرش اب آٹھ فرشتوں کی پشت پر ہے اور بہاد آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اب چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ دونوں کی تطبیق کیا ہے؟

عبداللہ از کھیپانوالی ڈاک خانہ مکتسر ضلع فیروزپور

جواب :۔ ابوداؤد کی حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ آٹھ فرشتوں کی پیٹھ پر عرش ہے مگر جب دوسری صحیح روایتوں میں چار کی تصریح ہے تو تثنیہ سے مراد بعض ہوں گے پس اب کوئی مخالفت نہیں۔ عبداللہ امرتسری مورخہ ۲۱ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۱۶۰

لوح محفوظ

سوال :۔ لوح محفوظ کون سے آسمان پر ہے اور کس چیز کی بنی ہوئی ہے عرش عظیم کے اوپر ہے یا نیچے ہے؟

ایک خریدار تنظیم

جواب :۔ بخاری باب قول اللہ تعالیٰ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ میں ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا عِنْدَهٗ غَلَبَتْ اَوْ قَالَ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب لکھی کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے اوپر ہے۔

فتح الباری میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْاِشَارَةُ اِلٰی اَنَّ اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ فَوْقَ الْعَرْشِ (فتح الباری جزء ۱۳ ص ۴۹۵)

یعنی اس حدیث سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ کتاب لوح محفوظ ہے اور عرش کے اوپر ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی ہے جس کا طول آسمان و زمین کے فاصلے کے برابر ہے اور عرض مشرق اور مغرب کے فاصلے برابر ہے اس کے کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں۔ اس کے پٹھے (دگتے) کے ساتھ بند ہے اور اس کا اصل فرشتے کے آگے ہے مقاتلؒ سے روایت ہے کہ عرش کے دائیں طرف ہے ابن عباسؓ سے مرفوع روایت ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم اور اس کا نوشتہ نور ہے ہر دن اللہ تعالیٰ اس میں چھتیس مرتبہ نظر کرتا ہے کسی کو پیدا کرتا ہے کسی کو رزق دیتا ہے۔ کسی کو مارتا ہے کسی کو زندہ کرتا ہے۔ کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ابن کثیر جلد ۱۰ ص ۲۰۱　　ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۷۱

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۳۴ء

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۶۰

معصوم بچوں کو تکلیف کیوجہ

سوال:۔ چھوٹے بچوں کو بیماری ام الصبیان وغیرہ کیوں آتی ہے۔

تنظیم نمبر خریداری ۱۸۲۲

جواب۔ دنیا میں بیماریوں اور تکلیفوں کا سلسلہ غیر معصوموں کے ساتھ خاص نہیں۔ چھوٹے بچے کیا حیوانات میں بھی جاری ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی ان کی تکلیف دوسرے کی تکلیف کا باعث ہوتی ہے جیسے بچے یا مویشی کی تکلیف ماں باپ یا مالکوں کی تکلیف ہے اور کبھی ایک کی تکلیف دوسرے کی عبرت کا باعث بنتی ہے اور بعض دفعہ اور فوائد بھی مدنظر ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہ السلام اور نیک بندوں پر امتحانات آتے ہیں تاکہ خدا کے محبوب ہونے کی وجہ سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ان کو خدائی اختیارات مل گئے۔ نیز ان کی حالت دیکھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا آرام کا گھر نہیں۔ اگر ہوتا تو خدا کے پیارے یا معصوم اس کے زیادہ اہل تھے۔ بعض دفعہ کوئی دوسرے اعمال سے ایک درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ خدا مصیبت کے ذریعہ اس کو بڑے درجہ تک پہنچا دیتا ہے چنانچہ احادیث میں صراحۃً آیا ہے۔ اسی طرح معصوموں کو بھی مصیبت کے عوض کچھ نہ کچھ ملے گا بکریاں آپس میں بھڑ جائیں تو حدیث میں ان کے متعلق انصاف کا ذکر آیا ہے کہ جس نے زیادتی کی ہے۔ اس سے دوسری کو بدلہ دیا جائے گا۔ اگر ماں باپ کی شامت اعمال بچہ کی تکلیف کا باعث بنی ہے تو ماں باپ کی نیکیوں میں ضرور کمی ہو گی اور بچہ کا درجہ اس سے بلند ہو گا یا خدا اپنے پاس سے بچہ کو راضی کر دے گا۔

بہرصورت دنیا تکلیف کا گھر ہے اس میں دانہ ڈنکہ کی طرح ہو آیا چکی میں پس گیا اگر اور تکلیف سے بچ گیا تو موت کے گھاٹ ضرور اترے گا۔ جو اس دار تکلیف کی آخری گھاٹی ہے بلکہ انسان کا دنیا میں داخل ہونا ہی بڑی مصیبت کے ساتھ ہے ماں کو دردزہ کی اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی بچہ کو ہوتی ہے کیونکہ بچہ کو ہوتی ہے کیونکہ بچہ کا وجود ماں سے زیادہ نازک ہوتا ہے غرض دنیا میں امتیاز نہیں اس لئے ایک دوسرا دن مقرر ہے جس کا نام قیامت ہے اس دن امتیاز بھی ہو گا اور انصاف بھی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ضلع انبالہ ۱۲ شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء

فتاویٰ روپڑی

ہبوط آدم

سوال: کیا آدم علیہ السلام بوجہ خطا کرنے کے آسمان سے اتارے گئے تھے یا زمین پر کسی باغ میں تھے؟

ابو سعید عبدالرحیم متعلم شمسیہ عربیہ دیروال ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء

جواب: مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ میدانِ محشر میں اولین و آخرین جب آدم علیہ السلام کے پاس اگر شفاعت کی درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوا دیجئے۔ تو آدم علیہ السلام عذر کریں گے کہ میرے ہی گناہ نے تو تمہیں جنت سے نکالا ہے تو اب میں دخول جنت کے لئے کس طرح سفارش کر سکتا ہوں۔ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے جس میں اہل ایمان جانے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ یعنی جنت سے اترنے کا حکم دیکر فرمایا کہ تمہارا زمین ٹھکانا ہے یہ آیت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے اگر پہلے ہی سے زمین پر ہوتے تو یوں کہتے وَلَكُمْ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ مُسْتَقَرٌّ ۔ یعنی [illegible] اب دوسری جگہ ہے اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے کہ آدم علیہا السلام اسی جنت میں تھے معتزلہ ایک گمراہ فرقہ گزرا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے وہ زمین پر کوئی باغ تھا۔ اور اب نیچریوں مرزائیوں کا بھی یہی حال ہے

عبداللہ امرتسری ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء

فتاویٰ روپڑی جلد اول صـ۱۶۲

حضرت آدمؑ کا حضرت داؤدؑ کو زندگی کا کچھ حصہ دیکر انکار کرنا یہ جھوٹ ہے یا نہیں!

سوال: حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ عالم ازل میں جب اللہ تعالیٰ نے

آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس کی اولاد بھی اس سے پیدا کی۔ اور ان کو نور دیا۔ آدم علیہ السلام نے جب حضرت داؤد کا نور دیکھا۔ تو اپنی عمر سے ہزار برس سے چالیس برس اس کو دے دیئے اور فرمایا رَبِّ زِدْہُ مِنْ عُمْرِیْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً۔ مگر بعد میں آدم نے عمر دینے سے انکار کر دیا فجحد آدم فجحدت ذریتہ الحدیث رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب القدر ص۲۲) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آدمؑ نے باوجود نبیؑ ہو کر اپنی عمر چالیس برس دینے سے دیدہ دانستہ کیسے انکار کر دیا۔ حالانکہ فرشتہ نے بھی یاد دلایا۔ انبیاء علیہ السلام تو کذب بیانی سے منزہ اور معصوم عن الخطا ہیں۔ اور اس حدیث سے آدم علیہ السلام کی کذب بیانی تو صریح ظاہر ہے اس کا معقول جواب دیں۔

جواب :۔ دینے سے انکار جھوٹ نہیں ہاں اگر یوں کہتے کہ میں نے دینے کو کہا ہی نہیں تب جھوٹ ہوتا۔ جحد سے مراد یہاں دینے سے انکار ہے کہ میں نہیں دیتا اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ اولاد کو کوئی شے دے کر واپس لے سکتا ہے۔

اور اگر جحد سے مراد یہ ہو کہ میں نے دینے کو کہا ہی نہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میری یادداشت میں اور یہ کوئی ضرور نہیں کہ دوسرے کے یاد دلانے سے بات یاد آ جائے رہی یہ بات کہ پھر عمل سا مد کیا ہوا۔ تو اس صورت میں اس کا حدیث مذکور میں کوئی ذکر نہیں ممکن ہے کہ فرشتہ کے یاد دلانے سے دینا منظور کر لیا ہو اور ممکن ہے نہ کیا ہو۔

عبداللہ روپڑی ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۲۱۳

خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت دونوں میں کونسی افضل

سوال :۔ کیا خدا کی عبادت افضل ہے مخلوق کی خدمت

ایک شخص کہتا ہے کہ خدا ہماری عبادت کا بھوکا نہیں ہے مخلوق ہماری خدمت کی بھوکی اور حاجتمند ہے۔ خدا کی عبادت، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات

سب ایک کونے میں رکھ دیں اور مخلوق کی خدمت شروع کر دیں۔

عبداللہ بن محمد سلیمان از بنگلور سٹی

جواب: خدا بے شک ہماری عبادت کا بھوکا نہیں۔ لیکن ہم تو خدا کی عبادت کے بھوکے ہیں۔ جیسے کھائے پیئے بغیر ہماری جسمانی حیات قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح ہماری روحانی بقاء عبادت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ روحانی بقاء وصال الٰہی سے ہے اور وصال الٰہی عبادت الٰہی سے ہے۔ پس اس حیثیت سے عبادت الٰہی کی ہمیں زیادہ ضرورت ہے۔ مگر تحقیق امر یہ ہے کہ مخلوق کی خدمت عبادت الٰہی سے الگ شے نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر خدمت مخلوق کو عبادت الٰہی سے خارج کر دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ انسان ہمدردی کے لئے پیدا نہ ہو۔ حالانکہ اگر انسان کی پیدائش ہمدردی کے لئے نہ ہوتی تو پھر خدا انسان کو اس کا حکم کیوں دیتا؟ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدمت مخلوق بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے ہاں اگر سوال میں عبادت سے مراد بدنی عبادت ہو تو اس صورت میں بے شک خدمت مخلوق عبادت الٰہی سے الگ شمار ہو سکتی ہے مگر جب پیدائش انسان کی دونوں کے لئے ہے تو دونوں ضروری ہوئیں اور ایک کو غیر ضروری کہنا غلطی ہوئی اور مندرجہ ذیل شہادت سے بھی دونوں کا ضروری ہونا ثابت ہے قرآن مجید میں ہے: وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا۔

یعنی خدا کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ قرابتی کے ساتھ احسان کرو۔ نیز یتیموں۔ مسکینوں کے ساتھ سلوک کرو۔ نیز ہمسایہ قرابتی ہمسایہ بیگانہ۔ اپنے پہلو کا ساتھی۔ مسافر۔ مملوک ان سب کے ساتھ احسان کرو۔ تکبر کرنے والے کو خدا بالکل دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کی عبادت بھی ضروری ہے اور مخلوق کے ساتھ احسان و سلوک کرنا بھی ضروری ہے۔ دونوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ صرف ایک کو افضل سمجھ کر دوسرے میں سستی کرنا جائز نہیں ہے۔

عبداللہ امرتسری ۱۸ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء
فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۶۸

کیا صحابہؓ حوضِ کوثر سے روکے جائیں گے؟

سوال: مسلم شریف "باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء" میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک گروہ روکا جائے گا میرے پاس آنے سے اور میں کہوں گا کہ یہ میرے صحابہؓ ہیں۔ اور صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے با ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جس نے حضورؐ کو با ایمان دیکھا اس کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ اس مسئلہ کو حل فرمائیں۔ ابو شفاق محمد اسحٰق

جواب: جس صحابیؓ سے جنت کا وعدہ ہے اس کی یہ تعریف نہیں جو آپ نے کی ہے بلکہ صحابیؓ وہ ہے جس نے ایمان کے ساتھ آپ کی ملاقات کی ہو اور وہ اخیر تک اس ایمان پر قائم رہا ہو۔ اور حدیث مذکور میں جن کا ذکر ہے وہ ایمان پر قائم نہیں رہے لیکن حضور کو اس کا علم نہیں ہوگا۔ کہ یہ قائم نہیں رہے۔ اس لئے آپ کہیں گے کہ یہ میرے صحابہؓ ہیں شاید کہا جائے کہ جو اخیر وقت ایمان پر قائم رہا ہو، وہ خواہ صحابی نہ بھی ہو تو بھی اس سے جنت کا وعدہ ہے تو پھر صحابیؓ کی خصوصیت کیا ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خصوصیت دو طرح سے ہے۔ ایک تو ابتداءً جنت میں جانا، دوم صحابیت کے شرف سے کوئی خاص عہدہ عطا ہونا وغیرہ۔

ایک اعتراض یہاں اور پڑتا ہے وہ یہ کہ مسلم سے اسی مقام پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دوست رکھتا ہوں

کہ اپنے بھائیوں کو دیکھ لوں۔ صحابہؓ نے کہا کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں؟ فرمایا تم میرے صحابہؓ ہو۔ بھائی وہ ہیں جو بعد آئیں گے۔ صحابہؓ نے کہا۔ بعد والوں کو آپؐ کس طرح پہچانیں گے؟ فرمایا ان کے منہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکیں گے۔ اور میں حوض پر ان کا پیشرو ہوں گا خبردار کئی لوگ حوض سے روکے جائیں گے۔ میں ان کو آواز دوں گا۔ ادھر مجھے کہا جائے گا۔ کہ انہوں نے آپؐ کے بعد دین کو بدل دیا میں کہوں گا۔ دور ہوں۔ دور ہوں۔

ایک اور روایت ابوہریرہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت میرے پاس حوض کوثر پر آئے گی اور میں دوسرے لوگوں کو حوض سے اس طرح ہٹاؤں گا۔ جس طرح کوئی بیگانے اونٹ اپنے اونٹوں سے ہٹاتا ہے۔ صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ کیا آپ ہمیں پہچانیں گے؟ فرمایا ہاں۔ تمہارے لئے نشانی ہوگی جو کسی اور کے لئے نہ ہوگی تم میرے پاس آؤ گے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکیں گے۔ اور ایک جماعت تم سے روکی جائے گی۔ میں کہوں گا۔ یہ تو میرے صحابہؓ ہیں۔ فرشتہ جواب دے گا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا بدعت نکالی؟

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد والوں کو آپؐ آثار وضو سے پہچانیں گے۔ اور اس دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو بھی آپ آثار وضو سے پہچانیں گے مگر ان سے وہ صحابہؓ مراد ہوں گے جن سے آپ کا زیادہ تعارف نہیں ہوا۔ یا جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ کی نظر ان پر نہیں پڑی۔ جیسے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہزاروں مخلوق ایسی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صحابہؓ کا کہنا کیا آپ ہمیں پہچانیں گے اس سے مراد امت ہو جس سے مراد بعد والے ہوں خیر کچھ ہو یہاں اعتراض پڑتا ہے کہ جب ان کے ہاتھ پاؤں چمکیں گے تو وہ حوض کوثر سے کیوں ہٹائے جائیں گے۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس کے تین جواب دیئے ہیں۔ کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ پھر تین قول ذکر کئے ہیں جن کا خلاصہ مع زیادت درج ذیل ہے۔

ایک یہ کہ منافق اور مرتد ہوں گے۔ ان کو نور ملے گا (مگر پھر بجھ جائے گا جیسے قرآن مجید کی سورۃ حدید میں ہے) دوسرا جواب یہ کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہیں۔ جن سے آپؐ کا تعارف ہے۔ ان پر وضو کا نشان نہیں ہو گا۔ تیسرا جواب یہ کہ اس سے مجرم اور اہل بدعت مراد ہیں۔ جو حد کفر کو نہیں پہنچے۔ پھر ان میں دو احتمال ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں چمکیں۔ مگر حوض کوثر سے روکے جائیں گے (آخر کسی وقت ان کی نجات ہو جائے گی۔ جیسے حدیث میں ہے کہ جو لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ ان کی سجدہ کی جگہ نہیں جلے گی۔ پس حوض کوثر پر جاتے کے وقت ہی کسی طرح کا چمکنا ہو سکتا ہے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مجرم اور اہل بدعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں۔ جو آپؐ کے بعد بھی رہے اور خراب ہو گئے ان کو آپؐ شکلوں سے پہچانیں گے۔ نہ کہ آثار وضو سے۔ (لیکن اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ یہ صحابیؓ ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر ان کے متعلق یہ کہنا کہ حد کفر کو نہیں پہنچے تو ایمان والے ہوئے اور صحابیؓ کی یہ تعریف ہے کہ ایمان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہو اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو تو وہ صحابیؓ ہوتا ہے اور اگر یہ صحابیؓ ہوں تو معاذ اللہ لازم آئے گا کہ صحابیؓ بھی ہوں اور اہل بدعت اور مرتکب کبائر بھی ہوں جیسے بہت شیعہ یہی خیال رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں پھر ان احادیث کا بھی اعتبار نہیں رہتا۔ پس صحیح یہ ہے کہ آپ کے زمانہ کے جو لوگ روکے جائیں گے۔ وہ منافق مرتد ہوں گے اور جو بعد والوں سے روکے جائیں گے وہ منافق بھی ہو سکتے ہیں۔ اور وہ مجرم اور اہل بدعت بھی ہو سکتے ہیں۔ جو حد کفر کو نہیں پہنچے۔ فقط

عبداللہ روپڑی ۱۴ محرم ۱۳۷۹ھ ۱۹ سی ماڈل ٹاؤن لاہور

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۷۱

حضرت عیسیٰ کونسا کلمہ پڑھیں گے؟

سوال:۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں

گے تو بطور امتی کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں گے یا کوئی اور کلمہ!

سائل محمد صدیق۔ بی۔ اے ٹیچر ہائی سکول سندیانوالی ضلع لائلپور۔

جواب:۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (پ۳)

ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب و حکمت سے عطا کروں پھر تمہارے پاس رسول آجائے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ رسول اس کی تصدیق کرے البتہ تم ضرور اس کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور البتہ ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا اور کیا تم نے اس شرط پر میرے عہد کا بوجھ اٹھایا انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس تم گواہ ہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والوں سے ہوں۔

یہ وعدہ گذشتہ انبیاء سے لیا گیا۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے جس طرح باقی انبیاء علیہم السلام کو آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا ضروری تھا۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ضروری ہوا!

نتیجہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پڑھیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لئے رسول تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوں گے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک حیثیت سے رسول ہونا اور ایک حیثیت سے امتی ہونا اس میں کوئی منافات نہیں۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ۲)

اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے۔ تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کلمہ پڑھیں گے۔"

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور

۱۰ شعبان ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۱۷۲

حضرت خضر علیہ السلام

سوال: کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں ان کے زندہ ہونے کی کیا توعیت ہے ان کی زندگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کیا فرق ہے کیا خضر مع جسد خاکی زندہ ہیں

عبدالمجید متعلم بی۔ اے ڈائمنڈ بیکری نزد چھوٹی گھٹی

شاہی بازار حیدرآباد (سندھ)

جواب: حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق کوئی صاف روایت نہیں۔ کہ وہ زندہ ہیں صرف آب حیات کی جگہ رہنے سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اس قسم کی بعض اور روایتیں بھی ہیں۔ جیسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آواز آئی جس میں گھر والوں کو صبر کی تلقین کی گئی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے کہا۔ یہ آواز دینے والے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

(مشکوٰۃ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصل ۳ ص۵۴۸)

لیکن یہ حدیث بالکل ضعیف ہے قابل استدلال نہیں۔ اگر اس کو تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے زندگی ثابت ہوتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معراج کی رات

انبیاء کرام علیہم السلام کی گفتگو ہوئی ہے حالانکہ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باقی انبیاء بالاتفاق فوت ہو چکے تھے سو ایسے ہی اگر فوت شدہ کی آواز زندہ نے سنی ہو تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ یہ چیز کرامت کی قسم سے ہو سکتی ہے۔

عبداللہ روپڑی ملاہور

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۷۳، ۱۷۴

نیکی اور بدی کا خالق

سوال: نیکی اور بدی کا خالق کون ہے؟ قرآن مجید میں ہے کہ خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا تو بدی کرنے میں گرفت کیسی۔

جواب: قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کا یہ معنیٰ ہو کہ خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا ہاں کفار سے قرآن مجید نے یہ حکایت کی ہے۔

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ (پ ۸)

اگر خدا چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ کسی شئے کو حرام کرتے۔

خدا تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ۔ (پ ۸)

ترجمہ: پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح تکذیب کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دے کیا تمہارے پاس اس بات پر کوئی دلیل ہے؟ اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم محض گمان کی تابعداری کرتے ہو اور محض اٹکل کے پیچھے جاتے ہو۔

اس آیت میں خدا نے کتنے زور سے تردید کی ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا نہیں کرتا بلکہ یہ محض تمہارا خیال اور محض تمہاری اٹکل ہے اس پر تمہارے کوئی دلیل نہیں۔ لیکن خالق

ہونا اور شئے ہے اور کاسب (کمانے والا) ہونا اور شئے ہے۔ خدا خالق ہے بندہ کاسب (کمانے والا) ہے۔ ان دونوں میں جو کچھ فرق ہے اس کو ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۱۷۴

جب ہر نفس کو موت ہے تو جنت دوزخ کس کے لئے؟

سوال: ہر چیز کی خواہش کرنے والا نفس ہے اور نفس ہی کو موت ہے تو بہشت و دوزخ کس کے لئے ہیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ؟　فتاوی اہلحدیث روپڑی جلد اول ص۱۷۶

جواب: موت کے چکھنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (پ۲۴) ترجمہ: خدا موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے"

نیز جب بہشت دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہوگا۔ روحیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی۔ قرآن مجید میں ہے وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (پ۳۰) (ترجمہ) جب جانیں (بدنوں سے) ملائی جائیں"

نیز خدا خالق ہے وہ نیست سے ہست کر سکتا ہے تو پھر بہشت دوزخ کس کے لئے کہنے کا کیا مطلب؟

فتاویٰ روپڑی جلد اول

جب اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے تو بندہ کو ہدایت کیوں نہ ہوئی؟

سوال: اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کن کہتا ہے کیا دنیا کو ہدایت کرنے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں؟

جواب: ہدایت دو طرح کی ہے ایک اِرَاءَةُ الطَّرِيق۔ یعنی رستہ دکھلا دینا۔ اور حق ناحق سمجھا دینا۔ اس کا ارادہ اللہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ (پ۵) (ترجمہ) خدا ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے لئے بیان کرے اور تمہیں پہلے لوگوں کو طریقوں کی ہدایت کرے" اس آیت سے معلوم

ہوا کہ خدا بندوں کو ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ہو بھی جاتی ہے۔ یعنی بندہ کو حق ناحق کا بتلانے سے پتہ لگ جاتا ہے آگے خواہ قبول کرے یا نہ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (پ ۲۹/۱۸)

ہم نے انسان کو ہدایت کی آگے وہ شکر کرنیوالا ہے یا کفر کرنیوالا ہے۔ یہ ایک طرح کی ہدایت ہوئی دوم الدَّلَالَةُ الْمُوْصِلَةُ یعنی ،،حق کو پہنچا دینا اور بندہ کے اختیار کے بغیر دل میں اس کو جگہ دیدینا،، اس کا اللہ ارادہ نہیں کرتا کیونکہ پھر بندہ فعل مختار نہیں رہتا، قرآن مجید میں ہے فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (پ ۸) (ترجمہ) خدا چاہتا تو تمہیں سب کو ہدایت کر دیتا،، یعنی تمہارے اختیار کے بغیر محض قدرت کے تصرف سے تمہیں ہدایت والے بنانا چاہتا، جیسے فرشتوں کو ایسے ہی کیا ہے تو تم سب ہدایت والے ہو جاتے لیکن وہ اس طرح نہیں کرتا بلکہ تمہیں اپنے اختیار پر چھوڑا ہے تاکہ اپنے اختیار سے نیکی بدی کر کے بدلے کے مستحق بنو۔ اگر جبراً ہدایت کر دیتا تو بندہ کے اختیار کو دخل نہ ہوتا تو پھر اس میں بندے کا کیا کمال تھا اور وہ انعام کا مستحق کس طرح ہو سکتا ہیں ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کا ارادہ نہ کرے۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۱۶۱

ابلیس جن ہے یا فرشتہ

سوال:۔ ابلیس فرشتوں میں تھا یا کہ پہلے ہی الگ تھا؟

جواب:۔ قرآن مجید میں ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ (پ ۱۸/۵) یعنی ابلیس جنوں سے تھا،، اس میں دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں فرشتوں کی ایک جماعت ہے ان کو جن کہتے ہیں، ابلیس ان سے تھا بعض کہتے ہیں زمینی جنوں سے تھا۔ پہلے قول کی بنا پر فرشتوں سے تھا۔ دوسرے قول کی بناء پر کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں سے ملا دیا۔ (فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۱۶۸)

خالق غالب یا مخلوق

سوال:۔ کیا خالق غالب ہے یا مخلوق؟

جواب:۔ خالق غالب ہے اگر وہ محض اپنی قدرت کا تصرف کرے تو نہ ابلیس کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی اور۔ ہاں اگر وہ فعل مختار بنا دے تو پھر دوسرے کے اختیار کا بھی دخل ہو جاتا ہے خواہ نیکی کرے یا بدی، جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص۱۷۸

جب ہر شئے تسبیح کرتی ہے تو پھر کافر کون

سوال:۔ قرآن کریم میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ یعنی ہر چیز زمین آسمان کی اللہ کی تسبیح بیان کرتی تو کافر کون ہوا۔ کیونکہ وہ بھی زمین کی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا؟

جواب:۔ تسبیح دو طرح ہے ایک زبان قال سے ایک حالی سے ثانی الذکر تو سب کرتے ہیں، اول الذکر بعض کرتے ہیں بعض نہیں کرتے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (پ۱۷) ترجمہ:۔ آسمان وزمین والے اور سورج، چاند، ستارے درخت اور بہت سے لوگ یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت لوگوں پر (سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) عذاب الٰہی ثابت ہو گیا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۲ شعبان ۱۳۵۷ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۱۷۸

آفتاب کا کیچڑ کے چشمہ میں غروب اور شیطان کے سینگوں میں طلوع ہونا

سوال:۔ ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ نماز فجر کے متعلق مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ وقت نماز صبح کا فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک

ہے۔ پس جس وقت سورج طلوع ہو تو تو نماز سے ہٹ جا۔ کیونکہ وہ درمیان شیطان کے دو سینگوں کے طلوع ہوتا ہے"۔ (اب اس پر حاشیہ لکھا ہے) سورج کا شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہونا ملاحظہ ہو۔ اب اگر اس حدیث کی بنا پر آریہ، عیسائی اسلام پر ہنسی اڑائیں تو ان کا کیا قصور ہے۔ سورج بالاتفاق زمین سے بہت بڑا ہے تو خیال کیجئے شیطان کے سینگ کتنے بڑے ہوں گے۔ جن کے درمیان خود اتنا بڑا سورج آجاتا ہے۔ اور خود شیطان کتنا بڑا ہو گا۔ جس کے اتنے بڑے سینگ ہیں۔ پھر یہ شیطان اہلحدیث کے دلوں میں گھس جاتا ہے اور وسوسے بھی ڈالتا ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ شیطان کے سینگ پر سورج کیوں لادا گیا کیسی معقول حدیث ہے اور پھر شرح کیسی معقول ہوئی۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ کا رسول جو کہ عقل و دانش ہر بات میں اپنے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے۔ ایسی لغو اور بے سروپا باتیں کہے۔ ہرگز نہیں قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے پیارے نبیؐ کے ذمہ یہ خرافات کسی ایسے شخص نے گھڑ کر لگائے ہیں۔ جو کہ عقل کا بودا اور آپ کا پکا دشمن ہے۔ کوئی یہودی یا عیسائی ہے ایسا قبیح کام کسی مسلمان باایمان کا نہیں ہو سکتا۔ بیچارے امام مسلمؒ نے بے سوچے سمجھے کسی یہودی یا عیسائی کی حدیث کو جو کہ پیغمبر علیہ السلام کا پکا دشمن ہے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ ورنہ پیغمبر علیہ السلام کی شان نہیں جو ایسی باتیں کہے۔ اس کا مدلل جواب دیجئے! (محمد اکرم خان ناظر سڑک توپ خانہ محلہ نمدہ گراں دہلی)

جواب۔ انسان کو چاہیئے کہ جس بات پر اعتراض کرے پہلے اس کا صحیح مطلب سمجھے کیونکہ بے سمجھی سے اعتراض درحقیقت اس بات پر اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اپنی عقل کی خفت ہوتی ہے۔ مخالفین قرآن کو جھٹلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ۔ یعنی وہ انہوں نے ایسی شئے کو جھٹلا دیا جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا۔ سو جو اس حدیث پر اعتراض کرتا ہے اس کو اس حدیث کا اصل مطلب سمجھ لینا چاہیئے ورنہ ویسے تو مخالف قرآن مجید پر بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ یعنی آفتاب کیچڑ والے چشمے میں غروب ہوتا ہے۔ تو کیا

اس مذاق سے قرآن مجید پر کچھ اثر پڑا! ہرگز نہیں۔ کیونکہ آیت کا مطلب وہ نہیں جو مخالف سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہُوا کہ اس کے علاوہ اس کی اور توجیہات بھی ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہمارے لحاظ سے آفتاب شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا۔ یعنی ذوالقرنین نے آفتاب کو ایک قوم پر نکلتے پایا۔ جن کے لئے آفتاب کے ورے ہم نے کوئی پردہ نہیں کیا۔؟

کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب اس قوم پر طلوع کرتا ہے ہم پر طلوع نہیں کرتا ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ مشرق کی جانب ہماری نسبت سورج کے قریب ہیں۔ تو ہمارے لحاظ سے آفتاب ان پر نکلتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ذوالقرنین نے ایسا پایا۔ نہ کہ حقیقت میں ایسا تھا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی بابت فرمایا یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى یعنی "موسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ جادوگروں کی سوٹیاں دوڑتی ہیں"

ٹھیک اسی طرح حدیث کا مقصود ہے کہ ہمارے لحاظ سے سورج شیطان کے سینگوں میں نکلتا ہے۔ سینگوں سے مراد سر ہے۔ سورج نکلتے وقت اور غروب ہوتے وقت سورج کے پوجنے والے سورج کی پوجا کرتے ہیں تو شیطان اس وقت سورج کی طرف نزدیک ہوتا ہے۔ تاکہ وہ پوجا درحقیقت اس کی ہو۔ جیسے وہ پتھر اور درخت جن کی پوجا ہوتی ہے ان میں شیطان قرب کرتا ہے۔ تاکہ اس کو سجدہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید ہے۔ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا۔ یعنی یہ لوگ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو (دیبیوں کو) نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو؟

چونکہ اس دین میں توحید کامل ہے۔ اس لئے مشابہت شرک سے بھی منع فرما دیا

ل جیسے معاویہؓ نے اپنی خلافت کو ثابت کرتے ہوئے کہا من یطلع لنا قرنہ کون ہمارے لئے اپنا سینگ نکالتا ہے، یعنی ہمارے مقابلہ میں سر اٹھاتا ہے ۱۲۰

جیسے قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے۔ گھروں میں تصویریں رکھنا منع ہے اسی طرح غروب اور طلوع کے وقت نماز منع ہے تاکہ سورج کے پوجنے والوں سے مشابہت نہ ہو۔ بس اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور وجوہات بھی ہیں۔ مگر کمی فرصت کی وجہ سے اسی پر اکتفاء کی گئی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول صفحہ ۱۷۹

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا؟

سوال: زید کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا اثر ہو گیا تھا چنانچہ بخاری شریف مصری باب السحر جلد ۴ صفحہ ۱۵ مسلم شریف باب السحر ۲ ص ۲۲۱ اور نیل الاوطار مصری باب ماجاء فی حد الساحر جلد ۷، ص ۱۴۷ میں مفصل احادیث مسطور ہیں۔

بکر کہتا ہے کہ اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے یہ بھی گھڑ لیا گیا ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی یہودی نے سحر کیا تھا اور آپ نعوذ باللہ مسحور ہو گئے تھے۔ العیاذ باللہ پیغمبر علیہ السلام پر سحر کا عمل ہو جائے اور آپ مسحور ہو جائیں یہ کس طرح ممکن ہے؟

(۱) زید اور بکر میں کون حق پر ہے؟ (۲) کیا اس کو انکار حدیث کہہ سکتے ہیں جب کہ بکر کو حدیث بھی دکھائی گئی ہو۔ اور وہ تسلیم نہ کرے؟ (۳) اس کے ساتھ اقتداء بالصلوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ (۴) اس کے اس رسالہ کے پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے۔ جس میں اس نے اسی موضوع پر بحث کی ہو چنانچہ خط کشیدہ عبارت اس کے رسالہ مذکورہ کی ہے (۵) اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ الآیۃ (بنی اسرائیل) اس کا کیا جواب ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا عند اللہ الجلیل۔

المستفتی۔ قاضی محمد نواز ساکن واہل ضلع ڈیرہ غازیخان (پنجاب)

جواب: جو لوگ بخاری کی حدیث سے انکار کرتے ہیں ان کی بڑی دلیل یہ آیت ہے:۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا "یعنی کفار کہتے ہیں تم نہیں اتباع کرتے مگر ایک جادو کئے گئے کی"

آیت وحدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ کفار کی مراد مسحور سے دیوانہ ہے۔ جس کی عقل ٹھکانے نہ ہو اور حدیث بخاری میں حافظہ پر اثر مراد ہے چنانچہ حدیث میں تصریح ہے:۔

حَتّٰی اِنَّهٗ لَیُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهٗ فَعَلَ الشَّیْءَ وَمَا فَعَلَهٗ۔ یعنی یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوتا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے اور درحقیقت کیا نہ ہوتا"

ان الفاظ سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ جادو کا اثر حافظہ پر تھا عقل پر نہ تھا کیونکہ کام کرنے نہ کرنے کے متعلق یاد نہ رہنا یہ حافظہ کا کام ہے اور حافظہ اور عقل دو قوتیں الگ الگ ہیں۔ دیکھئے بچپن میں حافظہ قوی ہوتا ہے اور عقل کم اور معمر ہو کر عقل بڑھ جاتی ہے اور حافظہ میں فرق آجاتا ہے۔ پس حافظہ پر اثر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل پر بھی اثر ہو۔

دوسری بات ان الفاظ سے یہ معلوم ہوئی کہ حافظہ پر اثر سے بھی یہ مراد نہیں کہ آپ کو معاذ اللہ قرآن مجید بھول گیا ہو اس طرح کا کوئی اور نقصان ہو گیا ہو بلکہ یہ صرف اس حد تک تھا کہ جزوی فعل میں کبھی بھول چوک ہو جاتی اور جزوی فعل میں بھول چوک معمولی بات ہے۔ مثلاً نماز میں آپ کئی دفعہ رکعتیں بھول گئے اور فرمایا اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ یعنی جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں" بتلائیے! یہ بھولنا کوئی دین میں نقصان وہ تھا! پس اگر جادو کے اثر سے عام بھولنے کی نسبت کسی قدر زیادہ بھول چوک ہو جاتی ہو تو یہ بھی دین کے منافی نہیں۔ بلکہ بعض روایات میں اس جزوی فعل کی تعیین بھی آئی ہے۔ فتح الباری میں ہے:۔

قد قال بعض الناس ان المراد بالحدیث انه کان صلی اللہ علیه وسلم یخیل انه وطئ زوجاته ولم یکن وطئهن وهذا کثیراً ما یقع یخیله فی الانسان فی المنام فلا یبعد ان یخیل الیه فی الیقظة قلت وهذا قد ورد صریحاً فی روایة ابن عیینة فی الباب الذی یلی هذا ولفظه حتی کان یری انه یاتی النساء ولا یاتیهن وفی روایة الحمیدی انه یاتی اهله ولا یاتیهم۔

(فتح الباری۔ جزو ۲۴ ص ۴۳۵)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں مراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی بیویوں کے پاس جانے کا خیال

آتا مگر آئے نہ ہوتے اور ایسا خیال خواب میں بہت آتا ہے۔ پس بیداری میں بھی کوئی بعید نہیں میں (صاحب فتح الباری) کہتا ہوں کہ جو کچھ بعض نے حدیث کی مراد بیان کی ہے یہ بعض روایتوں میں صریحاً آیا ہے کہ آپؐ کو اپنی بیویوں کے پاس آنے کا خیال آتا مگر آئے نہ ہوتے"۔

اور فتح الباری کے اسی صفحہ میں ہے۔

وَفِی حَدِیثِ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ ابْنِ سَعْدٍ مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُخِذَ عَنِ النِّسَاءِ وَالطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَھَبِطَ عَلَیْہِ مَلَکَانِ (الحدیث)

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ اور عورتوں اور کھانے پینے سے روکے گئے۔ پس آپ پر دو فرشتے اترے (جنہوں نے جادو کرنے والے کا نام اور جن اشیاء میں جادو کیا اور جہاں اُن کو دفن کیا سب بتلا دیا۔ آپؐ نے ان اشیاء کو نکلوایا خدا نے شفاء دے دی)

اور فتح الباری میں اس سے چند سطر پہلے ایک روایت کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ حَتّٰی کَادَ یُنْکِرُ بَصَرَہٗ۔ یعنی جادو کے اثر سے قریب تھا کہ آپؐ کی بصارت میں فرق آجائے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جادو کا اثر آپؐ کے بدن پر ایسا ہی ہوا تھا جیسے ظاہری امراض سے بدن میں کمزوری آجاتی ہے اور اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اشیاء وغیرہ بند ہو جاتی ہیں رہا عقل اور سمجھ کا معاملہ اور وحی تبلیغ کا سلسلہ اس میں کوئی فرق نہیں آیا اسی لئے فرشتے اترے اور انہوں نے سب کچھ بتا دیا۔ یہاں تک کہ خدا نے شفاء دے دی۔ اگر وحی میں فرق پڑ جاتا تو فرشتے کس طرح اترتے؟ پس واقعہ نبوت کے منافی نہیں بلکہ یہ واقعہ آپؐ کی نبوت کی مزید تائید ہے۔

فتح الباری میں ہے۔

وَتَعَ فِی مُرْسَلِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ کَعْبٍ عِنْدَ ابْنِ سَعْدٍ فَقَالَتْ اُخْتُ لَبِیْدِ بْنِ الْاَعْصَمِ اِنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا فَسَیُخْبَرُ وَاِلَّا فَسَیُذْ ھِلُہٗ ھٰذَا السِّحْرُ حَتّٰی یُذْھِبَ عَقْ

(فتح الباری جزء ۲۴ ص ۴۳۵)

ترجمہ:۔ عبدالرحمن بن کعب کہتے ہیں لبید بن اعصم (یہودی جس نے جادو کیا تھا اس) کی بہن نے کہا، اگر یہ نبی ہوگا تو اس کو خدا کی طرف سے اطلاع مل جائے گی (کہ فلاں نے جادو کیا اور فلاں ننٹے میں کیا اور فلاں جگہ دفن کیا) اور اگر نبی نہ ہوا تو یہ جادو اس کی عقل کو نقصان پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی عقل کو لے جائے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ وحی آئی اور فرشتے اترے اور سب حال کھول کر تبلادیا کہ فلاں شخص نے جادو کیا اور فلاں فلاں ننٹے میں کیا اور فلاں کنوئیں میں دفن کیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے۔ تو لبید بن اعصم کی بہن کے قول کے مطابق یہ واقعہ آپ کی نبوت کی دلیل ہوا۔ اور یہ بالکل ایسا ہے جیسے جنگ خیبر کے موقعہ پر آپ کو زہر دینے والی یہودیہ عورت نے بھی یہی کلمے کہے تھے کہ اگر یہ نبی ہوگا تو اس کو زہر نقصان نہیں دے گا۔ یعنی اس سے ہلاک نہیں ہوگا۔ ورنہ بدنی تکلیف آپ کو بہت ہوئی اور ہمیشہ رہی یہاں تک کہ آخر آپ نے اسی سے وفات پائی۔ مگر چونکہ یہ وفات آپ کی خلاف معمول معجزانہ تک میں تھی کیونکہ عادت کے مطابق تو آپ کو اسی وقت ہلاک ہو جانا چاہیئے تھا جب کہ زہر دیا گیا نہ کہ کئی سالوں کے بعد جب کہ نبوت کا مقصد پورا ہو چکا۔ نیز اسی گوشت نے آپ کو خبر دی جس میں زہر ملایا گیا تھا، پس جیسے یہ واقعہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے ایسے ہی جادو کا واقعہ ہے۔"

ناظرین خیال فرمائیں کہ جادو کرنے والے دشمن تو اس واقعہ کو آپ کی نبوت کی دلیل بناتے ہیں اور آپ کے نام لیوا کلمہ گو مسلمان اس کو نبوت کے منافی سمجھ کر آپ کی احادیث پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ انا للہ۔ سچ ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ۔ کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ایسے لوگوں سے بالکل قطع تعلق چاہیئے اور امامت وغیرہ سے ہٹا دینا چاہیئے مومن کی یہ شان نہیں کہ صحیح احادیث کا انکار کرے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی فتاویٰ اہلحدیث روپڑ جلد اول ص ۱۸۴، ۱۸۵

اسماء الٰہی کی حقیقت

سوال :۔ ایک جگہ تفسیر فتح البیان میں الحمد کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اسماء اللہ تؤخذ باعتبار الغایات التی ہی افعال دون المبادی التی ہی انفعالات اس کی پوری تشریح بیان کریں۔ یہ علم کلام کا ۔ مسئلہ ہے؟

جواب :۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو رحمٰن رحیم کہا جاتا ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ خدا رحمت سے موصوف ہے اور رحمت کے معنے رقت قلب کے ہیں۔ تو لازم آیا۔ کہ خدا تعالیٰ کے لئے قلب ہوا اور قلب گوشت کا ایک لوتھڑا ہے تو معاذ اللہ خدا بھی ایسا ہی ہو گا۔ لیکن یہ خرابی اس صورت میں لازم آتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو باعتبار مبداء مصدری معنیٰ) کے رحمٰن رحیم کہا جائے اگر باعتبار غایت اور نتیجہ کے کہا جائے تو پھر کوئی اعتراض نہیں رقت قلب کی غایت اور نتیجہ احسان ہے یعنی جب کسی کی بابت انسان کا دل نرم ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ تو گویا خدا تعالیٰ کو رحمٰن رحیم کہنے کے یہ معنی ہوئے۔ کہ خدا اپنے بندوں سے احسان کرتا ہے یہ معنیٰ ہیں فتح البیان کی عبارت کے۔ کہ خدا کے نام باعتبار غایت کے لئے جاتے ہیں۔ نہ باعتبار مبداء کے اس کی زیادہ تفصیل ہم نے آپ کے شاگرد مولوی عطاء اللہ کے رسالہ الاہتداء کی تقریظ میں کی ہے۔ جو نہایت مفید ہے

مولوی عطاء اللہ فریدکوٹ گکھوہ بڑی مسجد اہل حدیث

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص۱۸۷

اولیاء الرحمان اور اولیاء الشیطان میں فرق

سوال :۔ احقر کو چند ایک شبہات نے درطہ اضطراب میں ڈال رکھا ہے۔ یہ جب میرے دماغ میں انتہائی صورت میں مستحکم ہوتے ہیں تو میرا ایمان خطرے میں پڑ جاتا

ہے۔ مبادا میں کہیں ہلاک ہو جاؤں۔ آپ میری پوری تشفی فرمائیں۔ ہمارے علاقہ میں ایک آدمی موسوم مہر شاہ گذرا ہے جس کی کرامات یقینی طور پر آج بھی ظاہر ہیں۔ جن کا شیطانی اولیاء سے ظہور پذیر ہونا ناممکن ہے اور یہ شخص شریعت کا سخت دشمن تھا۔ شراب نوشی کا عادی افیون کا رسیا۔ غرضیکہ کل غلیظات اس کا معمول تھا۔ نماز روزہ ادا کرنا تو کجا بلکہ اس کی مخالفت کرتا تھا۔ کتوں کے ساتھ اکٹھا بیٹھ کر کھانا کھایا کرتا تھا۔ اس کے بغیر کھانا ہی نہ تھا۔ خواہ کتنے روز فاقہ کشی کرنی پڑے۔ اب میں اس کی کرامات سلسلہ وار بیان کرتا ہوں۔

کرامت ۱: پیر مہر شاہ ایک گاؤں سے گذر رہا تھا۔ دو عورتوں نے اسے آگھیرا اور بہت منت سماجت کی کہ ہمارے گھر اولاد نہیں۔ ہمیں اولاد دو۔ پیر صاحب نے اردگرد دیکھا۔ تو ایک کاغذ نظر پڑا۔ اس کو اٹھا کر ویسے ہی ایک کوئلہ سے لکھنے لگا۔ اور دو تعویذ تیار کئے اور دونوں تعویذ اکٹھا کرتے وقت پھٹ گئے اور ایک ایک کر کے دونوں عورتوں کو بانٹ دیئے۔ اور کہا جاؤ تمہارے گھر سال کے اندر ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ مگر یک یک [illegible] ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ دونوں لڑکے موجود ہیں جو اس وقت جوان ہیں پیر کی زندہ کرامت دنیا دیکھ رہی ہے اور اس نے کہا تھا تعویذ پھٹنے کی وجہ سے کانے ہوں گے۔ فافہم

کرامت ۲: پیر صاحب مذکور ایک آدمی کے ہاں وارد ہوئے اور اس کو کہنے لگے۔ مجھے دودھ پلاؤ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کی۔ پیر جی میری بھینس بھی حاملہ ہے جب جنے گی تو پلاؤں گا پیر صاحب خاموش ہو کر چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد پھر پیر صاحب تشریف لائے تو اس کی بھینس سوئی ہوئی تھی اس نے پیر صاحب کو سیراب کر کے دودھ پلایا۔ تو پیر صاحب نے دعا دی کہ جاؤ تمہارے گھر بھینس ہمیشہ مادہ ہی جنا کریں گی اور بہت بڑھیں گی۔ چنانچہ آب اس کے پاس چالیس بھینس ہیں اور مادہ ہی جنتی ہیں اس کے بعد کبھی بھینس نے آج تک ایک نر بھی نہیں جنا۔ فافہم

کرامت ۳: ایک مرید پیر صاحب کے پاس آیا اور کہا۔ فلاں گھر میری منگنی

(نسبت) ہوئی ہے اور وہ مجھے اب رشتہ نہیں دیتے پیر صاحب ان کے گھر گئے۔ انہوں نے نہ مانا پیر صاحب نے بددعا دی کہ تمہاری لڑکی کو بے صبری کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اب وہ زندہ ہے زنا کرنے سے سیراب ہی نہیں ہوتی جب دیکھو بازاروں میں پھرتی نظر آتی ہے۔ فافہم

کرامت ۱۷۔ ایک گاؤں میں پیر صاحب گئے وہاں مچھر بہت کاٹتے تھے۔ لوگوں نے شکایت کی پیر صاحب نے کہا مکانوں کے اندر سویا کرو۔ مچھر نہیں کاٹیں گے۔ چنانچہ اب تک ایسے ہی ہوتا ہے جب لوگ اندر سوتے ہیں تو مچھر نہیں کاٹتے جب باہر سوتے ہیں مچھر ویسے ہی کاٹتے ہیں۔

اسی طرح اور بہت سے واقعات خوارق عادات ہیں جن کو میں چھوڑتا ہوں یہ چند بطور مشتے از خروارے ابیات کر دیئے ہیں۔ خدا کے دشمنوں سے ایسی کراماتوں کا ظہور پذیر ہونا کیا حکمت ہے نبی علیہ السلام کے کلیات جو مقرر شدہ ہیں غلط ہیں؟ مفصل لکھیں اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: آپ خدا کے تفضل سے قرآن و حدیث سے واقف ہیں پھر ایسے توہمات میں کس طرح پڑ گئے قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی علامت یہ نہیں بتلائی کہ ان سے خرق عادات صادر ہوں، بلکہ ان کی علامت ایمان تقویٰ اور پرہیزگاری بتلائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ (پ ۱۱) ترجمہ: اولیاء اللہ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے۔

آیت کریمہ نے اس مسئلہ بالکل صاف کر دیا کہ ولایت کا معیار ایمان اور تقویٰ ہے نہ کہ خرق عادات۔ اگر خرق عادت سے ولایت حاصل ہو سکتی ہے تو پھر دجال سب سے فوق المرتبہ ولی ہے کیونکہ آسمان و زمین اس کے تابع ہوں گے۔ زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا وہ سبزہ اگائے گی۔ آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا۔ زمین کو

خزانے اس کے پیچھے اس طرح چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں ایک طرف کو اکٹھی ہو کر جاتی ہیں جس پر جا ہے گا قحط سالی کر دے گا۔ جس پر چاہے گا خوش حالی کر دے گا۔ جنت دوزخ اس کے ساتھ ہو گا۔ باوجود اس کے وہ اشد کافر ہے اور خدا کا دشمن ہے علیہ السلام اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔

جو خرق عادات آپ نے ذکر کی ہیں۔ دجال کے مقابلہ میں وہ کسی گنتی میں نہیں۔ ایک آدھ خرق عادت کسی سے ہو جائے یا کوئی پیش گوئی درست نکل آئے تو دجال سے بہت کم ہے۔ جب وہ خدا کا دشمن ہے تو دوسرا شرع کے خلاف چلنے والا محض خرق عادات سے کس طرح ولی ہو سکتا ہے؟ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جن شیاطین زمین سے آسمان تک ایک دوسرے پر کھڑے ہو جاتے ہیں جب آسمان میں خدا کوئی فیصلہ کرتا ہے جو اہل زمین سے متعلق ہوتا ہے جیسے کسی کی موت حیات کسی کی ہدایت ضلالت یا امیری غریبی یا اسی قسم کا کوئی اور فیصلہ تو فرشتے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کیا فیصلہ کیا۔ اس موقعہ پر جن شیاطین کوئی بات سن لیتے ہیں اور زمین میں کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا دیتے ہیں آسمانی بات تو من وعن صحیح ہو جاتی ہے اس کے ساتھ جھوٹ بھی سچ سمجھے جاتے ہیں حالانکہ شریعت کی رو سے کاہن کافر ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ خرق عادت پر ولایت کا مدار نہیں۔ ہاں ایمان اور پرہیزگاری کے بعد اگر کسی کے ہاتھ سے ایسا معاملہ ظاہر ہو جائے تو یہ اس کی کرامت ہے۔ اگر شریعت کا پابند نہیں اور پھر اس کے ہاتھ پر دجال کی طرح خرق عادت ظاہر ہو جائے۔ یا کاہنوں کی طرح اس کی پیش گوئی پوری ہو جائے یا خبر صحیح ہو جائے تو یہ کرامت نہیں بلکہ اس کو استدراج کہتے ہیں۔ یعنی آہستہ آہستہ پکڑنا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر خدائی انعام پورا ہو رہا ہے اور در حقیقت وہ بوجہ سرکشی کے دوزخ کے قریب ہو رہے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (9/12)۔ (ترجمہ) ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑتے

ہیں کہ ان کو خبر نہیں ہوتی "

اس کے علاوہ اکثر اس قسم کے قصے جھوٹے اور مصنوعی ہوتے ہیں۔ ان کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔ داڑھی منڈے نقیر شرع کے مخالف ایسے قصے جوڑ جوڑ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ عوام کالانعام سن سن کر فریفتہ ہوجاتے ہیں۔ آپ خود ہی اندازہ کرسکتے ہیں۔ کہ گدھی کے ساتھ بدفعلی کا قصہ کیسا افتراء ہے ایسا فعل کرکے بھی پیر بنا رہے۔ اور اس کی دعا بھی تیر بہدف ہو۔ ایسے قصہ کی عامی سے عامی بھی تصدیق نہیں کرسکتا۔ آپ کے لئے یہ خطرہ کا باعث کس طرح بن گیا۔

اسی طرح پیر مہر شاہ کی کرامت جھوٹ ہے۔ اگر تعویذ کے پھٹنے کا اثر پڑتا تو نصف دھڑ پر پڑتا۔ صرف آنکھ پر پڑنے کا کچھ مطلب نہیں۔ اصل میں وہ اتفاقیہ کانے ہوگئے۔ شہرت دینے والوں کو ایک بہانہ مل گیا کہ تعویذ پھٹنے کا اثر ہے۔ آپ ہمارا رسالہ سماع موتی" ملاحظہ کریں۔ آپ کی پوری تسلی ہوجائے گی انشاءاللہ

امام ابن تیمیہؒ کا خاص اس موضوع پر ایک رسالہ ہے اس کا نام ہے "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان" اس کا اردو ترجمہ بھی ہوچکا ہے وہ منگا کر ضرور مطالعہ کریں

عبداللہ امرتسری

فتاویٰ اہلحدیث امرتسری جلد اول ص ۱۹۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا ہے ؟

سوال: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے اور دلیل آیت لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ۔ یعنی اس کو آنکھیں دیکھ نہیں پاتیں۔ پیش کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ کا مسلک یہ ہے کہ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ۔ (محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا) اور دلیل اس کی آیت قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (دو کمان قدر بلکہ اس سے نزدیک تر ہوگیا) پیش کی ہے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضؓ اس آیت سے مراد جبریل علیہ السلام لیتے ہیں۔

جو لوگ جواز رویت کے قائل ہیں۔ وہ آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا معنی هُوَ الْاِحَاطَةُ بِالشَّيْءِ وَهُوَ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَى الرُّؤْيَةِ کے کرتے ہیں (شئے کا احاطہ جو رویت سے زائد چیز ہے) لیکن بفحوائے وَاَنْصَافِي، عَدَفُ بِاَمْرَادِمِنْ غَيْرِهِ (فتح جلد ۲ صـ ۲۹۱ مصری) آیت کی مراد سے زیادہ واقف ہے۔ عائشہ رضؓ کی دلیل عدم جواز رویت کے لئے قوی ہے اور حدیث ابو ہریرہؓ جو کہ مرفوع ہے اس میں یہ لفظ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ اللهَ فَيَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ اَنْ يَرَى اللهَ۔ (مشکوٰۃ صـ ۲۶)۔ اس کو کہا جائے گا کیا تو نے خدا کو دیکھا ہے پس کہے گا کسی کو لائق نہیں۔ کہ خدا کو دیکھے) بھی قول عائشہ رضؓ کی تقویت کرتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ آپ ان تمام ادلہ پر غور فرما کر اصل حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔

عبداللہ لائل پوری

جواب: اس مسئلہ میں صحابہؓ کا اختلاف مشہور ہے ایک طرف حضرت عائشہ رضؓ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ وغیرہ ہیں۔ دوسری طرف عبداللہ بن عباس رضؓ وغیرہ ہیں۔ لیکن عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔

دل کے دیکھنے سے بظاہر کشف مراد ہے۔ اس صورت میں صحابہؓ میں اختلاف نہیں رہتا کیونکہ جو انکار کرتے ہیں وہ رویت بصری سے انکار کرتے ہیں۔ اگر بالفرض اختلاف تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کا فیصلہ مرفوع حدیث سے ہونا چاہیئے۔

فلما اختلف الصحابة وجب الرجوع الى المرفوع (فتح الباری جزء ۸ صـ ۴۸۶)

جب صحابہؓ کا اختلاف ہو گیا۔ تو مرفوع کی طرف رجوع واجب ہوا۔ اور مرفوع حدیث سے عدم رویت ہی ثابت ہوتی ہے۔

ابو ذر رضؓ کہتے ہیں:۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے

فرمایا نورٌ انّیٰ اَرَاہُ (مشکوۃ باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ) نور ہے میں کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔ جو حدیث آپ نے سوال میں ذکر کی ہے وہ بھی اس کی مؤید ہے پس ترجیح اسی کو ہے۔ کہ دنیا میں خدا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ابتالہ ۸ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۴۷ء

فتاوی روپڑی جلد اول ص ۲۰۲، ۲۰۴

کیا حضورؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں؟

سوال:۔ کیا رسول اللہ علیہ وسلم رب کی رضا کے بغیر خود بخود جو چاہیں کر سکتے ہیں مثلاً آپ نے درختوں کو بلایا۔ جڑ سمیت حاضر ہو گئے۔ مٹھی میں روڑے بول اٹھے۔ پچاس تملذ کے عوض پانچ کر دیں۔

محمد طاہر ولد مولوی صدر الدین سفیر مدرسہ غزنویہ

جواب:۔ خدا کی مرضی کے بغیر نبی کوئی کام نہیں کرتا نہ معجزہ نہ کوئی اور درخت کی حدیث باذن اللہ کا لفظ ہے۔

عبداللہ امرتسری ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ

فتاوی روپڑی جلد اول ص ۲۰۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر سے گم ہونا

سوال:۔ ایک مولوی صاحب نے مسئلہ بیان کیا۔ کہ ایک رات بی بی حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر نہیں ہیں۔ سب بیبیوں کے گھر تلاش کیا نہ ملے پھر مسجد میں دیکھا تو حضور علیہ السلام پیروں میں رسی ڈال کر چھت سے لٹکے ہوئے ہیں مائی صاحبہ نے انہیں اپنی مبارک گود میں اٹھا لیا۔ دیر بعد حضورؐ نے پوچھا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ میں عائشہؓ حضور نے فرمایا کون عائشہؓ کہا صدیق رضؓ کی بیٹی فرمایا صدیقؓ

کون! مائی صاحبہ نے صدیق کے والد کا نام لیا پھر فرمایا کہ وہ کون؟ مائی صاحبہ نے کہا جناب کی بیوی۔ یہ مسئلہ صحیح ہے تو حال کھیلنے والوں پر کیا طعن ہے اس مسئلہ کی وضاحت کی جائے!

جواب: یہ واقعہ جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ بالکل جھوٹ ہے۔ اصل اس کی صرف اتنی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات بستر سے گم پایا۔ میں نے تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ کے دونوں پاؤں کو لگا آپ (گھر کی) مسجد میں تھے۔ دونوں پاؤں کھڑے تھے یعنی آپؐ مسجد میں تھے۔ اور یہ دعا پڑھ رہے تھے

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ رواہ مسلم مشکوٰۃ باب السجود ص۸۴

یعنی اے اللہ! میں تیرے غصہ سے تیری رضامندی کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیری عافیت کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور تجھ سے تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں کیونکہ تکلیف اور آرام دونوں تیرے طرف سے ہیں۔ میں تیری ثناء کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسی تو نے خود اپنی ثنا کی ہے

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۲۰۴

مذاہب

مرزائی۔ رافضی۔ چکڑالوی وغیرہ کافر ہیں یا نہیں۔

سوال: معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، جبریہ، مرزائیہ، چکڑالویہ، رافضیہ بلا تفضیلیہ وغیرہ وغیرہ فرقے۔ یہ قطعی کافر ہیں یا نہیں۔ نماز میں ان کی اقتداء اور ان سے سلام مصافحہ کرنا روا ہے یا نہیں۔ ان کی وراثت مسلم کو یا مسلم کی وراثت ان کو پہنچتی ہے یا نہیں؛ اور مسلم عورت کو ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؛ اگر مسلمان عورت کا خاوند ان

فرقوں میں داخل ہو جائے: مذہب اہل سنت والجماعت بدل لیوے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں! بلا طلاق وہ دوسری جگہ نکاح سے سکتی ہے یا نہیں!

جواب :- ان فرق کے گمراہ۔ زندیق۔ ملحد۔ بدعتی ہوتے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ البتہ کافر ہونے میں تفصیل ہے۔ مرزائیہ۔ چکڑالویہ تو بے شک کافر ہیں۔ معتزلہ۔ جہمیہ۔ قدریہ۔ جبریہ بھی تقریباً ایسے ہی ہیں۔ لیکن صاف کافر کہنا ذرا مشکل ہے رافضیہ میں سے غالی قطعاً کافر ہیں۔ جو حضرت ابوبکرؓ وغیر ہم کو مرتد کہتے ہیں اور زیدیہ کافر نہیں۔ جن کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی امامت خطا نہیں ہے۔ مگر حضرت علیؓ افضل ہیں اور حضرت عثمانؓ کے بارہ میں ساکت ہیں نہ اچھا کہتے ہیں۔ نہ بُرا

اگر ان فرقوں کی اور ان کے علاوہ باقی فرقوں کی تفصیل مطلوب ہو۔ تو کتاب ملل والنحل ابن حزم اور شہرستانی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کا بھی ایک رسالہ خبیئۃ الاکوان اس بارہ میں ہے وہ بھی اچھا ہے

رہا ان لوگوں سے میل ملاپ تو یہ بالکل ناجائز ہے۔ ابن کثیر جلد دوم ص۔۔ میں مسند احمد وغیرہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کہ جب تم متشابہ آیتوں کے پیچھے جانے والوں کو دیکھو۔ تو ان سے بچو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں سے ناطہ رشتہ وغیرہ کرنا یا ویسے میل ملاپ رکھنا یا نماز میں امام بنانا یا اس قسم کا تعلق کوئی بھی جائز نہیں بلکہ جو ان میں سے کافر ہیں۔ اگر اتفاقی طور پر ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یا غلطی سے ان کے ساتھ نکاح کا تعلق ہو گیا ہو۔ تو نماز بھی صحیح نہیں اور نکاح بھی صحیح نہیں۔ نماز کا اعادہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اگر نکاح پہلا ہُوا ہو۔ اور بعد میں ایسی بدعت کے مرتکب ہوئے جو حد کفر کو پہنچ گئی تو بھی نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے[1] طلاق کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا یعنی مشرک مردوں کو نکاح نہ دو اور دوسری جگہ ہے وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ - یعنی کافر عورتوں کے ساتھ نکاح مت رکھو۔ اگر اسی حالت میں مر جائیں مسلمان ان کے وارث نہیں اور یہ مسلمانوں کے وارث نہیں۔

عبد اللہ امرتسری فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص۔۔

---

[1] خود بخود نکاح فسخ ہونے پر کوئی دلیل بیان نہیں کی گئی۔ ایسے فرق عند القاضی مسلمان ہیں ہاں ایسے خاوندوں سے عورت کو اپنا نکاح فسخ کروانے کا حق حاصل ہے سعیدی خلد تعال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں قبریں بلند و پختہ اور ان پر قبے وغیرہ بناتے اور غلاف و نذر و نیاز و طواف کرنا کیسے ہیں اور جو شخص ان امُور کو خلاف شرع جانکر ڈھاکر درست کردے وہ کیسا ہے۔ آج کل سلطان عبدالعزیز ابن سعود سلمہ اللہ نے مکہ مکرمہ کے قبے گرائے ہیں کیا یہ درست ہے اور حدیث میں جو آیا ہے کہ نجد میں زلزلے اور فتنے ہونگے اور وہاں قرن الشیطان ہوگا وہ کونسا نجد ہے۔ کیا یہی نجدی مراد ہیں یعنی سلطان ابن سعود وغیرہ یا اور کوئی بینوا توجروا

جواب :۔ قبر کو پختہ بنانا اور بلند کرنا اور اس پر قبہ وغیرہ بنانا شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔ صحیح مسلم جلد اوّل ص ۳۱۲ جامع ترمذی جلد اوّل ص ۱۲۳ مسند احمد جلد اول ص ۱۳۸ میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا کہ بتوں کو توڑ دیجیو اور تصویروں کو مٹا دیجیو اور بلند قبر کو توڑ کر درست کر دیجیو یعنی بقدر بالشت رکھیو جس سے قبر کا نشان معلوم ہو مسند امام احمد کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور یہ سب کام کر کے آئے اور کہا یارسول اللہ میں نے سب بتوں کو توڑ دیا اور قبروں کو ڈھاکر درست کر دیا اور تصویروں کو مٹا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پھر ایسا کام کرے یعنی بت اور تصویر اور بلند قبر وغیرہ بنادے اسنے مَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی قرآن شریف کا انکار کیا صحیح مسلم جلد ص ۳۱۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر کسی قسم کی بنا کرنے اور بیٹھنے اور ان کی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا نیز صحیح بخاری و مسلم شریف میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض موت میں فرمایا اللہ تعالیٰ یہود اور انصاری پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان پر قبے وغیرہ بنائے اور ان پر نمازیں پڑھنی شروع کردیں۔ دین خالص (ج ۲ ص ۲۴۷) موطا امام مالک وغیرہ میں جلیبیت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ اس کی پرستش کیجائے اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوا اس قوم پر جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں

کو مسجدیں بنالیا دین خالص ص ۲۲ ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ اور نسائی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنیوالیوں اور انپر مسجدیں بنانیوالوں اور چراغ جلانیوالوں پر لعنت فرمائی مشکوٰۃ شریف ص ۷۱ اور کتاب الآثار امام محمدؒ ص ۹۰ میں لکھا ہے۔ کہ قبر کو چونا گچ کرنا اور اس کو لیپنا یا اس کے پاس مسجد یا نشان بنانا یا اس پر اور کوئی مکان بنانا یا پختہ کرنا مکروہ یعنی ممنوع ہے۔ یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور کبیری شرح منیۃ المصلی ص ۵۵۵ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان قبہ وغیرہ بنانا مکروہ ہے غنیۃ الطالبین ص ۸۲ میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ قبر زمین سے اونچی صرف ایک بالشت کیجاوے اور اس کو گچ کرنا مکروہ ہے اور مجالس الابرار ص ۳۵۴ میں ہے کہ قبروں پر قبے وغیرہ بنانا مکروہ یعنی ممنوع ہیں۔ فتاوی عالمگیریہ جلد اوّل مطبوعہ ہوگلی میں لکھا ہے کہ قبر پر کسی قسم کی بنا اور مسجد وغیرہ بنانا مکروہ یعنی ممنوع ہے۔ اور قبر کے پاس وہ چیز جو سنت سے معلوم نہیں ہوئی مکروہ یعنی ممنوع ہے۔ اور معلوم صرف یہی ہے۔ کہ زیارت اور دعا کرنا یعنی فاتحہ پڑھنا رد المحتار اول ص ۶۰۱ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ کہ قبر پر کسی قسم کی بنا، قبہ وغیرہ بنانا مکروہ یعنی ممنوع ہے۔ اور صحیح بخاری و مسلم شریف میں حدیث ہے۔ کہ عائشہؓ کہتی ہیں۔ کہ میں نے ایک کپڑا دروازے پر ڈالدیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے کھینچکر پھاڑ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔ دین خالص ج ۲ ص ۳۸۰ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ قبروں پر غلاف ڈالنا شریعت کے خلاف ہے اور قبر کا طواف کرنا نذر دنیا تو بحکم اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ و دیگر آیات و احادیث صحیح قطعی حرام ہیں جس میں تمام سلف و خلف آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۴ میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم نے قبروں پر قبے روشنی فرش وغیرہ کو بدعت و ناجائز لکھا ہے۔ خصوصاً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اور جو شخص ان امور ممنوعہ بدعیہ کو توڑ کر درست کرے وہ بڑا موحد متبع سنت پکا مسلمان ہے۔ اور ایسا اس پر کسی قسم کی نکتہ چینی کرے وہ

قرآن وحدیث وتعامل صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین سے ناواقف ہے۔ اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے والا ہے اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ صحیح مسلم جلد اول ص۵ میں حدیث ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص تم میں سے کسی منکر یعنی ناجائز امر کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل دسے یعنی مٹا دسے۔ اگر ہاتھ سے نہ طاقت ہو تو زبان سے مٹا دسے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اُسے دل سے بُرا جانے۔ لہذا سلطان عبدالعزیز خلد اللہ ملکہ وسلمہ عن کل بلاء الدنیا نے اگر قبے وغیرہ بدعات کو مٹایا ہے۔ تو اس حدیث و نیز صحیح مسلم کی دوسری حدیث پر جو پہلے گذری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو توڑ کر برابر کرنیکا حکم فرمایا عمل کیا ہے۔ جو موجب ثواب عظیم ہے۔ جزاہ اللہ تعالےٰ فی الدارین خیراً صحیح بخاری میں غزوہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا ذکر ہے۔ کہ ایک درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ لوگوں نے اس درخت کے نیچے مسجد بنا رکھی تھی۔ اور نماز پڑھتے تھے۔ پھر وہ درخت یا اس کی جگہ لوگوں پر مشتبہ ہو گئی صحیح بخاری کتاب الجہاد باب البیعۃ فی الحرب میں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تعالےٰ عنہما کہتے ہیں۔ ایسا اتفاق اس درخت کی جگہ میں واقع ہوا کہ دو آدمی بھی اس پر متفق نہ ہوئے اور یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت تھی فتح الباری جلد ۴ ص۸۶ پارہ ۱۲ میں ابن سعد کی حدیث صحیح سند سے لکھی ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب خبر پہنچی کہ لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں لوگوں کو دھمکایا اور اس درخت کو کٹوا بھی دیا انتہی جس سے وہ جگہ مخفی ہو گئی۔ فتح الباری جلد ۲ ص۱۰۲ میں لکھا ہے۔ کہ اس کے کٹوانے میں حکمت یہ تھی کہ مبادا لوگ غلطی میں نہ پڑ جائیں اور تعظیم کر کے اعتقاد نفع وضرر کا نہ کر بیٹھیں یعنی پوجنے نہ لگیں۔ دیکھیے۔ جس درخت کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے کیا اور جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت لی اور اللہ تعالیٰ اس سے ایمان والوں سے راضی ہو گیا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشستگاہ تھی اور لوگ وہاں جا کر نماز پڑھتے تھے کوئی بُرا فعل نہ

تھا مگر تاہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے کہ مبادا لوگ یہاں کسی زمانہ میں اس مکان کی پوجا نہ شروع کر دیں۔ اس میں کچھ نفع و ضرر کا ہونا نہ تصور کر بیٹھیں اس لئے اس کو کٹوا دیا اور جگہ مخفی کرا دی یہ ہے۔ ٹھیٹ اسلام یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا مظہر یہ ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر عمل لہذا جو جو امور ایسے ہوں ان کو ضرور مٹا دینا چاہیئے اور سلطان عبد العزیز ابن سعود (خلد اللہ ملکہ وعافاہ اللہ عن الآفات) نے نہ مسنون قبریں توڑیں نہ اصل مسجدیں ڈہائیں۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے بہیں حجاج سے اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔ اور بعض اخبارات میں بھی صحیح حالات شائع ہو چکے ہیں۔ ہاں ممکن ہے۔ بعض مساجد کے کسی حصے میں لوگوں نے کچھ پاکھنڈ روپے وصول کرنیکے لئے بنا رکھا ہو۔ اور اس کو توڑتے ہیں کہیں کچھ مسجد کے حصے پر بھی غلطی سے کچھ نقصان آگیا ہو ایک آدھ واقعہ ایسا سننے میں آیا ہے اس کی تلافی انشاءاللہ ہو گی سلطان نے اس کا وعدہ کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جن کو لوگ قبے قبے جپ رہے ہیں کہ ڈہا دیئے یہ قبریں نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر حضرات کی پیدائش کے مکانات پر دہ بھی کچھ صحیح غلط سلسلے بنا کر اس کے ان پر تابوت جیسے حریے ہوتے ہیں بنا رکھے تھے۔ ان کو لوگ چومتے چاٹتے بوسہ دیتے یعنے ماتھا ٹیکتے سجدہ کرتے تھے۔ بعض قبے ان میں غیر مسلموں کے بھی تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ابو طالب عبد المطلب ایسے ہی عرفات میں ایک منار بنا رکھا تھا جسکے چاروں طرف نماز پڑہتے تھے۔ اور لوگ زیارت کرتے تھے۔ اور مجاور اس کے ذریعہ سے دام وصول کرتے تھے۔ غرض ایک اور نیا کعبہ بنا رکھا تھا سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکہ نے ایسے ایسے مکر و فریب کے داموں اور خلاف شرع امور کو اٹھا دیا ہے بس بات یہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ ہاں کسی سپاہی سے اگر کچھ غلطی ہو گئی ہو تو سلطان اس سے بری الذمہ ہیں اور نجد کے متعلق جو سوال ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ سلطان عبد العزیز خلد اللہ ملکہ وغیرہ نجدیین اور بنی تمیم سے

یہاں نجد کی حدیثوں میں تعریف ہے۔ ان کا پایہ تخت ریاض ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ان کی تعریف یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ یعنی بنی تمیم دجال پر بہت سخت ہوں گے اور جنگی برائی ہے۔ وہ نجد عراق ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ مِن قِبَلِ المَشرِق میں حدیث ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان انتہی۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کے لیے برکت کی دعا کی تو صحابہ نے عرض کیا ہمارے نجد کے لیے بھی دعا کیجئے برکت فرمایئے آپ نے پھر شام اور یمن کے لیے دعا کی صحابہ نے پھر عرض کیا تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے اور شیطانی گروہ ہوگا نیز صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے عن سالم عن ابیہ عن النبی صلعم انہ قام الی جنب المنبر فقال الفتنۃ ھٰھنا الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان [illegible] یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا فتنہ یہاں سے ہوگا۔ جہاں سے شیطان گروہ ظاہر ہوگا اور صحیح بخاری کے اسی باب میں یہ حدیث ان لفظوں سے بھی وارد ہے۔ عن عمر انہ سمع رسول اللہ صلعم اللہ علیہ وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان انتہی حاصل یہ ہے کہ آپ نے مشرق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا خبردار فتنہ یہیں سے ظاہر ہوگا جہاں سے شیطانی گروہ ظاہر ہوگا۔ صحیح مسلم ص ۳۹۴ جلد دوم میں ہے قالوا انا ابن فضیل عن ابیہ قال سمعت سالم بن عبد اللہ بن عمر یقول یا اھل العراق ما اَسْئَلُکُمْ عن الصغیرۃ وارکبکم للکبیرۃ سمعت ابی عبد اللہ بن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان الفتنۃ تجئ من ھٰھنا و اومی بیدہ نحو المشرق من حیث یطلع قرنا الشیطان وانتم یضرب بعضکم رقاب بعض الخ یعنی فضیلؒ نے کہا میں سالم بن عبد اللہ ... کو سنا کہتے تھے اے عراق والو تم کیسے سوال کرتے ہو چھوٹے سے اور مرتکب ہو [illegible] بڑے گناہ کے میں نے سنا اپنے باپ عبد اللہ بن عمر

کو سنا کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے اپنے ہاتھ کو مشرق کیطرف اشارہ کرکے فرماتے تھے فتنہ یہیں سے آئیگا جہاں سے دو گروہ شیطانی فتنہ یہیں ظاہر ہونگے اور تم ایک دوسرے کی گردن مارتے ہو۔ اس سے بخاری کی اس حدیث کی صاف تفسیر ہو گئی کہ جس نجد سے زلزلے اور فتنے اور شیطانی گروہ ظاہر ہوگا وہ نجد عراق ہے ۔ اور اس سے بھی واضح تر طبرانی کبیر میں ابن عباسؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللهم بارك لنا في صاعنا ومدنا ومكتنا ومدينتنا وبارك لنا في شامنا ويمننا فقال رجل وعراقنا قال ان بها قرن الشيطان وتهيج الفتن وان الجفاء بالمشرق انتهى كنز العمال في سنن الاقوال والافعال مطبوعه حیدرآباد دکن جلد ۷ ص ۲۶۲ حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ کے صاع کے بارے میں اور شام اور یمن کے بارے میں برکت کی دعا مانگی تو ایک شخص نے عرض کیا اور ہمارے عراق کیلئے بھی فرمایئے آپ نے فرمایا کہ وہاں شیطانی گروہ اور فتنوں کا ظاہر ہونا ہے ۔ اور ظلم مشرق میں ہے نیز مستدرک عساکر میں حسنؓ سے روایت ہے قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم بارك لنا في مدينتنا اللهم بارك لنا في شامنا اللهم بارك لنا في يمننا فقال له رجل فالعراق فان فيها ميرتنا وفيها حاجتنا فسكت ثم اعاد عليه فسكت فقال بها يطلع قرن الشيطان وهناك الزلازل والفتن انتهى كنز العمال جلد ۷ ص ۱۶۴ ۔ یعنی حسنؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور شام اور یمن کے لیئے دعائے برکت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ عراق کے لیئے بھی دعا کیجئے کہ اس میں ہمارا غلہ اور ہماری حاجت ہے ۔ تو آپ نے سکوت فرمایا سائل نے پھر سوال کیا آپ نے پھر سکوت فرمایا پھر فرمایا کہ اس میں یعنی عراق میں شیطانی گروہ ظاہر ہوگا اور وہاں زلزلے اور فتنے ہونگے عن ابی شيبة قال اراد عمرؓ ان لا يدع مصرا من الامصار الا اتاه فقال له كعب لا تأتي العراق فان فيه تسعة اعشار الشر انتهى مصنف ابن ابي شيبة كنز العمال جلد ۷ ص ۱۶۴ حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے تمام شہروں کی سیر کرنی چاہی تو کعب بن احبارؓ نے کہا آپ عراق میں مت جائیں اس لیئے کہ اس میں نو حصے شر ہے ۔ وعن ابی ادریس قال قدم علينا عمر بن الخطابؓ الشام فقال اريد ان اتي العراق

فقال له کعب لا تھا اعیذک باللہ یا امیر المؤمنین من ذلک قال وما تکرہ من ذلک قال بھا تسعۃ اعشار الشر وکل داء عضال وعصاۃ الجن وھاروت وماروت وبھا باض ابلیس وفرخ انتہی منہ ابن عساکر کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۶۵ - حاصل یہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب عراق آنے کا ارادہ کیا تو کعب احبار نے کہا یا امیر المومنین اللہ آپ کو عراق سے محفوظ رکھے حضرت عمرؓ نے کہا اس میں کیا خرابی ہے تو کعب نے جواب دیا کہ اسمیں نو حصے شر ہے اور ہر سخت بیماری و عیب اسمیں ہے اور نافرمان جن اور ہاروت و ماروت ہیں اور شیطان وہاں انڈے بچے دیئے پس اب تو واضح ہو گیا کہ جہاں زلزلے اور فتنے شیطانی گروہ ہوگا وہ نجد عراق ہے۔ اور پس جیسا کہ صحیح مسلم اور طبرانی اور ابن عساکر اور ابن ابی شیبہ کی حدیثوں سے واضح ہو گیا۔ مزید برآں لکھا جاتا ہے قال الخطابی نجد من جھۃ المشرق ومن کان بالمدینۃ کان نجد بادیۃ العراق ونواحیھا وھی مشرق اھل المدینۃ واصل النجد ما ارتفع من الارض وھو خلاف الغور فانہ ما انخفض منہا وتہامۃ کلہا من مکۃ من تہامۃ انتہی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۲۳ یعنی خطابی نے اسی بخاری کی حدیث کے تحت میں لکھا ہے نجد کس طرف ہے اور جو شخص مدینہ ہو اس کا نجد بادیہ عراق اور اس کے اطراف ہیں۔ اور وہی مدینے والوں کا مشرق ہے۔ اور اصل نجد کا معنے بلند زمین کا ہے۔ جو خلاف غور کا ہے اور غور پست زمین کو کہتے ہیں۔ اور تہامہ سب غور ہے اور مکہ بھی تہامہ ہے اور مولانا احمد علی صاحب نے حاشیہ بخاری میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور نیز فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۲۶ میں جنگ جمل اور صفین و قتل عثمان و قتال نہروان وغیرہ کے بارے میں لکھا ہے۔ واول ما نشأ ذلک من العراق وھی من جھۃ المشرق انتہی - یعنی ابتدا ان سب فتنوں کی عراق ہے اور وہ مدینہ سے مشرق کی طرف ہے پس اس حدیث میں اور آئندہ حدیث میں کوئی منافات نہیں بلکہ اتفاق ہے کہ فتنے مشرق یعنی نجد عراق سے اٹھینگے اور وہی زلزلے ہونگے اور وہیں شیطانی گروہ ہوگا۔ چنانچہ خارجی۔ رافضی معتزلی ناجی وغیرہ جمیع فرق ضالہ یہیں سے ظاہر ہوئے کیوں نہو جب نو حصے شر عراق میں ہے اور ایک حصہ ساری دنیا میں تو پھر اس سے بڑھ کر فتنہ خیز زمین اور کونسی ہو سکتی

ہے یہ ممکن ہی نہیں۔ یہ جا ملک نجد ہیں کے لیے تو آپ نے دعا فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ یعنی کامل ایمان اور حکمت اہل یمن والوں کا ہے۔ سبحان اللہ ان کا ذکر خیر ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں دین کا ڈنکا بج رہا ہے اور شرع کو ملاحظہ بجا رہے ہیں اور اہل اسلام کو سلطان ابن سعود اور ان کے لشکر کو بڑا نہ کہنا چاہیے۔ وہ پکے مسلم ہے شک ہیں۔ یہ لوگ غیر مسلموں کے بہکاتے جھوٹی خبریں اڑا کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے اور ان کو اسلام کی محبت عطا کرے آمین ثم آمین۔

راقم ابوسعید محمد شرف الدین عفی عنہ ملا زمین مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلوی

کتاب موافق احادیث صحیحہ و اقوال آئمہ کے ہے۔ یعنی قبور کو پختہ اور لک یا لفت [illegible] قبر پر چراغ جلانا وغیرہ امور خلاف سنت ہیں و طریقہ سلف صالحین کے خلاف اور خلاف شرع کا مٹانا امر شرعی ہے۔ اس کا فاعل عند اللہ مثاب و ماجور ہوگا۔ سلطان عبد العزیز ادام اللہ سطوتہ نے شریعت جیسی متکا ... کو لیا کیا ہے۔ جس کی غایت پر تمام فرق مسلمانان ہند متفق ہیں۔ چنانچہ تحریرات شرع کے اجراء میں سعی و سرگرمی فرمانا ان کی صالحیت کی دلیل ہے۔ لہذا ان کو سب کرنا فسق ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ سباب المؤمن فسوق وقتالہ کفر اور دوسری حدیث میں المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ وارد ہے زیادہ ہے کہ وہ نجدی ہیں تو مخالفین پر لازم ہے کہ وہ ان کا ان نجدیوں میں ہونا ثابت کریں جن کے حق میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہیں تامل فرماتے ہیں۔ استاد حضرت مولانا حاجی احمد علی صاحب محدث

سہارنپوری رحمۃ اللہ جوکہ استاذی مولانا حاجی احمد علی صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری کے استاذ ہیں بخاری شریف کے حاشیہ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ اہل نجد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسو دعائے برکت نہیں فرمائی کہ اس وقت تک وہ لوگ اہل کفر تھے۔ جہاں زلازل وفتن کے ظہور کا معاملہ سو اس کے متعلق مراد ہیں حدیث شریف خوب جانتے ہیں کہ وہ نجد کے اس سمت کے بابت ہے جو کہ مشرق مدینہ طیبہ ہے اور وہ ارض عراق ہے۔ اور اس کے نواحی اور ارض عرب کا مشرق۔ اگر مخالفین سلطان مذکور کی بنو تمیمیت پر غور فرمائیں تو نجدیوں کو ان کے صلاحیت کا تازمانہ دجال پتا چل جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جنکی اولاد ہم اشد امتی علی الدجال کے صحیح مصداق ہونگے فقط۔

ولایت احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

قبریں بلند بنانا اور پختہ کرنا اور غلاف چڑھانا یہ سب ممنوعات سے ہیں۔ شارع سے کہیں اس کی اباحت ثابت نہیں مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ بنانے سے اور بیٹھنے سے قبروں پر عمارت قبر پر بنانے سے منع فرمایا۔ نذر طواف کرنا قبروں کا سخت ممنوعات سے ہیں۔ نذر اور طواف عبادت ہے غیر اللہ کی عبادت ناجائز ہے۔ نجدی اس حدیث کے ضمن میں جس میں یہ ہے کہ نجد میں زلزلے ہونگے اور فتنے ہونگے کبھی داخل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو جو اللہ اور رسول کی طرف سے معیار سچائی اور اہل سنت والجماعت ہونے کا بتلایا گیا ہے وہی ہے جسکو متعدد حدیثوں میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ فرقہ ناجیہ یعنی اللہ کے نزدیک بھلا کونسا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ما انا علیہ و اصحابی یعنی جس طرح کے ہم ہیں اور میرے صحابہ یہ نہایت صحیح معیار ہے آج گمراہ فرقوں کو صرف اسی معیار کی وجہ سے پہچان سکتے ہیں

ان نجدیوں کا کوئی عمل رسول اللہ صلی اللہ ...

وصحابہؓ کے خلاف نہیں ہے۔ مذہبی اعتقادیات اور عملیات کے بارے میں یہ نجدی وہی ہیں عقائد اور عملیات ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کرامؓ کا ہونا ثابت ہے ۔

فقط وحید حسین مدرسہ امینیہ دہلی ۔

الجواب صواب ۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی ۔

الجواب حق ۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی ۔

بیشک اہل نجد سنی مسلمان ہیں ۔ اور جملہ عقائد و عملیات شرعیہ ان کے شریعت محمدی کے مطابق و موافق ہیں اور جو حدیث اہل نجد کی مذمت میں بیان کی جاتی ہے ۔ جن کے الفاظ ھناک الزلازل والفتن ومن حیث یطلع قرن الشیطان ہے ۔ اس سے مراد اہل نجد عراق ہیں نہ اہل نجد تہامہ ۔ ۔ یمن سے ۔ ۔ اور موجودہ نجدی غازیان اسلام ساکنان نجد تہامہ ہیں جو علاقہ یمن سے ہے چنانچہ نجد عراق کی صراحت حدیث مسند احمد سے ظاہر ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشیر بیدہ یؤم العراق ھا ان الفتنۃ ھھنا ھا ان الفتنۃ ھھنا ثلث مرات من حیث یطلع قرن الشیطان رواہ احمد فی مسندہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ یہ حدیث صریح دلالت کرتی ہے ۔ کہ جہاں سے قرن شیطان طلوع ہوگا ۔ وہ نجد عراق ہے ۔ نہ نجد تہامہ جو علاقہ یمن سے ہے ۔ چنانچہ اہل عراق ہی سے وقوع قتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہوا اور عراق ہی میں ہوں نہیں ۔ امام حسین شہید کے گئے وغیرہ پس موجودہ نجدیان غازیان اسلام کو مصداق حدیث ٹھہرانا جہالت ہے جہالت ہے

جہالت فقط کتبہ ابو محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ حمیدیہ عربیہ دہلی۔

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر

جمعیۃ العلما مدرس مدرسہ امینیہ کا فتویٰ

ھوالموفق۔ اونچی قبریں بنانا۔ قبروں کو پختہ بنانا قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا۔ غلاف ڈالنا۔ چادریں چڑھانا نذریں ماننا۔ طواف کرنا۔ سجدہ کرنا۔ یہ تمام امور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحۃً منع فرمایا ہے۔ احادیث صحیح میں اس قسم کے امور کی ممانعت وارد ہے۔ جو شرک یا مفضی الی الشرک ہیں۔ حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں آخری وصایا میں نہایت اہتمام سے یہ ارشاد بھی فرمایا لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ یعنی خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور کتب حدیث میں وہ حدیثیں جن میں حضور نے قبروں پر عمارت (گنبد۔ قبہ) بنانے اور چراغ جلانے سے منع فرمایا کثرت سے موجود ہیں۔ فقہ حنفی میں صراحۃً یہ مسئلہ مذکور ہے۔ کہ قبر کو پختہ نہ بنایا جائے اور نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے اور صحابہؓ کرام ائمہ مجتہدین سلف صالحین کا طرز عمل اسی کے موافق تھا۔ قرون اولیٰ میں اس کی کوئی سند موجود نہیں کہ قبروں پر قبے بنائے جاتے تھے یا قبروں کی کوئی ایسی تعظیم کی جاتی تھی۔ جو اب کچھ زمانہ سے مروج ہے۔ نذر اور طواف اور سجدہ تو عبادات ہیں۔ اور غیر اللہ کے لئے عبادت کی نیت سے ان افعال کو کرنا تو یقیناً شرک ہے اور نیت عبادت نہ بھی ہو تاہم حرام ہیں۔ کوئی تردد نہیں۔ سلطان ابن سعود نے قبے ڈھادیئے تو ان کے نزدیک چونکہ قبے بنانا ناجائز اور منکر شرعی تھا اس لئے انہوں نے حسب ارشاد نبیؐ من رای منکم منکرا الحدیث اس کا ازالہ کر دیا معترضین اگر زیادہ سے زیادہ زور لگا کر بعض متاخرین کے قول سے اس کی اباحت نقل کر دیں تاہم حدیث مرفوع و تصریحات سلف کے مقابلے میں اور تو یہ اقوال قابل

التفات نہ ہوگے دوسرے یہ کہ پھر بھی ابن سعود کو سب وشتم کرنا اور ان پر ملامت ماننا جائز نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان ہے سباب المسلم فسوق (بخاری) نجد یا اس کا کوئی حصہ محل موضع زلازل وفتن ہو اور حضورؐ نے اس میں سے قرن شیطان کے نکلنے کی خبر بھی دی تھی تاہم اس سے یہ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا کہ تمام نجدی اس کے مصداق ہیں تو کیا نجد میں اب تک کوئی صالح و دیندار نہیں ہوا سب اسی حدیث کے موافق قرن الشیطان میں داخل ہیں معاذ اللہ اور جب کہ ایسا نہیں تو لامحالہ اہل نجد کے اعمال اور اقوال ہی اس امر کے لئے معیار ہونگے کہ وہ اس حدیث کے اندر داخل ہیں یا نہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا نہیں چاہیے کہ ابن سعود نجدی ہیں یا یمنی حجازی ہیں یا شامی بلکہ ان کے اعمال وعقائد اقوال کو دیکھنا چاہیے اور اس کے موافق ان کے بارہ میں رائے قائم کرنی چاہیئے ہیں جہاں تک معلوم ہوا ہے ابن سعود کے عقائد اور اعمال میں کوئی بات ایسی نہیں ہے۔ جو ان کو قابل الزام قرار دے صرف نجدی ہونے سے ان پر ملامت کی بوچھار کرنا اہل دین کا کام نہیں واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ احمد سعید واعظ دہلوی

جواب صحیح ہے۔ محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

الجواب صحیح۔ شجاعت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کا فتویٰ۔

جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے جوابات بالکل صحیح درست ہیں۔ جو امور استفتاء میں درج ہیں ہمارے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً ان کی ممانعت فرمائی ہے جو بتصریح احادیث صحیحہ میں موجود ہیں سلف صالح سیدنا امام ابو حنیفہؒ اور بقیہ آئمہ مجتہدین رضی اللہ علیہم اجمعین نے ان تمام منکرات کو بالاتفاق حرام قرار دیا ہے اور یہی اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے۔ جس حدیث شریف میں نجد کے بارے میں ہنالک الزلازل والفتن دیجا یطلع قرن الشیطان وارد ہے۔ اس کے متعلق چند امور واضح کر دینے

ضروری ہیں۔

(۱) ائمہ لغت نے تصریح کی النجد ما ارتفع الارض والغور ما انخفض منہا۔ زمین کے ہر بلند حصہ کو نجد اور پست حصہ کو غور کہتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پاس کھڑے ہو کر مشرق کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا الفتنۃ ھہنا الفتنۃ ھہنا من حیث یطلع قرن الشیطان فتنہ اس جگہ سے شیطان کا سینگ نکلیگا۔

(۳) مدینہ منورہ کی سمت مشرق میں عراق اور خلیج فارس کے ساحل دائیں جزیرہ العرب کا نقشہ دیکھو۔ طلوع قرن الشیطان کا پہلا مصداق آج سے چالیس سال قبل والی زبیریں کا حکومت برطانیہ سے معاہدہ تھا اور دوسرا مصداق عراق پر برطانیہ کی حکم برداری ہے جس نے ویل للعرب من شر قد اقترب کی تصدیق کرتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جزیرہ العرب کے متعلق آخری وصیت اور مرکز اسلام کو غیر مسلم اثرات سے پاک رہنے کی خصوصیت کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴) احادیث میں عموماً کسی حصہ زمین کی مذمت یا تعریف اس سرزمین کے باشندوں کے عملی یا اعتقادی حالت کے لحاظ سے وارد ہے۔ اگر ان کی حالت میں تبدیلی واقع ہو جائے تو اس زمین کی صفت بھی تبدیل ہو جائے گی اگر یہ کہا جائے کہ نجد میں مسیلمہ کذاب جھوٹا نبی پیدا ہوا اس وجہ سے اہل نجد سے تا قیام قیامت کسی بھلائی کی توقع نہیں کیجا سکتی ان پر سب وشتم لعن طعن آج بھی افضل عبادت ہے جب کہ خدا کے فضل سے اس سرزمین میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں جو خدا کیسا تھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو وجہ معلوم ہونی چاہیئے کہ اسود عنسی نبوت کے مدعی کے سبب سے اہل یمن اس لعنت کے مستحق کیوں نہیں ہیں حالانکہ وہ یمن کا باشندہ تھا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کعب الاشرف اور دیگر دشمن یہود کے باعث جو خدا اور اس کے رسولؐ کے سخت ترین دشمن تھے فضائل مدینہ منورہ پر حرف کیوں نہ آیا اور ابوجہل وابو طالب کے ناپاک وجود سے مکہ مکرمہ کی بزرگی میں فرق کیوں نہ ڈالا اور پھر کیا وجہ ہے کہ علام

احمد قادیانی کا وجود ہندوستان کے تمام سُنیوں کو خصوصاً پنجاب میں صحیح بیان لفظ نجد حزب الاحناف کو ملعون اور مطرود کیوں نہ قرار دے۔ پس واضح ہوا کہ جن احادیث صحیحہ میں لفظ نجد کے ساتھ مذمت آتی ہے اس کا صحیح مصداق اہل نجد اس وقت تھے جب کہ ان کا کفر اسلام سے اور شرک توحید سے مبدل نہیں ہوا تھا ایک یا چند افراد کی غلط کاری کی پاداش میں پوری قوم کو نسلاً بعد نسل مورد الزام اور مجرم قرار دینا اسلامی تعلیم کے لحاظ سے کسی طرح بھی درست نہیں مختصراً تحریر کیا ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم

الجواب صحیح۔ نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

صح الجواب محمد اسحاق عفی عنہ دہلی

مطبوعہ فتاوی علمائے کرام

باب التناسخ

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ شخصے محمد حسین نامی از اولاد حضرت بابا فرید الدین چشتی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کہ خلاف عقائد اہل اسلام قائل تناسخ شدہ است والزام دروغ گوئی نمودش بنام گرامی بابا فرید الدین گنج شکر صاحب منسوب ساختہ در رسالہ سیعت فریدی مطبوعہ مطبع دبیر ہند واقع شہر امرتسر پنجاب بالائے صفحہ شعت[۱] ویک این ابیات کہ دال بر دعویٰ باطلہ تناسخ وے اند برائے معائنہ و مشاہدہ علماء و فضلاء نقل ابیات نمودہ رقم مے شود تاکہ عقائد باطلہ وے معلوم گردد نقل ابیات از سیعت فریدی

کروں پہلے تعریف ہائے رسول — لکھوں سال پھیر اپنے کا ہو جو قبول
یہ تھا حکم بابا فرید زمان — سہ کرر لکھا دیکھا میں نے عیاں
کہ ہو تین باری جہاں میں ظہور — میرا چار سو بلکہ نزدیک و دور
زمانہ یہ اول تو موجود ہے — کہ ظاہر میرا نام مسعود ہے
زمانہ دگر میں ہوں ثانی فرید — باسم ابراہیم ہوں میں پدید
زمانہ وہ ثالث کا اب آگیا — یہ ارشاد بابا کا پورا ہوا
اگاہیں کسی وقت میں ہوگا پدید — سمجھنا مجھے گویا ثالث فرید
کہ آخر زمانہ کا ہے پر ظہور — ہے اسرار[?] فریدی کا نعید[?]
زمانہ وہ ثالث کا اب آگیا — یہ ارشاد بابا کا پورا ہوا

۱؎ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایک شخص محمد حسین نامی کے متعلق جو کہ حضرت بابا فرید الدین چشتی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہے وہ اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف تناسخ کا قائل ہے اور اپنی دروغ بیانی کو اس نے بابا فرید الدین گنج شکر کی طرف منسوب کر رکھا ہے اس نے اپنے رسالہ سیعت فریدی مطبوعہ دبیر ہند واقع امرتسر شہر ص۶۱ پر یہ اشعار بابا فرید الدین کے نام شائع کیے ہیں جو کہ اس کے دعوے باطلہ تناسخ پر دلالت کرتے ہیں علماء و فضلا کے ملاحظہ ... کے لئے ان اشعار کو نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس کے باطل عقیدے معلوم ہو

پس بلینوا توجروا۔ [1] از جواب این مسئلہ تناسخ کہ بابا فرید صاحب بحسب تحریر محمد حسین پاک پٹنی بعد از وفات دو مرتبہ اندرین جہان فانی بذریعہ والدین دیگر تولید یافتہ اند۔ مرتبہ اول پیدا شدند کا بنام شیخ ابراہیم کہ سجادہ نشین پاک پٹن بود موسوم گردیدند۔ دو مرتبہ دوم بعد شش صد سال درخانہ تاج محمود چشتی پاک پٹنی ظہور تولید یافتہ و محمد حسین نام نہادند درین محمد حسین مانند مرزا غلام احمد قادیانی درکتاب اسرار عترت فریدی نویسش بکذب نویسی از قادیانی سبقت بردہ است این سائل را سرور و ممتاز فرمایند دیوالیش بروایات کتب معتبرہ تحریر نمایند بندہ سائل سید حسن شاہ بخاری النقوی ساکن موضع پانہ مہار ڈاک خانہ بصیر پور تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال۔ معروضہ ۲۹ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ واقف حقائق معقول و منقول کاشف دقائق فروع واصول مظہر حسنات مصدر برکات برہان المتکلمین شمس العلماء قمر الفقہاء زبدۃ الاوائل والاواخر عالی جناب معلی القاب مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ العالی باجاہ والمعالی وابقاکم اللہ تعالیٰ علی مفارق المسلمین الی یوم الدین این خاکسار راجی الی رحمۃ اللہ سید حسن علی شاہ بخاری نقوی بخدمت اقدس انجناب

---

[1] اس مسئلہ کا تناسخ کا جواب دیا جائے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ بابا فرید صاحب محمد حسین پاک پٹنی کی تحریر کے مطابق وفات کے بعد دو مرتبہ اس جہان فانی میں بذریعہ دوسرے والدین کے پیدا ہو چکے ہیں پہلی مرتبہ جب وہ پیدا ہوئے۔ تو شیخ ابراہیم سجادہ نشین پاک پٹن کے نام سے موسوم ہوئے اور دوسری مرتبہ چھ سو سال کے بعد تاج محمود چشتی پاک پٹنی کے گھر پیدا ہوئے۔ اور اب ان کا نام محمد حسین رکھا گیا ہے اور اس محمد حسین نے مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اپنی کتاب اسرار عترت فریدی میں اس قدر جھوٹ بولے ہیں۔ کہ غلام احمد قادیانی سے بھی سبقت لے گیا ہے اب آپ اس سائل کو سرور و ممتاز فرمائیں اور روایات معتبرہ سے اس کا جواب تحریر کریں بندہ سائل سید حسن شاہ بخاری نقوی ساکن موضع پانہ مہار ڈاک خانہ بصیر پور تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال معروضہ ۲۹ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ معقولات و منقولات کے حقائق سے واقف اصول و فروع کی باریکیوں کو کھولنے والے نیکیوں کے مجمع برکات کے مصدر متکلمین کے راہنما علماء کے سورج فقہاء کے چاند اولین و آخرین کے خلاصہ عالی جناب بلند القاب سید محمد نذیر حسین صاحب خدا تعالیٰ ان کی بلند اقبال زندگی کو مسلمان کے لیئے قیامت تک باقی رکھے ان کے جاہ و مرتبہ کے سایہ کو ان کے سروں پر قائم رکھے یہ خاکسار اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار سید حسن علی شاہ بخاری نقوی آنجناب کی خدمت میں یہ ہدیہ سنت جمہور الانام علیہ التحیۃ والسلام یعنی سلام اور اشتیاق زیارت کے بعد ملتمس ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور دیگر علماء نے فقط نفس مسئلہ پر اکتفا کر کے تناسخ کا جواب ارسال فرمایا ہے۔ فاضل گنگوہی کی عبارت یہ ہے الجواب کئی بار دنیا میں پیدا ہونا۔ جس پر کہ تناسخ کی بنیاد ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے۔ اور حضرت شیخ۔ یعنی بابا فرید گنج پاک پٹنی علیہ الرحمۃ کی طرف اس کو منسوب کرنا سراسر بہتان ہے۔ اور اس نسبت اور اس مذہب کا معتقد محض جاہل ہے۔ اس کے دعوی کی تصدیق کرنا ناجائز ہے۔ اس کے اقوال بالکل غلط ہیں

پس از تبلیغ السلام ہدیہ سنت جناب حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام واشتیاق زیارت التماس بتحریر میشود۔ کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ودیگر علماء فقط بر نقش مسئلہ مذکورہ اکتفا فرمودہ جواب تناسخ تحریر نمودہ اند عبارت فاضل گنگوہی این است۔

الجواب تعدد تولد کہ مبنی بر تناسخ است نزد اہل سنت والجماعت باطل است و نسبت آں بحضرت شیخ۔ یعنی بابا فرید گنج پاک بنگی علیہ الرحمۃ۔ محض افترا است و مدعی این نسبت و این مذہب محض جاہل است تصدیق دعواش نارواست واقوالش محض خطا از انجا کہ مسئلہ تناسخ در جملہ کتب کلام مزین است و کذب این بیان باشارات آیات واحادیث ہیں وبندہ بوجہ معذوری چشماں از نقل روایات مجبور لہذا بر نقش مسئلہ اکتفا کردہ شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد

الجواب ۔ ہو الملہم للصواب۔ منکرین قیامت وبعث وحشر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جن کا عقیدہ وقول یہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوتا نہیں ہے۔ نہ قالب اول ہیں اور نہ قالب آخر میں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کے اس عقیدہ وقول کو بیان فرماتا ہے اِنْ ھِیَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِیْنَ ۔ یعنی بس ہماری پہلی موت ہے۔ جو ہم مرے بس پھر ہم زندہ ہو کر اٹھنے والے نہیں ہیں اور دوسرے مقام میں فرماتا ہے اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۔ یعنی ہماری بس دنیا ہی کی زندگی ہے پھر ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔

اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو تناسخ کے قائل ہیں جن کا عقیدہ ومقولہ ہے کہ ہم اسی دنیا ہیں زندہ ہوتے ہیں۔ پھر مرتے ہیں کبھی قالب اول میں مرکر زندہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی قالب آخر میں اس دنیا کی زندگی کے سوائے اور کوئی زندگی ہماری نہیں ہے اللہ تعالیٰ سورہ جاثیہ میں ان کے عقیدہ ومعولہ کو بیان فرماتا ہے اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْرُ ...... اور سورہ مومنون میں فرماتے ہیں اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۔ چونکہ یہ دونوں قسم کے منکرین قیامت انکار

کیونکہ تناسخ کیونکہ تناسخ کے مسئلہ کو علم کلام کی تمام کتابوں میں بیان کیا گیا ہے اور اس بیان کا جھوٹا ہونا آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہے اور بندہ آنکھوں مجبوری کی وجہ سے روایات نقل کرنے سے معذور ہے۔ لہذا نقش مسئلہ پر اکتفا کیا گیا ہے واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی ۱۲
لہ ہماری یہ صرف دنیا ہی کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے ۱۲

حیات اخروی میں ہم عقیدہ و متفق اللسان ہیں اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو قسم کے لوگوں کا ایک طریقہ پر جواب دیا ہے قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ. یعنی کہدی جی۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندہ کرتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کچھ شک نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی کے بعد مرنا ہے۔ پھر مرنے کے بعد قیامت کے دن سب کو زندہ ہو کر جمع ہونا ہے۔ پس اس سے قیامت کا بھی ثبوت ہوا اور اس بات کا بھی ثبوت ہوا کہ مرنے کے بعد پھر اس دنیا میں زندہ ہونا نہیں ہے۔ بلکہ قیامت ہی کے دن اٹھنا ہے۔ بنا علیہ اس آیت نے دونوں قسم کے منکرین کی صاف تردید کردی ہے سورہ طٰہٰ میں فرماتا ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ۔ یعنی ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو پھر لوٹائیں گے۔ اور اسی سے پھر دوسری بار تم کو نکالیں گے۔ اس آیت نے بھی دونوں قسم کے عقیدہ و مقولہ کو صاف باطل کر دیا۔ اور تناسخ کو بھی صاف اڑا دیا۔ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ یعنی کیونکر تم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردے تھے۔ سو اس نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو مارے گا۔ پھر جلائے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے سورہ یٰسین میں فرماتے ہیں۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ جن سے تناسخ کا بطلان آفتاب کی طرح روشن ہے۔ تناسخ کا بطلان ان احادیث سے بھی ثابت ہے جن سے صدقات و خیرات و حج و صیام وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچنا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ کہ بقلب قوالب لوگ زندہ ہی رہا کرتے۔ تو ان پر نہ میت کا اطلاق ہوتا اور نہ ثواب پہنچتا۔ و نیز ان احادیث سے بھی تناسخ

لہ ہماری یہ صرف دنیا ہی کی زندگی ہے ہم مرتے بھی رہتے ہیں اور زندہ بھی ہوتے رہتے ہیں اور قیامت کو اٹھائے نہیں جائیں گے ۱۲

لہ اس کافر نے ہمارے لئے مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیں کہ ان کو وہ اللہ زندہ کرے گا۔ جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ پیدائش کے تمام طریقے جانتا ہے ۱۲

کا بطلان صاف ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر لوگ قالب بدل بدل کر دنیا ہی میں زندہ رہا کرتے۔ تو عذاب قبر کس پر ہوتا۔ و نیز قیامت کے دن صور کی آواز سے تمام لوگ اپنے مرقد سے یعنی قبروں سے نکل کر میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ. قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ وقال تعالیٰ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ پس قائلین تناسخ کے عقیدہ کے مطابق تمام لوگ دنیا ہی میں بقلیب قوالب زندہ رہا کرتے۔ تو قیامت کے قبروں سے اٹھے گا کون۔ تناسخ کے بطلان پر یہ چند دلیلیں قرآن و حدیث سے مختصراً نقل کی گئی ہیں علاوہ ان کے قرآن و حدیث میں بہت سی دلیلیں موجود ہیں وَلَكِن فِي هَٰذَا الْقَدْرِ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ اس میں نے بمقابلہ قرآن و حدیث کے دلائل عقلیہ سے اعراض کیا۔

واللہ اعلم بالصواب حررہ عبد الوہاب عفی عنہ سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق ۔ تناسخ کا بطلان قرآن مجید کی اس آیت سے نہایت صریح اور صاف طور پر ثابت ہے۔ سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۔ یعنی یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے دنیا میں پھر لوٹا دو اور پھیر دو شاید کریں اچھا عمل کروں۔ اس چیز میں جو چھوڑ آیا ہوں ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہ اس کو کہنے والا ہے اور ان کے آگے ایک پردہ ہے ان کو پھر دنیا میں لوٹ آنے سے مانع ہے۔ اس دن تک جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے یعنی قیامت تک۔ مولانا شاہ عبد القادر صاحب اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ آدمی مرکر پھر آتا ہے سب غلط ہے۔ قیامت کو اٹھیں گے۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں انتہی کتبہ محمد عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۴/۲۵

لے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نرسنگا پھونکا جائے گا تو وہ تمام اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف سر کئے رکھیں گے۔ اور کہیں گے ہائے افسوس ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا یہ وہ دن ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ فرمایا تھا ۱۲
لے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑتے ہوئے ہوں گے ۱۲

خدا حاضر ناظر ہے تو وحی کہاں سے آتی ہے؟

سوال: خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ بھی ہے تو وحی کہاں سے اُترتی تھی؟

جواب: خدا علم قدرت کے ساتھ ہر جگہ ہے بذاتہ عرش پر ہے اور آیہ کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ میں علم مراد ہے یا فرشتے جیسے کہتے ہیں، فلاں بادشاہ فلاں بادشاہ سے لڑ رہا ہے حالانکہ لڑتے والی فوج ہوتی ہے۔ آگے فرشتوں کا ذکر بھی ہے جو اعمال لکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ۔ یعنی ہم اس وقت شاہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جب وہ دو لینے والے بیٹھے ہوئے لیتے ہیں۔

فتاویٰ روپڑیہ جلد اول صفحہ ۱۷۵

مسئلہ حاضر وناظر

سوال: ایک شخص آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے استدلال کرتا ہے کہ انبیاء کو علم غیب ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ رسول حاضر وناظر ہے اور دلیل یہ دیتا ہے۔ آیت وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا نیز رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ سے رسول شاہد شہید ہیں شہود یعنی حضور اور شہادت یعنی حضور اور شہادت یعنی رویت ہیں اس کا یہ کہنا کس حد تک درست ہے؟

جواب: اس شخص نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر عمل کیا ہے وَاَنْتُمْ سُكَارٰى چھوڑ دیا ہے آیت لَا يُظْهِرُ۔ سے پہلے یہ الفاظ ہیں۔

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ترجمہ:۔ اے محمدؐ! کہہ دے مجھے کوئی پتہ نہیں۔ کہ جس عذاب کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ وہ نزدیک ہے یا میرے رب نے اس کے لئے کچھ مدت مقرر کر دی ہے۔ ان الفاظ کو آیت لَا يُظْهِرُ سے ملا کر یہ مطلب ہوا کہ رسول کو کسی بات کا علم ہے اور کسی بات کا پتہ نہیں بس جتنا خدا نے وحی کر دیا اتنا ہی علم ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

مجیب نے مسئلہ حاضر ناظر میں لا تقربوا الصلوٰۃ والا طریقہ اختیار کیا ہے۔ شروع سے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں پورے الفاظ یوں ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ ترجمہ: اس طرح ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو اور رسول تم پر شہادت دے۔

اگر شہادت کے معنی حاضر ناظر کے ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ ساری امت حاضر ناظر ہو۔ جس میں ہم بھی داخل ہیں بلکہ لازم آتا ہے کہ ہم حاضر ناظر ہونے میں رسول سے بڑھ جائیں۔ کیونکہ رسول تو صرف ایک اپنی امت پر حاضر ناظر ہے۔ ہم ساری اُمتوں پر حاضر ناظر ہوں۔ اصل میں یہ لوگ قرآن مجید کا مطلب بیان نہیں کرتے بلکہ اس سے کھیلتے ہیں۔ احادیث اور ان کے مطابق معتبر تفاسیر میں اس آیت کا مطلب صاف لکھا ہے۔ کہ پہلی امتوں اور ان کے پیغمبروں میں نزاع ہو گی۔ پیغمبر کہیں گے۔ ہم نے پیغام پہنچا دیے۔ امتیں انکار کریں گی۔ پیغمبروں سے گواہ طلب کیے جائیں گے وہ اس امت کو پیش کریں گے یہ امت گواہی دے گی کہ واقعی پیغمبروں نے پیغام پہنچائے۔ خدا ان سے سوال کرے گا۔ کہ تم کس طرح گواہی دیتے ہو تم تو بہت بعد پیدا ہوئے یہ کہیں گے۔ کہ خدایا ہم نے تیرا کلام پڑھا۔ اس میں ایسا ہی لکھا پایا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہو گی۔ کہ یا اللہ! جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک ہے واقعی تیرے کلام میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے مطلب صاف ہے۔ حاضر ناظر ہونے کو اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ حاضر ناظر ہونے کی تردید ہے۔ ورنہ خدا کی طرف سے اعتراض کیوں کیوں ہوتا۔ کہ کس طرح گواہی دیتے ہو تم بہت بعد ہوئے اس آیت کا یہی مطلب مولوی احمد رضا خان بریلوی کے مترجم قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہے پھر خدا جانے بریلوی عقیدہ کے مولوی کیوں خواہ مخواہ عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۱۲۴

انبیاء اولیاء سے بعد وفات فیوضات روحانی

سوال :۔ انبیاء اولیاء سے بعد وفات فیوضات روحانی حاصل ہوتے ہیں یا نہیں؟ بہت مرتبہ خوابات کے ذریعہ اہل اللہ نے فیوض روحانی پہنچائے ہیں۔ اور کیا اس کا انکار ایک تواتر کا انکار ہے؟ اور کیا اس کا امکان شرعاً ہو سکتا ہے؟ اموات کے لئے سماع و ادراک احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب :۔ فیض روحانی جس کے اہل بدعت قائل ہیں کہ ان سے استمداد وغیرہ کی جائے یہ غلط ہے ہاں خوابات میں ملاقات سے انکار نہیں۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی ہے۔ مسائل بھی دریافت کر لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بزرگ بھی ملتے ہیں مگر یہ شئے اختیاری نہیں۔ جب خدا چاہتا ہے ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسے عام طور پر خوابوں کی حالت ہے۔ اور بعض دفعہ شیطانی دھوکے بھی ہوتے ہیں اس لئے یہ کوئی پوری اعتماد والی شئے نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اگرچہ شیطان نہیں بن سکتا مگر پورا علیہ کس کو محفوظ ہوتا ہے کہ وہ تمیز کر سکے اور اگر شاذ و نادر کسی کو محفوظ ہو اور اس کو پوری تسلی ہو جائے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو پھر اعتماد ہو سکتا ہے مگر خدا جن کو یہ درجہ دیتا ہے وہ عموماً اپنی حالت کو چھپاتے ہیں۔ اس لئے عام دعویٰ کرنے والوں کے دھوکہ میں نہ آنا چاہئے

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۷ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۵ مارچ ۴۰ء

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۵۵

کچا حمل

سوال :۔ جو روح داخل ہونے سے پہلے ساقط ہو جاتے ہیں۔ ان کا روح پیدا کیا گیا ہے یا نہیں اور وہ روز حساب زندہ ہو کر جنت یا دوزخ میں جائیں گے یا نہیں اگر ان کا روح پیدا کیا گیا تو جسم طفل جو بعض دفعہ قریب قریب پورا ہو چکا ہوتا ہے اس کے لغو پیدا کرنے سے کیا فائدہ اور کیا وہ اکارت جائے گا؟ خاکسار محمد خریدار تنظیم ۱۸۴۷

جواب :۔ اس کا جواب قرآن مجید نے دیدیا ہے۔

وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔

ترجمہ۔ ہم ان کو نعمتوں اور مصیبتوں سے آزماتے ہیں تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔

فتاوی سعودیہ جلد اول ص۱۵۸،۱۵۷

روح پاک ہے یا پلید؟

سوال۔ روح پاک چیز ہے یا پلید؟ اگر پاک ہے تو کافروں کو نجس کیوں کہا گیا؟ کیونکہ ان میں بھی روح ہے۔ اگر پلید ہے تو پاک کوئی بھی نہیں؟

جواب۔ حدیث میں ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ

ترجمہ۔ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔

قرآن مجید میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے۔ ارشاد ہے۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ترجمہ۔ خدا کی فطرت (توحید) کو لازم پکڑو جس پر لوگوں کو پیدا کیا اس کو نہ بدلو۔

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت روح پاک ہوتی ہے پھر شرک سے نجس ہو جاتی ہے۔

فتاوی سعودیہ جلد اول ص۱۷۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی پیدائش

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس حدیث کی صحت سے بارہ میں کہ اللہ عزوجل نے سب سے اول آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ۔ اور تمام مخلوق کو اس نور سے پیدا کیا جیسا کہ مدارج النبوت میں یہ وارد ہے

قولہ: چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وَسَائِرُ مُكَوَّنَاتٍ عُلْوِيْ وَسُفْلِيْ ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ وازارواح واشیاء وعرش وکرسی ولوح وقلم وبہشت ودوزخ وملک وفلک وانس وجن وآسمان وزمین وبحار وجبال واشجار وسائر مخلوقات الوزد۔

کیا یہ اعتقاد اور تنا بایہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ عزوجل کے نور سے پیدا ہوا از روئے شریعت مطہرہ مذہب محدثینؒ کی رو سے یہ روایت صحیح ہے!

عبدالغنی خریدار تنظیم

جواب: حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ کے متعلق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفیہ کے سر تاج الاثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ کے ص۲۷ میں لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ ثابت ہی نہیں۔ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ یعنی خدا نے اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے اس میں تمام علم علوی وسفلی کا اس نور سے پیدا ہونا مذکور ہے۔ اس حدیث کے متعلق مولانا عبدالحی صاحب نے الاثار المرفوعہ کے ص۲۷ میں بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق موضوع اور جھوٹ ہے۔ تاریخ ابن کثیر کا بھی حوالہ دیا ہے کہ اس میں ابن تیمیہؒ کی بات کو نقل کر کے قائم رکھا ہے گویا وہ بھی اس میں متفق ہیں۔ کہ یہ حدیث بالاتفاق موضوع ہے اگر اس مسئلہ کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ نور محمدی کا مطالعہ کریں

عبداللہ امرتسری

۲ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۳۹ء (فتاویٰ روپڑی)

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ کا مطلب؟

سوال:۔ ایک حدیث میں آتا ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ "در الحدیث" مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نورِ الٰہی کے ذریعہ سے علم مغیبات نہیں رکھتے۔ حالانکہ آپ مجمع النورین تھے۔ ایک نورِ نبوت اور دوسرا نورِ الٰہی۔ چنانچہ آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو خاص بات جو انہوں نے اپنی بیوی ام الفضل سے کہی تھی۔ بدر کے دن بتلائی جبکہ انہوں نے فدیہ یوم بدر دینے سے عذر کیا۔ یہ واقعات بتلاتے ہیں۔ کہ آپ علم مغیبات رکھتے تھے اور آپ عالم الغیب تھے۔

جواب:۔ فراست کے معنی ہیں کہ کسی کے رنگ ڈھنگ سے کسی بات کا پتہ لگا لینا۔ سو یہ بہت محدود علم ہے۔ پھر علم غیب کی قسم سے بھی نہیں۔ چنانچہ نمبر اول کے جواب میں علم غیب کی تعریف سے ظاہر ہے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد ہے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (پ ۲۶ رکوع ۷) یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو منافقوں کو طرز بات میں پہچان لے گا۔

دوسری آیت میں ہے وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ (منافقون) اے محمد! جب تو منافقوں کو دیکھتا ہے۔ تو ان کے جثے تجھے تعجب میں ڈالتے ہیں۔ اور اگر بات کرتے ہیں تو ان کی بات کو سنتا ہے۔ گویا کہ وہ لکڑیاں (دیوار سے) کھڑی کی گئی ہیں۔

تیسری آیت میں ہے۔ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (پ ۱۱ ع ۳) یعنی اہل مدینہ سے کئی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے محمد! تو ان کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں پہلی آیت میں پہچان کا ذکر ہے۔ دوسری میں ذکر ہے کہ تو ان کے جثے دیکھ کر ان کو شریف سمجھ کر ان کی بات توجہ سے سنتا ہے حالانکہ وہ نکمے ہیں۔ جیسے دیوار سے کھڑی ہوئی لکڑیاں بے کار ہیں۔ تیسری آیت میں صاف ہے کہ کئی منافقوں کا تجھے علم نہیں حالانکہ وہ مدینہ میں رہتے ہیں۔ ان سب آیتوں کو ملا کر یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دل کے سوا اہم

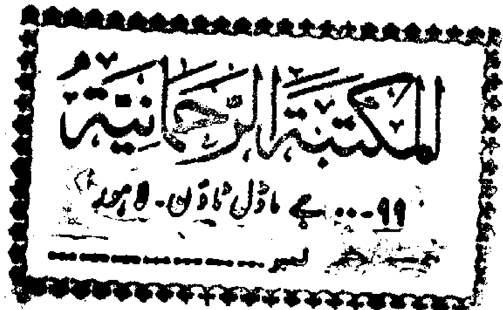
حالات مختلفہ کے باقی انسانوں کی طرح ہیں صرف کمی بیشی کا فرق ہے کسی کی فراست زیادہ تیز ہے۔ عقلوں اور بینائیوں وغیرہ میں فرق ہے مومن کی فراست نور ایمانی کی وجہ سے نسبتاً زیادہ تیز ہے اللہ کے نور سے نور ایمانی مراد ہے مگر اس کمی بیشی سے کوئی بشریت سے متجاوز نہیں ہو سکتا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھ لینا چاہیے۔ اگرچہ آپ کی فراست نسبتاً تیز ہے مگر بعض دفعہ پتہ نہیں لگتا چنانچہ اوپر آیات سے واضح ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک تو یہ علم محدود ہے۔ ہر شے کا علم نہیں۔ دوم علم غیب کی قسم سے نہیں۔ بلکہ اسباب عادیہ سے حاصل ہے۔ سوم اس میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فراست ضروری نہیں کہ صائب ہو۔ چنانچہ یہ مشاہدہ ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے بہتیرے واقعات ہیں۔ چنانچہ سورۃ حشر کے شان نزول کا واقعہ اس قسم کا ہے جس میں ذکر ہے۔ کہ یہود نے آپ کو ایک دیوار کے پیچھے بٹھایا۔ اور اوپر سے پتھر پھینک کر آپ کا کام تمام کرنا چاہا۔ مگر جبرئیل نے اکو اطلاع کر دی۔ اس موقعہ پر یہ جز دمی کے آپ کی فراست اور آپ کے ساتھیوں کی فراست کچھ نہ کر سکی۔ بغرض اس قسم کے بہتیرے واقعات ہیں۔ پس اس کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

عبداللہ امرتسری ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۲۲۲



مطبوعات

مکتبہ سعیدیہ خانیوال

فتاویٰ علماء حدیث

جلد اول کتاب الطہارت
جلد دوم کتاب الصلوٰۃ حصہ اول } ۲۵/۰۰

جلد سوم کتاب الصلوٰۃ حصہ دوم
جلد چہارم کتاب الصلوٰۃ حصہ سوم } ۳۵/۰۰

جلد پنجم کتاب الجنائز ۳۵/۰۰

جلد ششم کتاب الصیام ۳۵/۰۰

جلد ہفتم کتاب الزکوۃ
جلد ہشتم کتاب الحج } ۴۵/۰۰

جلد نہم کتاب الایمان و العقائد حصہ اول ۴۵/۰۰

جلد دہم کتاب الایمان و العقائد حصہ دوم

زیر طبع

حج نبوی

اسلامی تعلیمات ۱-۲

الادعیۃ الماثورہ

تطبیق العادہ لاحکام الاشارہ عربی

قربانی کے جانوروں کی عمروں پر ایک تحقیقی مقالہ

فلسفہ قربانی پر ایک نظر

العجالۃ النافعہ عربی

مسلک ثنائی

اسلامی شکل و صورت عرف داڑھی و مونچھ

اسلامی قاعدہ اردو

اسلام [illegible] النظیر

تعلیم الصلوۃ مع شرح